DAT

ccty

p

سلسلۂ مطبوعات جامعۂ عثمانیہ

# تاریخ یورپ جدید

مُصنّفہٗ

ڈبلیو - ایلیسن فلپس ایم - اے

مُترجمہٗ

مولوی رشید احمد صاحب صدیقی ایم - اے (علیگ)

لکچرار اُردو و فارسی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

سنہ ۱۳۴۴ھ م سنہ ۱۳۳۵ف م سنہ ۱۹۲۵ء

دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدر آباد دکن

یہ کتاب مسرز ریونگٹنس (لندن) کی اجازت سے
جن کو حق اشاعت حاصل ہے اردو میں ترجمہ کرکے
طبع وشایع کی گئی ہے۔

# فہرست مضامین تاریخ یورپ جدید

# فہرست نقشہ جات

# تمہید (از مصنف)

کسی وسیع مضمون کو محض ایک مختصر اور محدود حصہ میں قلمبند کرنا، ظاہر ہے ایک ایسی کوشش ہوگی جس میں صناعت الصناعات - یعنی ترک وسقط کی کارفرمائی لازم آئیگی - ایسی حالت میں جس سلیقہ اور خوش اسلوبی سے یہ صناعت (آرٹ) برسرکار لائی جائیگی، زیادہ تر اسی اعتبار سے، فن مصوری کی طرح اصول کے ماتحت، مصنوع کی شان وصفت متعین کیجاسکے گی۔

صفحات منسلکہ کی تحریر میں، میں نے اس حقیقت کو باالتزام پیش نظر رکھا ہے۔ رہا یہ کہ مجھے اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی اسے میں اپنے شفیق ومکرم ناظرین کے فیصلہ پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن اس فیصلہ کی رہبری کے لئے، شاید یہ بہتر ہوکہ نہایت اختصار کے ساتھ ان اصولات ترک واختیار کو بھی پیش کردیا جائے جن کے ماتحت یہ منزل پیمائی کی گئی ہے۔ عام طور پر میں نے اس الزام کا مورد ہونا قابل ترجیح تصور کیا ہے جو ضروری اور اہم واقعات کے نظرانداز کردینے سے مجھ پر عائد ہوسکتا ہے بہ نسبت اسکے کہ تلخیص واختصار کو نہایت ناروا طور پہ دخل دیکر میں اپنے لوحۂ تصویر کو محض واقعات کے لئے بے جان نقوش سے سیاہ کردوں۔ میرا مقصد عین ایک مکمل تصویر کا بنانا نہ تھا بلکہ محض ایک ایسا خاکا پیش کردینا تھا جو ہمیشہ کبھی کم اور کبھی زیادہ، جزئیات کے ایسے پہلو پیش کرتا رہے جو سطح تصویر پر نمایاں نہ ہوں اور اس طور پر وہ ان لوگوں کے لئے جو بطور خود مضمون متعلقہ کا مطالعہ کرنا چاہیں ایک طرح پر رہنما ہو اور ان کے ذوق تجسس کا محرک :

عہد زیربحث میں جو نمایاں واقعات ابتدا اور انتہا میں پیش آئے ہیں، مثلاً اتحاد یورپ اور کانفرنس منعقدۂ ہیگ انھیں کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ خاکا تیار کیا ہے۔ ایک عہدیت یورپ کا قیام وانعقاد میری اس کتاب کی جاذبیت خصوصی ہے جو زیادہ تر ان قوتوں کی تاریخ پر مشتمل ہے جو اس مقصد نیک کے معین یا سدراہ ہوتے رہے اور اتفاق سے، جیسا کہ میں نے

مقالۂ افتتاحیہ میں زیادہ شرح وبسط سے تذکرہ کیا ہے، علاًیہ انیسویں صدی یورپ کی سیاست بین الملل کی پوری پہنائیوں پر محیط ہے۔

جگہ کی قلت کے باعث میں نے اپنی تگ ودو کلیتہً سیاسی تاریخ تک محدود رکھی ہے اور ان اقتصادی، اجتماعی یا مذہبی قوتوں کو نظرانداز کردیا ہے جن سے علم سیاست کی تاروپود لازماً وابستہ ہوتی ہے سیاسی ترقی اور وسعت پذیریوں کو بھی میں نے اسی حد تک ملحوظ رکھا ہے جس حد تک براہ راست انکا تعلق نظام یورپ سے من حیث الکل ہے اور متعدد مملکتوں کے داخلی امور سے وہیں تک بحث کی ہے جہاں تک انکے خارجی اثرات کا تعلق رہا ہے۔ آخر میں یہ عرض کردونگا کہ میں نے حربی معاملات کو جو سیاست سے وہیں تک متعلق ہیں جہاں تک کہ انکے اسباب اور نتائج کا تعلق ہے، بہت کم دخل دیا ہے۔ میں نے دو یا تین نہایت فیصلہ کن نظرآرائیوں کا خاکہ پیش کیا ہے لیکن محاربات کی تفصیل کو جو ہمیشہ فرسودہ اور بےکیف ہوتے ہیں، اِلّا ایسی حالت میں جب انکی جزئیات پیش کی جائیں، قطعاً نظرانداز کیا ہے۔

حوالہ جات کے متعلق صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کتابوں کی اوس فہرست کے پیش کردینے کے بعد جو میں نے تصانیف اور مصنفین کے ذیل میں دیدی ہے میں نے واقعات اور حادثات کی تفصیل کے سلسلہ میں ان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں تصور کیا ہے۔ بلکہ میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ سیاسی مراسلات یا اس قسم کی دیگر اسناد پر وقتاً فوقتاً نظر ڈال لینا طلبا کے لئے صریحی طور پر سودمند ثابت ہوگا۔ اور گو بہ نظر سہولت میں نے اون حوالہ جات کو اتنا مکمل نہیں بنادیا ہے جتنا کہ ممکن تھا تاہم میں نے ان کو اس طور پر ترتیب دیدیا ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے جو اس مضمون کا مزید مطالعہ کرنا چاہتے ہوں ایک طور پر اشاریہ کا کام دیں گے۔

حاصل کلام میں ایک دفعہ پھر اپنے ناظرین اور ناقدین کی اس قوت فیصلہ سے مرافعہ کرنا چاہتا ہوں جسکا امتیاز خصوصی جودت تحمل ہے۔ مجھے اپنی اس تصنیف کی خامیوں کا کامل احساس ہے۔ لیکن اسکی ترتیب اور تکمیل کے دوران میں ایک دوسری حقیقت جو اپنی پوری بیداریوں کے ساتھ میرے گوشۂ قلب میں جاگزیں ہوچکی ہے یہ ہے کہ اپنے عہد کے ایک طالب علم ہونیکی حیثیت سے، ہم لوگ ایک طور پر صرف ظلمت اور تاریکی میں ہاتھ پاؤں

کی جن کردیں منکشف کو سربستہ اسرار ان اپنے وزارتیں تمام کی حکومت اگر ہیں رہے مارر
حفاظت ونگرانی وہ انتہائی رشک ورقابت سے کر رہی ہیں اور طلبا کے لئے ذاتی اور مخفی
صحائف منصبیہ کھولدیئے جائیں اوس وقت بھی یورپ جدید کا علمی اور فنی تاریخی مطالعہ نہیں
کیا جاسکتا کیونکہ فانی انسان کو سو سو زندگیاں بھی کیوں نہ نصیب ہوں، یہ مدت حیات
اس بے پایاں ذخیرۂ اسناد وکتب کے مشاہدہ ومقابلہ کے لئے کافی نہیں ہوسکتی جواب تک
جمع ہوچکا ہے۔ نظر براں مورخ مشکوک اور مشتبہ حالت میں رہکر جو اسباب ومواد فراہم کرتے ہے
وہ متعدد وساطتوں سے اور مختلف حالت وصورت میں حاصل ہوتے ہیں اور اس طور پر
اکثر اسے اس سے بہتر کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا کہ وہ حق وحقیقت سے محض ایک مفاہمہ
کرنے پر اکتفا کرتے۔

الیسن فلپس

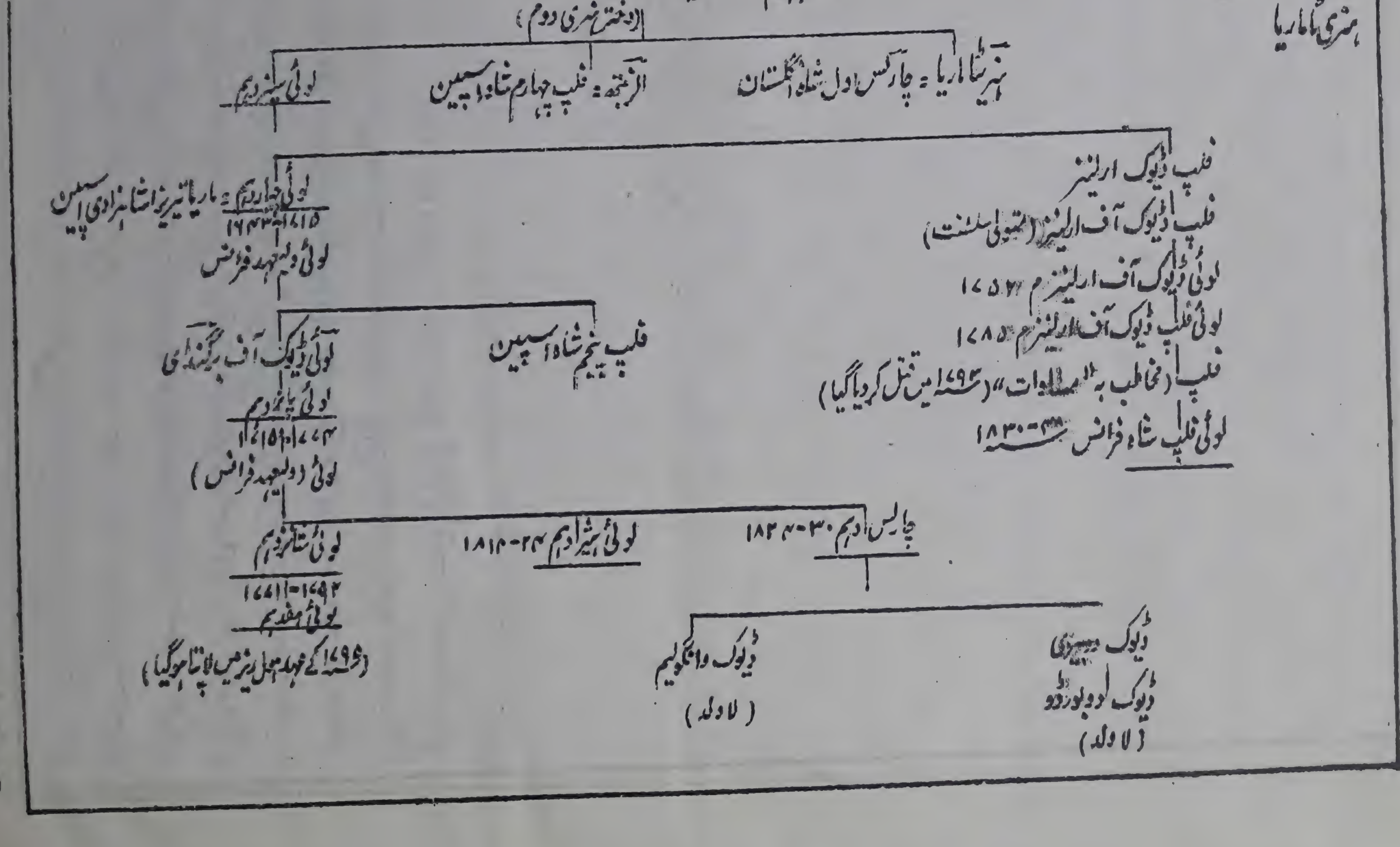
۵ انگھم چیمبرس ڈبلیو۔

ہنری ٹا ماریا

# شجرۂ اول

## فرانس کا خاندان بوربون

ہنری چہارم = مارگریٹ والوا



# شجرۂ دوم

## خاندان بوربون اسپین اور ہر دو سسلی میں

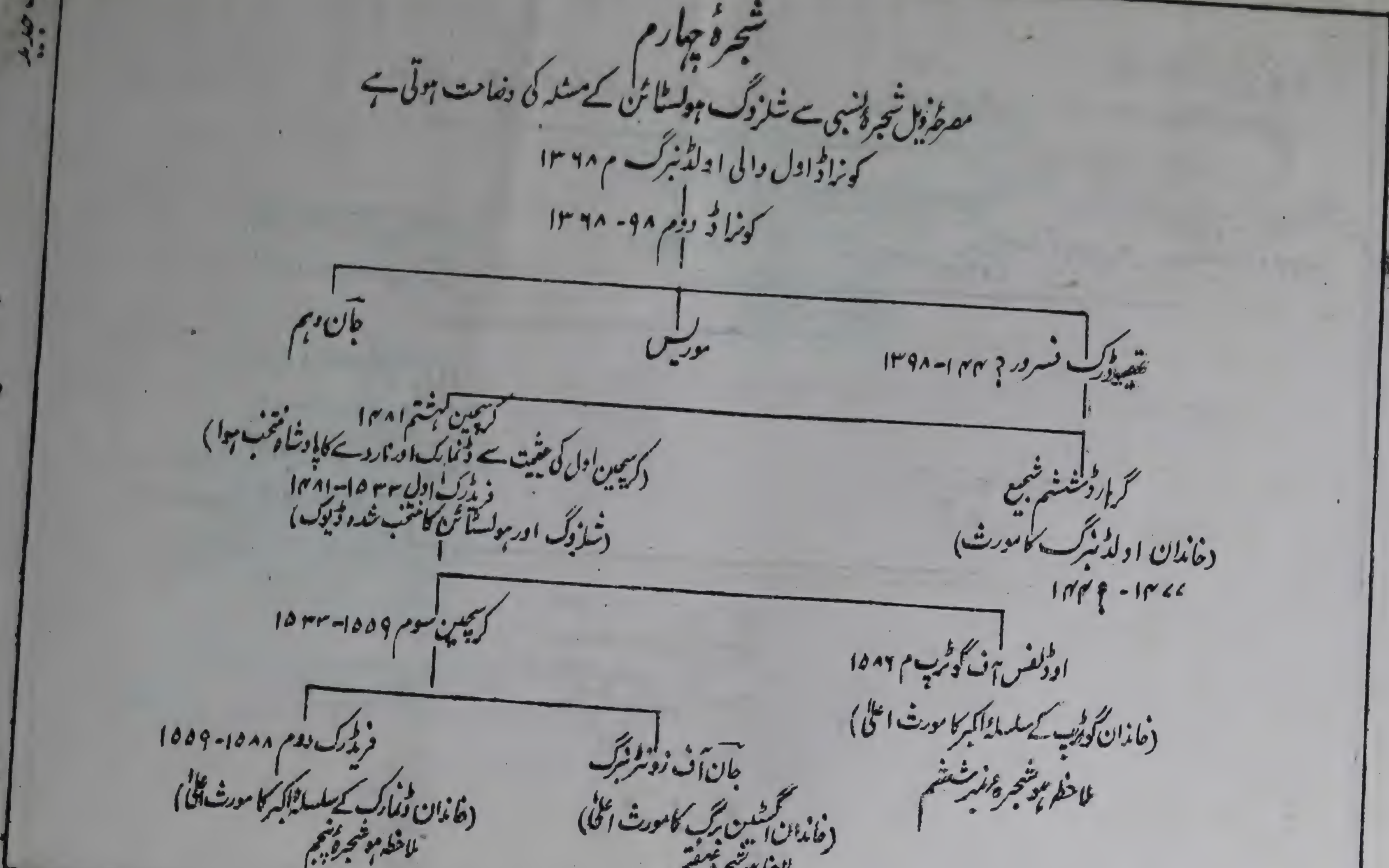
- فلپ پنجم (لوئی چہاردہم کا پوتا) ۱۷۰۰–۴۶
  - فلپ ڈیوک آف پارما
  - چارلس سوم ۱۷۵۹–۸۸
    - فرڈننڈ اول (شاہ سسلین) ۱۷۵۹–۱۸۲۵
      - فرانسس اول ۱۸۲۵–۳۰
        - فرڈننڈ دوم ۱۸۳۰–۱۸۵۹
          - فرانسس دوم ۱۸۵۹–۱۸۶۰ (معزول کیا گیا)
    - چارلس چہارم ۱۷۸۸–۱۸۰۸ (تاج وتخت سے دست بردار ہوگیا)
      - چارلس (ڈون کارلوس)
        - چارلس (کارلوس ششم)
          - چارلس (کارلوس ہفتم)
      - فرڈننڈ ہفتم ۱۸۱۴–۳۳
        - ازابیلا دوم + فرانسس دا سی سی (امیر قادس) ۱۸۳۳–۶۸ (معزول کی گئی)
          - الفانسو دوازدہم (تاج وتخت پر بارہ دیگر قائم ہوا) ۱۸۷۴–۸۵
            - الفانسو سیزدہم ۱۸۸۵–
  - فرڈننڈ ششم ۱۷۴۶–۵۹
  - لوئی م ۱۷۲۵

# شجرۂ سوم

## خاندان سوائے

**چارلس عمانوئیل اول (۱۶۳۰-۱۵۸۰)**

- وکٹر اماڈیوس اول ۱۶۳۷-۱۶۳۰
  - چارلس عمانوئیل اول ۷۵-۱۶۳۸
    - وکٹر اماڈیوس دوم ۱۷۳۰-۱۶۷۵ (شاہ سارڈینیا ۱۷۲۰)
      - چارلس عمانوئیل سوم ۷۳-۱۷۳۰
        - وکٹر اماڈیوس سوم ۱۷۹۶-۱۷۷۳
          - چارلس فیلکس ۱۸۳۱-۱۸۲۱ (لاولد)
          - وکٹر عمانوئیل اول ۱۸۲۱-۱۸۰۲ (لاولد)
          - چارلس عمانوئیل چہارم ۱۸۰۲-۱۷۹۶ (لاولد)
  - فرانسس ہیاسنتھ ۱۶۳۸-۱۶۳۷
- شہریاران کاری نیانو
  - طامس فرانسس
    - عمانوئیل فلبرٹ م ۱۷۰۹
      - وکٹر اماڈیوس م ۱۷۴۱
        - لوئی وکٹر م ۱۷۷۸
          - وکٹر اماڈیوس م ۱۷۸۰
            - چارلس عمانوئیل م ۱۸۰۰
              - چارلس البرٹ ـ شاہ ۴۹-۱۸۳۱
                - وکٹر عمانوئیل دوم ۱۸۷۸-۱۸۴۹
                  - ہمبرٹ اول ۱۹۰۰-۱۸۷۸


شجرۂ چہارم
مصرعۂ ذیل شجرۂ نسبی سے شلزوگ ہولسٹائن کے مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے
کونراڈ اول والی اولڈنبرگ م ۱۳۶۸
کونراڈ دوم ۹۸-۱۳۶۸
جان دہم
موریس
تھیوڈرک فسرور ؟ ۱۴۴۰-۱۳۹۸
کرسچین ہشتم ۱۴۸۱
(کرسچین اول کی حیثیت سے ڈنمارک اور ناروے کا بادشاہ منتخب ہوا)
فریڈرک اول ۱۵۳۳-۱۴۸۱
(شلزوگ اور ہولسٹائن کا منتخب شدہ ڈیوک)
گرہارڈ ششم شجیع
(خاندان اولڈنبرگ کا مورث)
۱۴۷۷-۱۴۴۴
کرسچین سوم ۱۵۵۹-۱۵۳۳
اوڈلفس آف گوٹرپ م ۱۵۸۶
(خاندان گوٹرپ کے سلسلۂ اکبر کا مورث اعلیٰ)
ملاحظہ ہو شجرۂ نمبر ششم
فریڈرک دوم ۱۵۸۸-۱۵۵۹
(خاندان ڈنمارک کے سلسلۂ اکبر کا مورث اعلیٰ)
ملاحظہ ہو شجرۂ پنجم
جان آف زونڈربرگ
(خاندان آگسٹین برگ کا مورث اعلیٰ)
ملاحظہ ہو شجرۂ ہفتم

## شجرۂ پنجم

(خاندان ڈنمارک)

فریڈرک دوم ۱۵۵۹-۱۵۸۸

کرسچین چہارم ۱۵۸۸-۱۶۴۸ (ملاحظہ ہو شجرۂ چہارم)

فریڈرک سوم ۱۶۴۸-۱۶۷۰

- جارج (= این ملکۂ برطانیۂ عظمیٰ)
- کرسچین پنجم ۱۶۷۰-۱۶۹۹
  - فریڈرک چہارم ۱۶۹۹-۱۷۳۰
  - کرسچین ششم ۱۷۳۰-۱۷۴۶
  - فریڈرک پنجم ۱۷۴۶-۱۷۶۶
    - کرسچین ہفتم ۱۷۶۶-۱۸۰۸
      - فریڈرک ششم ۱۸۰۸-۱۸۳۹
    - فریڈرک م ۱۸۰۵
      - کرسچین ہشتم ۱۸۳۹-۱۸۴۸
        - فریڈرک ہفتم ۱۸۴۸-۶۳
      - دوسری اولاد
      - شارلوٹ = ولیم آف ہیسے کاسل
        - لوئیز = کرسچین آف ہولسٹائن سونڈربرگ گلکسبرگ (کرسچین نہم م ۱۹۰۶)
          - ڈگمار (میری فیوڈورونا) = الگزنڈر دوم والی روس
          - جارج اول والی یونان ۱۸۶۳
          - الگزنڈرا = ایڈورڈ ہفتم والی برطانیۂ عظمیٰ
          - فریڈرک

# شجرۂ ششم

## خاندانہائے گوٹرپ اور رومانوف

اڈولفس والی ہولسٹائن۔ گوٹرپ م ۱۵۸۶ (ملاحظہ ہو شجرۂ چہارم)

جان اڈولفس ۱۵۸۶-۱۶۱۶

فریڈرک سوم ۱۶۱۶-۱۶۵۹

کرسچین البرٹ م ۱۶۵۹-۱۶۹۴

- فریڈرک چہارم ۱۶۹۴-۱۷۰۲
  - چارلس فریڈرک م ۱۷۳۹ = ملکہ این والی روس (خاندان پیٹر اعظم اول)
    - پیٹر ثالث = کیتھرائن آف آنہالٹ زربسٹ ۱۷۶۲ء میں تخت سے معزول کیا گیا اور اوسکے بجائے کیتھرائن دوم سریر آرائے سلطنت ہوئی
      - پال اول م ۱۸۰۱
        - الگزنڈر اول ۱۸۰۱-۲۵
        - قسطنطین (وائسرائے پولینڈ جس نے تخت نشین ہونے سے انکار کردیا)
        - نکولس اول
          - الگزنڈر دوم
            - الگزنڈر سوم
              - نکولس دوم
          - دوسری اولاد
- کرسچین اگسٹس

# شجرۂ ہفتم

**(خاندان آگسٹن برگ)**

جان آف ونڈربرگ م ۱۶۲۲ (ملاحظہ ہو شجرۂ چہارم)

- اکیس دوسری اولاد
- فلپ آف گلکسبرگ
- الگزنڈر ۱۶۲۶-۱۶۲۲
  - دس دوسری اولاد
  - ارنسٹ گیونٹر والی آگسٹنبرگ م ۱۶۸۹
    - نو دوسری اولاد
    - فریڈرک ولیم ۱۷۱۴-۱۶۸۹
      - چار دوسری اولاد
      - کرسچین آگسٹس ۱۷۵۴-۱۷۱۴
        - چھ دوسری اولاد
        - فریڈرک کرسچین ۱۷۹۴-۱۷۵۴ = لوئی یکے از خاندان کرسچین ہفتم والی ڈنمارک
          - فریڈرک کرسچین
          - فریڈرک
          - کرسچین = کارولین دیکے از خاندان کرسچین ہشتم ۱۸۱۴-۱۸۶۹ والی ڈنمارک)
            - ہنریٹا = پروفیسر ڈاکٹر ازمارخ
            - کرسچین = ہلینا شہزادی برطانیہ عظمیٰ
            - فریڈرک
              - لوئیزہ = ولیم دوم (شہنشاہ جرمنی)
              - دوسری اولاد
            - دوسری اولاد

# شجرۂ ہشتم

اس شجرہ سے تاج اسپین کے امیدوار لیوپولڈ شاہزادۂ ہوہنزولرن کا خاندان پروشیا سے رشتہ دکھایا گیا ہے

فریڈرک سوم گورنر اینورمبرگ م ۱۲۰۱

- کونراڈ سوم م ۱۲۶۱ ء کلیمنٹا یکے از خاندان البرٹ چہارم (ہیپسبرگ)
  (اس نے ہوہنزولرن خاندان کی فرینکونی شاخ کی ابتدا کی
  اور برہنڈن برگ کے الکٹروں اور شاہان پروشیا کا مورث اعلیٰ تھا)
- فریڈرک چہارم (۲)
  - فریڈرک (ناعٹ)
    یہ خاندانہائے ہوہنزولرن ہگنگن اور ہوہنزولرن زگمارنگن کا مورث اعلیٰ ہے
    - چارلس اول م ۱۵۷۶
      - چارلس ثانی آف سگمرنجن م ۱۶۰۶
        - پرنس آف ہوہنزولرن (۲۲۲۲)
          - لیوپولڈ
            اسپینی (امیدوار)
          - چارلس (کارول)
            (شاہ رومانیا)
      - ایٹل فریڈرک اول آف ہگنگن م ۱۶۰۱
        یہ شاخ ۱۸۶۹ء میں ختم ہوگئی اور ولایت متعلقہ (۲۲۲۲) کی طرف منتقل ہوگئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تاریخ یورپ جدید

## باب اوّل

### تمہید

جسطرح سے اٹھارھویں صدی کی ابتدا لوئی چہار دہم کے اقتدارِ حکومت کے زوال اور انتہا اُن صلحناموں کی تکمیل سے ہوتی ہے جن کی رو سے دولت ہسپانیہ کے مسئلہ توریث کا اختتام ہوا، اسیطرح سے انیسویں صدی میں یورپ کی سیاسی تاریخ کا شمار اُن لمحات سے کیا جاتا ہے جن میں ایک طرف تو وائنا کی کانگریس وجود میں آئی اور دوسری طرف نپولین کے قصرِ امارت کی اینٹ سے اینٹ بجگئی۔ فی الحقیقت ۱۸۱۵ء سے ایک ایسے دور کا آغاز ہوتا ہے، جو ایک بڑی حد تک اُن تاریخوں سے کہیں اہم تر ہے جو تاریخ عالم میں کسی واقعہ کی ابتدا ظاہر کرنے کے لیئے، بنظر سہولت مورخین نے منتخب کرلی ہیں۔

**یورپ اور وائنا کی کانگریس۔**

اس زمانے کی طبیعت، جو جنگ کی دارو گیر سے مضمحل، اور انتہائی جدوجہد سے، جسے ایک حد تک فوق العادت کہنا چاہیئے، پژمردہ ہوگئی تھی فطرتاً اس حقیقت سے آشنا ہونے لگی کہ ایک ایسے شخص کا زوال جبکی قسمت کے ساتھ کامل پندرہ سال تک تمام عالم کے واقعات وابستہ رہے ہوں، کسی مخصوص عہد کی ابتدا یا انتہا کا ضامن ہوسکتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ پچیس سال قبل یورپ ایک ایسے خواب کے دیکھنے میں مصروف رہا جو رفتہ رفتہ کابوس میں تبدیل ہوا اور اب وہ ایک سخت جدوجہد کے بعد مدہوشی سے نجات حاصل کرکے عالمِ بیداری میں آگیا ہے۔ پہنائے مستقبل میں اس نے زندگی کو ایک

سنجیدہ حقیقت میں مشاہدہ کیا اور اسکے لیئے یہ خواب کا نہیں بلکہ حقائق کا دور تھا۔
اس عہد کا افتتاح وائنا کی کانگریس کے انعقاد سے ہوتا ہے۔ ایک مشترک انجمن
کے سنگِ بنیاد رکھنے کی غرض سے شاہانِ یورپ کا مجتمع ہونا بجائے خود
مہذب دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز تھا۔ انجمن کا خیر مقدم نہایت شد ومد کے
۲ ساتھ فصیح وبلیغ الفاظ میں کیا گیا کانگریس کے مقاصد میں تعمیر اخلاق، اور یورپ
کے سیاسی نظام کا احیاء، اور ایک دائمی امن وعافیت شامل تھے جنکی بنیاد سیاسی طاقت
وتفوق کے مساوی تقسیم پر رکھی گئی تھی، لیکن وائنا کو ابھی اس حقیقت سے آشنا ہونا
باقی تھا کہ مسکین عیسائی کیساتھ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، سلاطین کا ترک ملت محض
ایک ملبوس تھا، جو انسان کے کھنہ سال جبد اولین کی عریانی کی پردہ پوشی کرتا تھا۔
ماہرین سیاست جو وائنا میں جمع ہوئے تھے وہ بجائے خود اس حقیقت
سے بے خبر نہ تھے۔ اُن کے لیئے یہ زمانہ جو ابھی ابھی اختتام کو پہنچا تھا محض
ایک مختصر وقفہ تھا جس نے سیاسی نقالی کے حق بجانبِ ترقی میں ایک ناخوشگوار
رکاوٹ پیدا کردی تھی، اور وہ بطیب خاطر اس امر کے لیئے طیار تھے کہ اپنے
گذشتہ رنگ وروغن میں پھر اسی اسٹیج پر نمودار ہوں جب کارسیکا کا مہمان ناخواندہ
آدھمکا تھا اور قابض بھی تھا۔ لفاظیوں کا طوفان تکلم محض سامعین کے لیئے مخصوص
تھا اور جس کا مقصد واحد محض عوام کو مطمئن اور تجدیدِ عہد کو تقدس اور احترام کا رنگ
دینا تھا کانگریس کی علتِ غائی بہرحال، محض فاتحین میں متاع مفتوحین کی تقسیم تھی، اور
یہ سب اس اصول کے ماتحت تھا، جس کو نہایت قدیم روایات نے جائز کر رکھا تھا۔
اور بلاشبہ اس اخلاقی وسیاسی کج نظری سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بجائے اس کے
کہ یورپ کا انتظام ایک مستقل بنیاد پر جس میں مضبوطی کے ساتھ بے غرض
اخلاص و دور اندیشی بھی اتنی ہی شامل ہوتی جس کا سیاسی تدبیر سے عمل میں آنا ممکن
تھا یورپ سے جو کچھ ظہور میں آیا وہ یہ ہے کہ تقریباً ایک صدی سے وہ لڑائیوں یا
لڑائیوں کے پیش آنے کی افواہوں میں اُس قصر سیاسی کو رفتہ رفتہ گراتا رہا ہے
جسکو وائنا میں بادشاہوں اور وزیروں نے اپنی رنگ رلیوں سے فرصت کے
اوقات میں تعمیر کیا تھا اور یہ رنگ رلیاں وہ تھیں جنکی نسبت ٹالی ران جیسے بے درد

معترض کو بھی یہ ہی کہنا پڑا کہ وہ اس دنیا کی مصیبتوں پر ہنس رہی تھیں جس کے جسم کو بتیس برس کی لڑائیوں نے خون نکالکر پیلا کردیا تھا۔

عہد جدید کے میلانات فکریہ۔

کانگریس کی کمزوری کا اصلی راز یہ تھا کہ کارکنوں نے زمانے کے رجحانات کا جنکا انھیں مقابلہ کرنا تھا، نہ تو مطالعہ کیا اور نہ ایسا کرنے کی پروا کی۔ انھوں نے صرف طبقات سیاسی (ڈپلومیٹک)، کی نمایندگی کی۔ اُن کے نزدیک انقلاب فرانس کے اصول ایک غارت گن جدت ثابت ہوئے تھے۔ اور وہ اپنے فرائض کو محض اُن بدنظمیوں کے ازالے تک محدود خیال کرتے تھے جو اس عقیدے سے رونما ہوئی تھیں، اور انھیں حقیقی تدبیر و سیاست کے مسلم ۳
معتقدات کا احیاء بھی مدنظر تھا۔ واثنا میں صرف شاہنشاہ الگزنڈر کے ذکی الحس دماغ نے زمانے کے رجحان کو اسی طرح محسوس کیا جس طرح سے ایک ناقص آئینے پر تمام اشیا کا مسخ شدہ عکس پڑتا ہے۔ حلفنامے میں عامۃ الناس کے جذبات کا جہانتک احترام کیا گیا وہ ایک بڑی حد تک اسی شاہنشاہ کی سوداویت کے ساتھ تالیف قلوب کی مفروضہ ضرورت کو ناگزیر سمجھکر کیا گیا ہے۔

تخئیلیت۔

عہد انقلاب کے غلو آمیز تخیل پرستی کے عمل رجعی، اور ایوانِ زندگانی کی ایک محکم و استوار بنیاد پر قائم کرنے کی سعی و جہد، نے نفس بشری کے دو متضاد میلانات ازلی، قدامت دوستی و اقدام پسندی کے مطابق دو مختلف صورتیں اختیار کیں، ایک طرف تو سیاسی اور مذہبی محاکمہ عمل برسرکار تھا، جو اختیار و قدرت کا عملی پہلو اصول مجردہ سے تجاوز کرکے تاریخی اور کلیسائی میدانِ عمل میں دیکھتا تھا۔ تخئیلیت کا یہ دور، جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے، تخیل پرستی کی ایک جنت نظر تھی، لیکن پھر بھی اسی عہد ماضیہ میں، عصر جدید کے لیے، ایک گہوارۂ عافیت کی تلاش تھی۔ اس کے مذہبی پہلو کی نمایندگی وہ کیتھولک سیلاب کرتا تھا، جو تمام مغربی یورپ میں پھیل گیا تھا اور ابتک اختتام پذیر نہ ہوا تھا، فرانس اور جرمنی میں تحریک ماوراء الجبلی[لہ]، انگلستان میں دور رسائلیت[ٹہ] اور لوتھری

[لہ] Ultramoutane [ٹہ] Tractarianism.

کلیساؤں میں قدیم معتقدات کی دوبارہ اشاعت اس عام تحریک کی گوناگوں حیثیات تھیں جن کی ظاہری اور ممتاز صورت وہ تھی جو ستمبر ۱۸۱۴ء میں پئیس ہفتم کی "ملت مسیح"[۱] کو از سرِ نو مرتب کرنے سے رونما ہوئی یہ واقعہ اتنا ہی وقیع اور اہم تھا جتنا کہ سولھویں صدی میں اسی ملت کا پہلے پہل معرض وجود میں آنا۔ اسکے سیاسی پہلو کی نمائندگی "نسبیت" کا وہ مسلک کرتا تھا جسکے جواز و وجوب پر تاریخ کی شہادت پیش کیجاتی تھی اور جس کا نمایاں مظہر خود محالفۂ مقدس تھا۔

**لبرلزم (مسلک احرار ؟)**

دوسری طرف پرستاران حریت میں خود ایک عظیم الشان انقلاب ظہور پذیر ہوا۔ وہ اصول جو انقلاب فرانس کی خصوصیات میں سے سمجھا جاتا تھا، علمبرداران ترقی کی نظروں سے گر گیا۔ "حقوق بشری" کے اصول نے پرانی بنیادوں کو زیر و زبر تو کر دیا لیکن نئی تعمیرات کو مستحکم بنانے میں ناکامیاب ثابت ہوا۔ ژان ژاک[۳] روسو کے ارشادات کے بجائے اب جرمی بنتھم کے مقولات ۴ تسلیم ہونے لگے اب ان دلکش مسائل کی جگہ جن پر ہر صحبت میں خامہ فرسائیاں ہوتی تھیں۔ اور جنھوں نے بیرونی دنیا میں ایک حالت تشنج کی پیدا کر دی تھی ایک ایسا نظام مرتب ہوا جو علوم ریاضیہ کی طرح ضوابط و حدود کا نگاہ رکھنے والا تھا اور اسی دور عمل کے شایاں تھا جو شاعری سے پاک بالکل سرد و عملی تھا۔ "فطرت کی اصلی اور ابتدائی آزادی اور سادگی کیطرف رجعت" اور "حقوق بشری" کا تخیل اب افادیت[۲] میں (جسکا منشاء "زیادہ سے زیادہ آسائش زیادہ سے زیادہ افراد کے لیئے" تھا) منتقل ہو گیا تھا اور اب حکومت کا اعلیٰ ترین فرض بھی یہی خیال کیا جانے لگا۔

**رجحانات سیاسی کے مادی اسباب**

حریت پسندی کے اس نکھرے ہوئے مذاق کے جلوے اسکی حوصلہ مندیوں کی نسبتہً معتدل تر پروازیں نظر آنے لگے۔ "عامتہ الناس کی حکومت عامتہ الناس کے لیئے" کا ہیولیٰ انقلاب فرانس کے گہوارے میں تیار ہوا تھا، لیکن فی الحقیقت دنیائے عمل میں یہ جد و جہد سرمائے کی تھی جو اُن سیاسی

---

۱ Order of Jesus ۲ Utilitarianism

۳ ژاں ژاک روسو Jean Jacques Rousseau

حقوق کا دعویدار بنکر کھڑا ہوا جو ابتک محض امتیازات نسلی کے ساتھ مخصوص تھے۔
بقول مورخ اس زعم (خام خیالی) کے محرک تجارت کی گرم بازاری اور صنعت کی افزونی
تھی یا بالفاظ دیگر روپے کی طاقت انھیں اسباب میں مضمر تھی فرانس کے عظیم الشان
انقلاب نے سوسائٹی کی مدنیت میں تبدیلی پیدا کردی تھی۔ لیکن اس کا معاشی نظام
کسی تغیر کا منت کش نہیں ہوا۔ انقلابِ مذکور کا نتیجہ یہ ہوا کہ طبقۂ وسطی کو قیود سے
آزاد کیا لیکن گراکس بابف نے دولتمندوں کے رعایتی حقوق کے خلاف جو کچھ کیا اسکو
کسی نے نہ سنا۔ یہ اس صدی کے معاشی انقلاب ہی کا فیضان تھا کہ طبقۂ ادنے
نے ایک موثر سیاسی طاقت کے لیئے جو آواز بلند کی وہ شور محشر بنکر گونج اٹھی اور
ایسی حالت میں "انفرادی حریت، جسکی بنیاد آئینی نظام پر ہو" اور جو انقلاب فرانس کا
نصب العین تھا، انفرادی ملت پرستی میں (جس میں ہر فرد ملت کا حلقہ بگوش تھا)
اور جس کا سنگِ بنیاد "اشتراکیت" کے اصول پر تھا، تبدیل ہوگئی۔ اس طرح سے
انقلاب فرانس کا فی نفسہ اپنا ضد ثابت ہونا اس سبب سے تھا کہ خواہ اسکا مفہوم ذہنی
ہمارے نزدیک کچھ ہی کیوں نہ ہوتا، میدانِ عمل میں آکر اُس کا ہر پہلو مادی ضروریات
کا رہینِ منت رہا۔ سوسائٹی کی خاموش سطح کے نیچے بہیمی اور انتشار پسند طبائع کا وہ
محشرستان ہوتا ہے جو تنازع للبقا کے اصول پر ہمیشہ سقف محیط سے ٹکریں لیتا
رہتا ہے۔ وہ سقف جو ان منجمد معدنیات سے مرکب ہوتی ہے، جو اوائل میں ۵
ایک ہیجان عظیم کی زد میں آکر ابل آئی تھیں اور انیسویں صدی عیسوی میں، جو مادی
وسعت کے لحاظ اپنی آپ مثال تھی۔ تشکیل طبقات اجتماعیہ کے مختلف مدارج نسبتہً
عظیم الشان اور دور رس ہوگئے اس صدی کے سیاسی تغیرات کا بیشتر حصہ اسی
مادی وسعت پر محمول کیا جاسکتا ہے جو "مراعات مخصوصہ" کے خلاف
خواہ وہ بربنائے پیدائش و نسل ہوں یا دولت یا قومیت، ہمیشہ برسرِ کار رہا۔ اندرونی
تعلقات کے لحاظ سے اس کی کشمکش آئینی آزادی تک محدود تھی اور بیرونی تعلقات
میں اسکی تگ و دو آزادی اور اتحاد قومی کے لیئے مخصوص تھی۔

قوم پرستی۔

فی زمانناً قومیت کا تخیل زیادہ تر انقلاب فرانس کے اثرات
کا ایک بلاواسطہ نتیجہ ہے گو اس کی وسیع المشربی کا کوئی شائبہ اس میں مشترک نہیں ہے۔

اٹھارہویں صدی میں اسکا تخیل محض اُس رشتۂ مشترک تک محدود تھا جس میں عامۃ الناس کسی حکمراں کے حلقہ بگوش تھے اور میٹرنخ نے اس کا مفہوم انھیں معنوں سے اخذ کیا تھا جب اس نے اس امر کی شکایت کی تھی کہ لبرلزم نے قومیت کو اپنے صحیفے سے حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا۔ اسکا تخیل قومیت کی نسبت وہی تھا جو مہاجرینِ فرانس کا تھا اور جو اپنے ملک کے خلاف لڑنا غداری نہیں خیال کرتے تھے کیونکہ اُن کے لیۓ "جہاں بادشاہ تھا وہیں فرانس تھا"۔ یہ محض انقلابی لڑائیوں کا تصرف تھا کہ انیسویں صدی میں قومیت جو (اپنے مفہوم کے لحاظ سے) ایک بالکل جدید اور عمیق تر معنی اختیار کر چکی تھی، یورپ کے سیاسی پیکر کو ایک مخصوص قالب میں ڈھالنے کی یکہ و تنہا علمبرداری کرتی رہی جمہوریۂ فرانس کی شکستہ حال فوجیں جب پہلے پہل فرانس کی سرحد پار پسپا ہوئیں تو وہ بزعم خود ایک جدید سیاسی مشرب کے رسالت کی دعویدار بن کھڑی ہوئیں جو ان تمام حجابات کی دھجیاں اڑا دینے والی تھیں جو اقوام و ملک کے مابین حائل تھے۔ جب نپولین نے تاج خسروی اپنے سر پر رکھا تو گویا انسانی فتح و نصرت کا سہرا خود فرانس کے فاتحانہ کارناموں کے سر پہ رکھا گیا، وہ فرانس جسکی قدیم ملکی سرحد کو سیل انقلاب بہا لے گیا، وہ انقلاب جسکا دبدبہ گو موجودہ وقت میں خود شاہنشاہ کی ذات سے وابستہ تھا، لیکن آیندہ چلکر، کسی قسم کی حکومت بر سر کار کیوں نہ ہوتی، یہ فرزندانِ فرانس کی جان نثاری کا تنہا مرکز ہو کر رہا۔ لیکن نپولین کے جنگی کارنامے فرانس کے احساسات ملی کو منضبط اور مستحکم کر کے کچھ اور آگے بڑھے، اسکی رزم آرائیوں کی داستان محض فرانس کے احساسات ملی کے انضباط و استحکام ہی تک نہیں ختم ہو جاتی اس نے
۶ ان ممالک میں بھی یہی روح پھونک دی، جہاں سے یہ احساسات یا تو بالکل مفقود تھے، یا جہاں پر یہ صدیوں رداۓ خواب میں مستور رہے۔ فرانس کا یہ فاتحانہ سیلاب اس سنگلاخ چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا جو اُن لوگوں کا کعبۂ مقصود تھا جن میں اپنے مشترک حقوق کا احساس بدرجۂ اتم موجود تھا۔ اسپین اور روس کی فتوحات تمام دنیا کے سامنے ایک سبق آموز حقیقت بنکر آ چکی تھیں، جرمنی نے جو اپنی کمزوریوں کے باعث سے فرانسیسیوں کی ستم آرائیوں کا تلخ تجربہ اٹھا چکا تھا، اس امر کو محسوس کیا کہ اگر اُنسے طاقتور بننے کا ارمان ہے تو پھر متحد ہونا چاہیۓ، جوش وطن پرستی میں اٹلی کی بھی رگ حمیت

پھڑ کنے لگی اور جیسے آسٹریا کی دراز دستیوں نے ایک خوفناک طاقت میں تبدیل کر دیا۔
اِس حقیقت کا انکشاف ہوتا تھا کہ یہ جادو حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیل گیا، حتیٰ
کہ سطح یورپ پر کوئی قوم ایسی نہ تھی جو منہ میں زبان رکھتی ہو اور "نظم موجودہ" کے خلاف
کوئی فرضی یا اصلی شکایت لیکر نہ کھڑی ہوگئی ہو اور جو اپنے استدلال کی بنیاد اُس فطری حق
پر نہ رکھتی ہو جس کا ماخذ یہ ہے کہ ہر قوم اپنی تقدیر کی خود مالک بنکر رہیگی اور اس طرح وہ قوم پرستی
جو کسی زمانے میں انقلاب فرانس کی خانہ برانداز گیسان دوستی کی ضد کی حیثیت سے
پیش کی جا چکی تھی انیسویں صدی میں خود ایک انقلابی قوت بنجاتی ہے۔
زمانے میں تحریکیں خواہ قومی ہوں یا آئینی اُن سب کی محرک اصلی مادی ضرورتیں اور
مطالب ہوا کرتے ہیں، کیونکہ فی الحقیقت قومیت کی پائدار ترین شیرازہ بندی کا مدار مقاصد
باہمی کی شراکت پر ہے نسل، مذہب یا زبان میں شیرازہ بندی کی خواہ کیسی ہی صلاحیت کیوں نہ موجود ہو یہ اقوام کو ایک مرکز
پر متحد نہیں کر سکتے اور اگر وہ منتشر ہوگئے ہوں تو انھیں مجتمع بھی نہیں کر سکتے یہ "اتحاد محاصلی" (تسول ویرائن) مبارک وجود تھا جسنے
پروشیا کے زیر اثر جرمنی کا اتحاد ناگزیر کر دیا، یہ پیڈ مانٹ کا آسٹریا کے خلاف "اتحاد محاصلی" (تسول ویرائن)
کا "جنگ محاصل درآمد و برآمد"، تھا جسنے بالآخر اٹلی کو خاندان سیوائے کے زیر نگین متحد
کر دیا، برعکس اسکے یہ مقاصد مادی کی ہنگامہ آرائی تھی جس نے نوآبادیہائے امریکہ کو اسپین
کے خلاف بھڑکایا، اور امریکہ کی "جنگ انحراف" شروع ہوئی۔ ابتداءً بوہیمیا میں قوم پرستوں
کی تحریک اس مخاصمت کی بنا پر شروع ہوئی جو چیک، مزدوری پیشہ طبقے اور جرمنی کے
سرمایہ داروں میں رونما تھی جسطرح سے کہ آئرلینڈ والوں کی شکایات کا اصلی سبب
قومی اراضیات سے محرومی ہے، اس صدی کے آغاز میں تمام ریاستہائے یورپ
میں سے صرف انگلستان نے اس امر کو خوب ذہن نشین کر لیا تھا کہ مادی مرفہ الحالی ۷
کے لیئے ایک مضبوط قومی نظام کی ضرورت ہے اور اس کی "جزریت" اور "خود غرضی"
تو ہر ایک کا تکیۂ کلام تھا، لیکن بقول نپولین "دوکانداروں کی قوم" نے وہیں رہنمائی کی جہاں
جلد یا بدیر بقیہ اقوام بھی آئیں اور صدی کے اختتام پر تمام یورپ میں کوئی قوم ایسی نہ تھی

---

Zollverein "اتحاد محاصلی" Tariff Wan

War of sucession at

حسب نپولین کا یہ آوازہ "وطن"، نہایت خوبی کے ساتھ چسپاں نہ ہوتا ہو۔ گو تجارت کو فروغ دینے اور نو آبادیوں کو وسیع کرنے کی آرزو دوسروں کو بھی اتنی ہی عزیز تھی جتنی برطانیہ کو دوسری اقوام کو اگر "جزریت" اور "خود غرضی" کا شرف حاصل نہیں تھا تو یہ اُن کی بدنصیبی تھی۔ لیکن اگر انگلستان کے نزدیک اسکے جہازی بیڑے کا بار اس کی تجارت کا کفیل اور ضامن ہے تو، براعظم یورپ کی دوسری اقوام بھی اسی مقصد کے لیئے کچھ کم زیر بار نہیں ہوتیں، اگر اُن کی حفاظت کی ضامن آہنی سلاخیں ہیں تو انگلستان کا گہوارۂ عافیت آغوشِ امواج ہے اور یہ سب اقوام سامان در سائل جنگ سے اسوقت تک دلکش نہیں ہوسکتی تھیں جب تک کہ مانچسٹر کا آفتاب تجارت صفحۂ عالم کو مطلع الانوار نہ بنا دیتا اور تمام دنیا ایک ہی اتحاد محاصلی میں منسلک نہ ہو جاتی۔ اونیسویں صدی کی ابتدا، نوع انسان کے لیئے برادرانہ صلح و آشتی کی ایک جنت نظر تھی، لیکن اسکی انتہا وہ تلخ اور ہیبت زدہ، حقیقت تھی، جہاں مسلح اقوام ایک دوسرے کے مقابلے میں صف بستہ تھیں، جہاں ہر ایک اپنی ذاتی اور قطعی حقوق کی سختی سے نگہداشت کرتا تھا اور جہاں ہر ایک اپنے مادی مفاد قیام اور بقا کے لیئے آلات حرب اور سامان مصافی کی موجودگی کو جواز کا جامہ پہناتا تھا اور ناگزیر سمجھتا تھا۔ میزنی کے توقعات کے خلاف "ملت پرستی" اور "وسیع المشربی" کے جذبات ابتک ناپید تھے۔

**ملت پرستی اور حکومتہائے یورپ**

نپولین کی طاقت کے خلاف ابھی خونیں گرم بازاری کسی فیصلہ کن نتیجے پر نہیں پہنچی تھی کہ خدایان محالفۂ[1] عظیم نے اس روح ملی کا خطبۂ تہنیت پڑھنا شروع کیا جو اُنکی فتوحات کی حقیقی معین تھی۔ یہ مکیاویلی[2] کے سیاسی ہتھکنڈوں کا اثر نہیں تھا کیونکہ اس میں الگزنڈر اول اور شاہ فریڈرک ولیم دونوں ناقابل اور ناکارہ تھے۔ بلکہ فی الحقیقت یہ اس مخصوص ساعت کی ایک اضطراری جودت، اور ایک ایسے فاتح پر، جس نے ہر انسانی حقوق کو پامال کر ڈالا تھا، ایک غیر متوقع فتح پانے کا نشاط انگیز سرور تھا۔ دول متحدہ کو اپنی نیک کرداری اور افضلیت کا

[1] The Grand Alliance

[2] Machia Velle.

دلی یقین تھا اور انھوں نے متعدد اعلانات شاہی میں (کالش، Kalisch سے ۸
شاتی یون Chatillon تک ببانگ دہل اپنے ارادے اور نیت کے
خلوص کا اظہار کیا فرمان واجب الاذعان یہ تھا کہ "اب سے اقوام اپنی باہمی خود مختاری
کا احترام کرینگی، کوئی سیاسی قصر اُن کھنڈروں پر تعمیر نہوگا جو کبھی خود مختار ریاستیں بنا چکی ہیں،
جنگ اور صلح کا مقصد تمام اقوام کے حقوق - آزادی اور مختاری کی حفاظت ہے"۔
اگر ہم اُس مفہوم کو نظر انداز نہ کریں جس میں لفظ "قومیت" کا استعمال ہوا ہے تو موجودہ
بیان کی تفسیر وائنا کی کانگریس کی کارروائیوں میں عجیب طرح سے نظر آتی ہے - اُن
میں اُن قومی توقعات اور تمناؤں کا سراغ لگانا بالکل بے سود ہے جو حال میں ایک عظیم الشان
اور وقیع سرپرستی کی مورد رہ چکی تھیں - فی الحقیقت، اگر یورپ کا نقشہ صرف ایک
سادہ صفحہ ہوتا، پھر بھی اس کی سرحدوں کی کوئی ایسی ترتیب، کسی فرزانہ ترین سیاسی
دماغ سے ممکن نہ تھی، جو مختلف قومی توقعات کو خوش اسلوبی کیساتھ طے کر دیتی، جیسا
کہ آخر میں ہو کر رہا، باستثناء پولینڈ (گو یہ بھی مشتبہ ہے)، قصر یورپ کو از سر نو تعمیر کرتے
وقت سیاسی معماروں نے قومیت کا عنصر بالکل طاقِ نسیان پر رکھدیا تھا، اُن کی
انتہائی کوشش اُس من سمجھوتے پر قائم ہو جانے کی تھی، جو ان کے خیال میں، مختلف
طاقتوں کے توازن قائم کر دینے سے ممکن الحصول تھا اور سوائے اس اصول کے
کہ متنفسوں کا شمار کیا جائے اور ٹیکس کی وصولی کے لیئے اُن کی طاقت کا اندازہ کیا جائے۔
دیگر تمام اصول اس مقصد کی کامیابی اور حصول کے لیئے قربان کر دیئے گئے -

وائنا میں ملکی حد بندیوں کا
فیصلہ ۱۵-۱۸۱۴ء -

ناروے، ڈنمارک سے (جو نپولین کے ساتھ خوب خوب حقِ رفاقت
ادا کر چکا تھا)، علیحدہ کر کے سویڈن کو کچھ تو فن لینڈ کے معاوضے
میں دیدیا گیا جسکو روس نے خود برد کر لیا تھا اور کچھ پومیرینیا کے
باقیماندہ قطعات کے لیئے تھا جو پروشیا میں ضم ہو گیا تھا Piedmont میں جینوا
کا ادغام گو اٹلی کو خاندان "ساوائے" کے زیر نگیں متحد کر دینے کا پہلا قدم ثابت ہوا لیکن،
یہ سب کچھ فی الحقیقت فرانس کی دراز دستیوں کے خلاف سلطنت سارڈینیا کے
استحکام کے لیئے مدنظر تھا - دوسری طرف، شمال میں، فرانس کی ہوس ناکیوں کے
روک تھام کے لیئے بلجیم ہالینڈ میں ملا دیا گیا - اسی طرح سے اب صرف تفریق زبان

ہی ان کے درمیان میں حد فاصل نہیں ہوئی بلکہ ایک قدیم، مذہبی، تجارتی اور سیاسی رقابت کی خلیج بھی حائل ہوگئی۔ ریاستہائے رائن کے اس حصّے کا جسکی آبادی جرمن نژاد تھی، فرانس سے علیحدہ کیا جانا کچھ اتنا غیر فطری نہ تھا۔ لیکن انکی کلیٹگ، آبادی جو دامن جرمنی
۹ کی "سنجاف"، کہی جاسکتی ہے اہالیان پروشیا کے ساتھ، جنکے نام سے قرعۂ فال نکلنے والا ہی تھا، بمشکل متجانس تھی۔ وہ آبادی جو بیس سال تک فرانس کے انتہائی عروج کے زمانے میں اس کے دامن سے وابستہ رہی، تبدیلی ملت کے لیئے کیسطرح بطیب خاطر طیار ہوسکتی تھی؟ اس قسم کے خود سرانہ فیصلوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو یورپ کے آئندہ امن و عافیت کے لیئے اندیشناکیوں سے مملو نہ ہو۔ سوئیڈن جواب تیسرے درجے کی سلطنت میں آگیا تھا اپنے "نارضامند"، اور "بے دل" رفیق کے ساتھ ہمیشہ کے لیئے یورپ کے سیاسی دائرے سے نکل گیا اور جس میں اس کے خانگی تنازعات نے پھر کبھی کوئی ہیجان نہیں پیدا کیا، لیکن جس جابرانہ طریقے سے بلجیم اور ہالینڈ ایک دوسرے سے علیحدہ کیئے گئے تھے اسکا نتیجہ ۱۸۳۰ء کی ہولناک جنگ یورپ تھی۔ اپنی قدرتی سرحد رائن کے لیئے فرانس کی تشنہ کامی تمام صدی دنیا کے اضطراب کی ضامن رہی۔

آئندہ کی پیچیدگیوں اور کشاکش کے لیئے اس سے زیادہ اہم اور کہیں معنی خیز، ان بڑی بڑی حکومتوں کے مقبوضات کی جدید ترتیب تھی۔ اپنی سلطنت کو مستحکم کرنیکی غرض سے اور فرانس سے براہِ راست ملنے سے محترز رہکر آسٹریا نے اپنے قدیم مقبوضات کو جو سوئے بیا Suabia اور نیدر لینڈز Netherlands. میں تھیں لینے سے انکار کردیا اور بالائے اٹلی میں چند الحاقات سے اُسکی تلافی کرلی، اس طرح سے مغرب میں اپنی دور افتادہ فوجی چوکیوں سے دستکش ہوکر اور فرانس کے مقابلے میں رائن کی سرحد کی حفاظت سے سبکدوش ہوکر اسنے فی الحقیقت اپنے مادی مفاد کو جرمنی سے بالکل علیحدہ کرلیا تھا، اور اپنی اُس خالص آسٹروی پالیسی کا اعلان بھی کردیا جس نے اسکی رہنمائی سڈووا تک کی اور آخر کار سلطنت جرمنی سے اس کا تعلق ہمیشہ کے لیئے منقطع ہوگیا۔ اتنی ہی جامع اور معنی خیز اسکی وہ تدابیر اور مساعی تھیں جنکو وہ انگلستان کی مدد سے پروشیا کو پولینڈ میں کچھ معاوضہ دے دلاکر اس کی زبردست اقتدار کو

جرمنی میں کمزور کر دینے کے لیئے عمل میں لایا لیکن پروشیائی ارباب تدبیر کی سیاسی جبلیت، جس قدر جرمن انکار سے متاثر تھی، آسٹریا کے ارباب حل و عقد اسی قدر ان سے بیزار تھے، اور کو سیکسنی کے الحاق سے اپنی سلطنت کو مکمل اور مستحکم بنا لینے کے لیئے فریڈرک ولیم کے جملہ مساعی ٹالے ران کی حکمت عملیوں اور آسٹریا کی شدید مخالفت سے ناشکور ہو کر رہیں، لیکن اسے جرمنی میں اپنے مقبوضات کو وسعت دینے میں کامیابی حاصل ہوئی اور اسطرح سے پروشیا کا اثر مشارکت[1] جرمنی میں کافی وقیع ہو گیا پوزن .Posen جسکے اندر بیس لاکھ پولس آباد تھی پروشیا کے دستِ تصرف میں آنیکو تو آگیا لیکن اس کے حصول سے بحیثیت جرمن حکومت اس کے اقتدار میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا، لیکن پامرانیا زیرین (.Lower Pomerania) اور نصف سیکسنی کے حاصل ہو جانے سے شمالی جرمنی میں اس کی قوت ضرور مستحکم ہو گئی اور دوسری طرف رائن کے کاسولیکی ممالک ویسٹفالیا (.Westphalia) کے الحاق سے سلطنت ہوہین تسولرن (.Hohenzollern) میں جدید عناصر داخل کر دیئے جس سے پروشیا اکناف جنوب سے اور متصل ہو گیا، جدید سلطنت پروشیا کی طویل اور غیر مرتب سرحد معہ دیگر دور افتادہ حصص ملک اور ایسے رقبات کے جو دیگر ممالک کے مقبوضات سے گھرے ہوئے تھے وہ اسباب تھے جسنے ہمسایہ حکومتوں کے مابین "اتحاد محاصلی،،[2] کو ایک حد تک ناگزیر کر دیا، جو آگے چلکر سلطنت کے تار و پود کا ضامن ہوا اور گو دریائے نئے من (.Niemen) کی جانب سے روس کا خطرہ تھا، اور خط میوز (.Meuse) پر فرانس کی دہشت، لیکن باایں ہمہ معلوم ہوتا تھا کہ جرمنی کی محافظت کا سہرا جسے آسٹریا نے اتار دیا تھا پروشیا کے سر پر رکھدیا گیا ہے۔ القصہ وائنا کے سمجھوتے کے بعد پروشیا کی مادی اغراض جرمنی کے استحکام کے ساتھ، اور دوسری جانب (جیسا آئندہ معلوم ہوگا) آسٹریا کی اغراض خود اسکی کمزوری کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور یہ موخر الذکر حقیقت کا سبب تھا جس سے جدید متفقیت کا نظام حکومت قائم ہوا اور جو آخر میں "سلطنت مقدس،، کا جانشین ہوا۔ آئندہ ابواب میں جرمنی کے از سر نو

---

[1] Tariff Union. [2] مشارکت Confederation.

تعمیر ہونے کے مسئلے پر روشنی ڈالی جائے گی - یہاں پر یہ کہدینا کافی ہوگا کہ آسٹریا کے اثر نے جو چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے باہمی نفاق وحسد سے اور رقوی ہوگیا تھا۔ اگر کبھی کوئی سیاسی اتحاد خود مختار ریاستوں میں قائم بھی ہونے دیا تو وہ نہایت پھس پھسا اور بغایت متزلزل رہا کیونکہ وہ صرف اسی حالت میں اپنے پورے اقتدار کے ساتھ کارفرمائی کرسکتا تھا۔

جو سلوک سوئٹزر لینڈ کے حق میں روا رکھا گیا وہ اغراض بین الاقوامی کے نقطۂ نظر سے اتنا اہم نہ تھا گو آسٹریا کا پچھلا دور اسکے نافرجام اور نامبارک اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔ جمہوریہ متحدہ جو انقلاب فرانس کے زیر اثر قائم ہوئی تھی توڑ دی گئی، اور قدیم متزلزل "نظام اضلاعی"[1] معہ اپنے تمام اشرافی اور بلدی حقوق کے از سر نو زندہ کیا گیا اہالیانِ سوئٹزرلینڈ کا نظام معدلت، اس آئینِ حکومت پر جو نصف صدی تک جرمنی کو ازکار رفتہ رکھنے والا تھا، دو لحاظ سے فوقیت رکھتا تھا۔ غیر ممالک مرکزی حکومت سے سلسلہ جنبانی رکھتے تھے اور رفرداً فرداً ہر ایک ضلع میں ان کے نمائندے نہیں ہوتے تھے اور نظام حربی[2] بھی اضلاعی نہ تھا بلکہ متفقی[3]

آخر میں، لیکن اہمیت میں کسی طرح کم نہیں، اُس نئی حالت کا تذکرہ کرنا ہے جو پولینڈ کو 11
اس سے ملحق کردینے سے رونما ہوئی[4] ۱۸۰۹ء میں فن لینڈ حاصل کرلینے کے بعد روس کا شمار بحیرۂ بالٹک کی بڑی طاقتوں میں ہونے لگا تھا اور اس نے شمال میں پروشیا کی آئندہ بحری طاقت سے رقیبانہ ہمچشمی کی بنیاد ڈالدی تھی اور اپنی سرحد کو دریائے پروزنا تک وسعت دیکر وہ ایک طرف شمال میں پروشیا اور دوسری طرف جنوب میں آسٹریا کے

[1] Consonal System [2] Consonal [3] Fedral

[4] شہر کراکو دول یورپ کی ضمانت پر ایک آزاد جمہوری حکومت قرار پایا اور ۱۸۴۶ء تک اُس کی یہی نوعیت رہی - لیکن اس کے بعد روس اور پروشیا میں ساز باز ہوکر باوجودیکہ فرانس اور انگلستان اختلاف ظاہر کرتا رہا کراکو کے شہر کو آسٹریا نے اپنے ساتھ الحاق کرلیا اور اس الحاق کی وجہ یہ بتائی کہ وہ اہل پولینڈ کی ناراضی کا مرکز ہوگیا تھا۔

درمیان حائل ہوگیا۔ یہ ایک ایسی حالت تھی جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ روس مغربی یورپ میں ریشہ دوانیوں کا جال پھیلا رہا ہے۔ اور ایک حد تک وہاں دلچسپی بھی لے رہا ہے گو اس سے ہمسایہ اقوام کے لیئے خطرات بھی ناگزیر تھے۔

یہ ہے ایک مختصر خاکہ یورپ کی ملکی ترتیب کا جو کانگرس آف وائنا کی رو سے عمل میں آئی تھی اور جنکی دفعات ان صلحناموں میں داخل کردی گئی تھیں جنھوں نے آئندہ چلکر حکومت ہائے یورپ کے لیئے قبالہ جات کی صورت اختیار کرلیں۔

**مجالسۂ یورپ۔**

لیکن وائنا کے فیصلہ جات کی قطعیت میں خواہ کسی حسن ظن سے کام لیا جائے۔ اس امر کا احساس ناگزیر سمجھا گیا کہ نظم موجودہ کے تحفظ کے لیئے اس دفتر بے معنی کے سوا کچھ اور بھی ہونا چاہیئے تھا۔ گو مجالسۂ یورپ کا تخیل سیاست کوئنٹ کاونتنز تھا لیکن یہ امر آغاز ۱۷۹۱ء میں معرض بحث میں آچکا تھا جب آسٹریا کے چانسلر (Count Kamitz.) نے ایک گشتی چٹھی میں، تمام سفرا کو یہ بات محسوس کرائی تھی کہ انقلاب فرانس سے جو خطرہ رونما ہوا ہے اسکے لیئے تمام حکومتوں کو "عامۂ خلائق کے امن و سکون، سلطنتوں کی عافیت، مقبوضات کی نگہداشت اور صلحناموں کی تحریم[۱] کے لیئے ایک شکایت مشترک بنا لینا چاہیئے
۱۲ اسوقت سے کتنے ایسے واقعات پیش آتے رہے جس سے یورپ کا نظم اجتماعی بنتا بگڑتا رہا لیکن اب دنیا کی قسمت کی باگ صرف چار بڑی بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں تھی جو "ابتلائے صد روزہ[۲]" کا سبق مشترک پڑھکر ایک دفعہ پھر متحد ہوگئی تھیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا انکا اتحاد جو اوائل میں چند خاص مقاصد کی بنا پر قائم ہوا تھا مستقل کو دیا جاسکتا ہے اور اُسکو اختیارات بین الاقوامی تفویض کیئے جاسکتے ہیں جن سے اُن تمام مسائل متنازعہ فیہ کا تصفیہ ہوسکے جو دنیا کے امن و عافیت کے لئے خطرناک ثابت ہوں؟ یہ خیال نہایت شاندار تھا، اور وقت کے لحاظ سے ممکن العمل بھی تھا۔ لوگ لڑائی سے تنگ آچکے تھے اور کسی ایسے نظام کو قبول کرلینے کیلئے طیار تھے جو اُنکی معمولی آزادی اور ترقی کا ضامن ہوتا۔ حکومتیں بذات خود نفاق کے خطرات کا کافی تلخ تجربہ اٹھا چکی تھیں۔ ایسی حالت میں اتحاد مقدس؛

---

[۱] سوریل۔ یورپ اور انقلاب فرانس جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ Sorel, L' Ewrope et la Revalution Francaise II 232

[۲] Peril of the Hundred Days

کا بانی الگزنڈر اول ہی ایسا نہ تھا جسکا طائر فکر اس اعتقاد[1] کا اسیر ہوتا۔ لارڈ کاسل رے کی طرح (Castlereagh) دوسرے لوگ بھی پہناے مستقبل میں اُس ساعت کے خیر مقدم کے لیے چشم براہ تھے جو سیاسی حکمت عملیوں کے تار ہائے عنکبوت کو فنا کر دے۔ اور بڑی بڑی طاقتوں کی ایک مقررہ انجمن کو کتم وجود میں لاتی "جو ایک تنہا حکومت کی خوبیوں اور سادگیوں سے مملو ہوتی"۔ لیکن نقادان فن جیسا کہ خود لارڈ کاسل رے (Lord Castlereagh) خود تھا، اس نکتے کو سمجھ چکے تھے کہ یہ مہلک غلطی خود اس کے امکان ہی میں مضمر تھی۔ کسی حد تک یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ نہایت مقتدر ججوں کی ایک عدالت العالیہ قائم کیجائے جو اُن فیصلہ جات کو جو وائنا میں ممالک کی ترتیب کے متعلق نافذ ہوئے تھے بین الاقوامی حیثیت دیکر آئندہ کے لیئے تمام ستم شعارانہ جنگوں کا انسداد کر دے اور موجودہ نظام عافیت کے دوام کی ضامن بنجائے۔ بنظر سہولت ٹالے ران کا موضوعہ اصول "نسبیت" حیثیت اصول اساسی کار آمد ثابت ہو سکتا تھا اور جس کا لب لباب یہ تھا کہ جبطرح سے ایک مدت تک قابض رہنے سے کسی ملکیت پر کسی فرد کو مالکانہ حق حاصل ہو جاتا تھا اسیطرح سے سلطنت کو بھی حکومت کرنے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج اگر باوجود اشتراک اصول ججوں میں اختلاف آرا ہوتا اور ایسی صورت میں کثرت آرا کو اپنا فیصلہ تسلیم کرانے کے لیئے کونسی قوت حاصل ہوتی اور اگر انہیں یہ اختیارات تفویض بھی کیئے جا سکتے تو کیا ایسی حالت میں یورپ کی بڑی بڑی حکومتیں "مشارکت جرمنی" کے زیر اثر ایک حقیر اور محض معمولی ریاست سے ۱۲ زیادہ وقعت رکھ سکتی تھیں۔ لیکن سلاطین کی سطوت اور آزادی ہی نہ تھی جو معرض خطر میں تھی۔ یہ محض ایک قدم تھا جو حکومتوں کے بیرونی معاملات سے اٹھا کر اُن کے اندرونی تعلقات کے دائرے میں رکھا جانے والا تھا اور جن سے فی الحقیقت بیرونی تعلقات اثر پذیر ہونے والے تھے، اور ان ریشہ دوانیوں کے سر سبز ہونے سے قومی آزادی کو جو صدمہ پہنچنے والا تھا اس سے انگلستان بہت پہلے

[1] سوریل، "یورپ اور انقلاب فرانس" جلد ۲ صہ ۲۳۲ Conpederation of Europe

آگاہ ہوچکا تھا۔ فرانس کے معاملے میں البتہ تمام قوتوں نے متفقہ طور سے "مداخلت" کی ضرورت تسلیم کرلی تھی لیکن ۱۸۱۸ء میں ایکس لاشاپیل (Aix-la-Chapelle.) میں جب شہنشاہ الگزنڈر نے ایک ایسے اصول کی تحریک کی جو تمام مسائل بین الاقوامی پر حاوی ہو اور جو اب تک فی الحقیقت خاص خاص ضروریات اور مواقع کے لیئے وضع کیا گیا تھا اور جس کی وضاحت شرائط صلحنامے سے ہو چکی تھی اسوقت انجمن سلاطین یورپ میں اختلاف آرا کا پہلو روز روشن کی طرح نمایاں ہوگیا۔ گو انقلاب فرانس کے مفروضہ خطرات کے عود کرنیکے اندیشے سے ایکس لاشاپیل (Aix-la-Chapelle.) میں "محالفۂ اربعہ" نے دنیا کے سامنے ایک سد روئیں قائم کررکھی تھی لیکن یہ کوشش "کہ محالفۂ مقدس" ایک عام اتحاد کے بقا کی ضامن قرار دیجائے، انگلستان کے غیر مصالحانہ رویہ سے بالکل فنا ہوگئی ٹروپاؤ (Troppau.) اور لائباخ (Laibach.) میں ۱۸۲۰-۲۱ء میں اس روش کا اعلان دنیا کے سامنے کیا گیا اور ویرونا (Verona.) میں ۱۸۲۲ء میں یہ بتدریج ایک کھلم کھلا ناچاقی کی صورت میں نمایاں ہوا۔ مسئلہ مشرقیہ کے رونما ہونے سے پہلے ہی جو یقیناً اسکی تباہی کا باعث ہوتا، انجمن سلاطین یورپ کا منصب قضا و قدر حرف غلط کیطرح مٹ گیا، لیکن پھر بھی نام باقی رہ گیا تھا اور نام کے ساتھ ساتھ یورپ کی جمعیت اور حکومتوں کے اس غرض مشترک کا تخیل بھی باقی رہا جسے ایسے مدبران سلطنت بھی مانتے ہیں جو صلحناموں کے تسلیم کرنے میں، رجعت پسند خیال کیئے جاتے تھے۔ اور یہ ایک طرف قدامت پرستی اور دوسری طرف انقلابی اور آئینی آزادی کے تصادم کے نتائج ہیں جو اس موجودہ رویہ کی ترجمانی کرتے ہیں اور انیسویں صدی کی سیاسی تاریخ اسی کسر و انکسار کا ایک دفتر بے پایاں ہے

---

۱۴

# باب دوم

## یورپ میں رجع عمل

الگزنڈر اول اور محالسۂ یورپ۔ محالفۂ مقدس۔ صلحنامہ اتحاد اربعہ ۲۰۔ نومبر ۱۸۱۵ء یورپ میں رجع عمل۔ اسپین میں حکمران قدیم کا بار ثانی سر یرآرائے سلطنت ہونا۔ یورپ اور

فرانس ۔ بازآوردہ خاندان بوربوں کا قیام اور اُن کی حالت ۔ رجع عمل کی دار وگیر "خطرۂ ابیض"۔ انتہا پسند شاہ پرستوں کی مخالفت ۔ اشلیو کی وزارت دے کاز ۔ ایوان نا معلوم (The Chamber Intronvable) ۔ ـنے کا قتل ۔ رجعت زا قوانین ۔ ویلیلی ہنگامہ گرنیوبل ۔ اور انقلابی اضطراب ۔ حکومتہائے یورپ کی مداخلت ۔ ایوان نا معلوم (The Chamber Intronvable) کا خاتمہ ۔ انخلائے فرانس کا مسئلہ

[1] "مخالفہ یورپ" جسکا کانگرس آف وائنا کے دوران میں ٹلسماران کے سیاسی ہتھکنڈوں نے حکومتوں کے باہمی رشک و رقابت سے فائدہ اٹھا کر شیرازہ بکھیر دیا تھا، نپولین کی الیبا سے واپسی کے بعد ایک خطرۂ مشترک کے مقابلے میں از سرِ نو زندہ پایا۔ نپولین کی وہ تمام مساعی جو ۳ ۔ جنوری ۱۸۱۵ء کے خفیہ صلحنامے کی اشاعت سے مترتب ہونیوالی تھیں اور جسکی بنا پر انگلستان، فرانس اور آسٹریا روس کی طامعانہ ریشہ دوانیوں کے خلاف متحد ہوئے تھے ناکامیاب اور اتحادیوں میں نفاق پھیلانے کی تمام کوششیں نقش برآب ثابت ہوئیں ۔

**شاہنشاہ الگزنڈر اول ۔**

شاہنشاہ الگزنڈر نے جو کچھ عفو کیا تھا اسے طاق نسیان پر رکھنے سے احتراز کیا، اسنے اسی وقت قطعی فیصلہ کر لیا تھا جب ۱۸۱۳ء میں اسنے اس صلح کو جو روس کے حق میں شاندار اور مفید بھی تھی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اُس "مقدس رسالت" کی علمبرداری کے لیئے سر تسلیم خم کر دیا تھا جو یورپ میں تبلیغ صلح سے اُسے حاصل ہوتی تھی ۔ وہ بڑی ساعتیں جب وہ عضریت انقلاب کا دست بازو تھا، ختم ہو چکی تھیں ۔ اور چونکہ ماسکو کی آتشزدگی اسکے قلب کو منور کر چکی تھی اور پے در پے فتوحات نے خدا کی مشیت کو خود نہایت خوبی کے ساتھ آشکار کر دیا تھا اسلیئے کوئی ایسی تجویز جو اسے غلط راستے پر لیجاتی، امکانات کے دائرے سے قطعی باہر تھی ۔ اس مقدس خدمت کی ادائگی سے جو بارگاہ ایزدی سے دوسری دفعہ تفویض ہوئی تھی کوئی سیاسی مصلحت یا ذاتی کدورت اور آزادگی اسے باز نہیں رکھ سکتی تھی ۔ 15

زار کا یہ رویہ جو اس کی عجیب و غریب کیرکٹر کی بوالعجبی تھی، یورپ کی اصلی حالت

[1] مارٹینس ۳ ۔ ۹۲ ۔ Martens, iii 92

کا اندازہ کرتے ہوئے نہایت اہم تھا نپولین کے زوال پر یورپ کی عنان حکومت
پانچ سلاطین کے ہاتھوں میں آ گئی تھی جن میں تین تو مطلق العنان تھے اور بقیہ دو کے
بیرونی ملکی معاملات عملاً وزرا کے ہاتھوں سے سرانجام پاتے تھے۔ اس صورت میں
حلیف سلاطین اور مدبران سلطنت کے ذاتی کریکٹر سیاسی مسائل میں ایک فیصلہ کن
حقیقت رکھتے تھے اور دول یورپ میں شاہنشاہ الگزنڈر سب سے زیادہ
زبردست اور نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ آسٹریا جو ابتدائے مناقشات سے فرسودہ
ہو چکا تھا، آخری جنگ میں بالکل تباہی کے کنارہ پر پہنچ گیا پروشیا نے جو کچھ قوت
جےنا Jena کی لشکر کشی کے زمانے سے حاصل کی تھی وہ سب "جنگ آزادی" کی
قربانگاہ کے نذر کردی۔ انگلستان جس کا شانہ اس بوجہ سے فگار ہو رہا تھا
جو پٹ Pitt کی پالیسی کا نتیجۂ صحیح تھا "بر اعظم" کے مناقشات سے دستکش ہو رہا تھا۔
صرف روس ایسا تھا جو اس ابتلائے عظیم سے اسی دم وخم اور عظمت دیرینہ کیساتھ
ابھرا جو بظاہر مجروح نہیں معلوم ہوتا تھا اور جسکا طالع اقبال یورپ کے انتہا سے زیادہ
مخوف و مرغوب ہو جانے سے روزافزوں ترقی پر تھا۔ اس طرح سے روس کے
جابر حکمراں کی جنبش ابرو کیساتھ کتنوں کی قسمت وابستہ تھی۔

چالاک، حساس، خیرسگال لیکن ارادے کا کمزور الگزنڈر اپنے معاصرین کیلئے ایک معمہ سے
کم نہ تھا جسکو ہر ایک اپنی طبیعت کے موافق معنی پہناتا تھا۔ نپولین ایسے پرحیل "بازنطینی
طلماء[1] شمالی" یا "اکٹر" کہا کرتا جو کسی وقت کچھ کا کچھ بن سکتا تھا یا کر سکتا تھا۔ مورخ کے
نزدیک یہ ایک مجنوں تھا جسکی تالیف قلوب کی ضرورت تھی۔ اسکی انفعال پذیر طبیعت
ابتدا ہی سے متضاد اثرات قبول کرتی رہی، روسو کے ان اقوال کو جو نوع انسانی کے
متعلق تھے اس نے اپنے استاد لاہارپ Laharpe باشندۂ سوئٹزرلینڈ سے حاصل
کرکے خوب ذہن نشین کر لیا تھا۔ اور اپنی جنگی گورنر جنرل سولٹیکوف
۱۶ General Soltikoff سے اس نے روسی جبر وست
کی سنگین روایات کو ازبر کر لیا تھا یہی دونوں اصول ایک دوسرے پر تفوق حاصل کرنیکے لیئے

[1] طلماء (۱۷۶۳ء تا ۱۸۲۶ء) نپولین کا رفیق۔ مشہور فرانسیسی ایکٹر۔

تمام عمر اُسکے گوشۂ قلب میں سرگرم پیکار رہے خورد سالگی ہی میں چتر سلطنت سایہ فگن ہوا اور اسی وقت سے اس نے اپنی "مثالی حکومت" کی جنت خیال کی تلاش شروع کر دی لیکن آخر میں اسے معلوم ہوا کہ مطلق العنان حکومت کا دائرۂ عمل کہاں تک محدود ہے اس حقیقت سے دل برداشتہ ہو کر اس نے نپولین کے ہاتھ پر بیعت کی، اندرونی اصلاحات سے مُنہ موڑا اور کشورکشائی کا خواب دیکھنے لگا۔ اس اتحاد کی زندگی "دو روزہ" کا خاتمہ روس پر لشکر کشی کرنے سے اور ماسکو کے واقعۂ ہائلہ نے اس دماغ کو جسکا توازن تک ابھی قائم نہیں ہوا تھا اور ہلچل میں ڈالدیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب وہ تصوف کی بھول بھلیوں میں مذہبی عقیدت کے ساتھ جا پڑا اور یہی نہیں بلکہ دوسرے متضاد اثرات کے ساتھ ساتھ اسکے مصاحبین نے بر بنائے خود غرضی اسے اسبات کا یقین دلادیا کہ وہ خدا کی طرف سے دُنیا کا اضطراب فرو کرنے کی غرض سے منتخب کیا گیا ہے۔ سلاطین کے مذہبی بے تُکے پن سے دُنیا کو لطف اندوز ہونے کی فرصت کہاں اور پھر وہ بھی زارِ روس کا بے تکاپن! الگزنڈر کے مذہبی اتقا میں جہاں اور باتیں تمسخر انگیز تھیں، وہاں چند باتیں قابل ستائش بھی تھیں یہ اسکے "شریفانہ حلم" ہی کا فیضان تھا جس سے فرانس کا وجود بحیثیت ایک اول درجہ کی طاقت کے باقی رہ گیا تھا اور جب پروشیا نے منتقمانہ جوش میں آکر، جو ایک حد تک غیر فطری نہ تھا، فرانس کے حصے بخرے کے لیئے غلغلہ بلند کیا، اسوقت الگزنڈر ہی تھا جس نے ارا کین انگلستان کے متزلزل ارادوں کو "عاقلانہ حلم" کی طرف رجوع کر کے مضبوط کر دیا پیرس کی دوسری صلح کی رو سے فرانس کو بہ نسبت اُن قیود اور شرائط کے جو نپولین کے زوال کے بعد اس پر عائد کیئے گئے تھے، زیادہ سخت شرائط قبول کرنے پڑے لیکن کم سے کم فرانس کے اُس "زخم منکر" سے تو کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی جو نصف صدی کے بعد الساس لورین کی علٰحدگی سے ہمیشہ کے لیئے "رسنے" لگا۔

محالفہ مقدس

وائنا کی کانگرس کی رو سے جو ترتیب یورپ کی دی گئی تھی وہ پانچ بڑی طاقتوں کی مجموعی ضمانت کے ماتحت رکھی گئی تھی۔ لیکن خود کانگرس کی تاریخ اور فرانس کی لغزش نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ بنیاد بجائے خود کس قدر پھس پھسی تھی ایک خاص لمحے کی وجدانی کیفیت سے متاثر ہو کر الگزنڈر نے یقین

کرلیا کہ یہ محالفہ ایک مستقل امن وسکون کا ضامن اسوقت ہوسکتا ہے جبکہ اس کی عام
سطح "محض مصالح" کے درجے سے اور بلند کردیجائے اور اسکا سنگ بنیاد مذہب عیسوی
کے مقدس اصول پر رکھا جائے۔ اور اسیکا نتیجہ نام نہاد "محالفۂ مقدس" تھا جب زار ۱۷
نے دستاویز صلح اپنے پریشاں حال حلیفوں کے سامنے دستخط کے لیئے پیش کی ہے
اس وقت اُن سے اس کا وعدہ لے لیا کہ وہ اپنے فطری تعلقات کو مذہب ایزدی یعنی
خداوند اور نجات دہندہ یسوع مسیح کے راستے پر ڈالدیں گے اور اپنے اندرونی و بیرونی
مصالح کی بنیاد انصاف، بردباری، اور صلح دامن پر رکھیں گے۔ بادشاہوں کو آپس میں ایک
دوسرے کا بھائی ہونا چاہیئے اور رعایا کو اپنی اولاد خیال کرنا چاہیئے۔ اور تمام
عیسائی قوم ایک کنبے کے طور پر ہوگی جس کی یکجہتی اور وابستگی باہمی امداد پر منحصر ہوگی[له] سیاسی
حلقوں میں اس تحریک کا خیر مقدم نعرہ ہائے مسرت سے کیا گیا لیکن آستینوں کی آڑ میں
لوگوں نے ان پر خوب خوب قہقہے بھی لگائے میٹرنخ کے نزدیک یہ محض ایک طوفان کلم
تھا کاسلرِی Castlereagh کا خیال تھا کہ یہ محض ایک صوفیانہ پرداز اور
حماقت کا مجموعہ ہے شہنشاہ فرینسس نے جسکا سیدھا سادا کاروباری دماغ الگزنڈر کی
"تخیل پرستی" سمجھنے سے قاصر رہا، محض اپنے شانوں کو بے اطمینانی سے جنبش دے کر
دستخط کردیئے محض فریڈرک ولیم سوم حکمران پروشیا نے جسکی سادہ لوحی تقدس کی
حد تک پہنچی ہوئی تھی اور جسکے دوستانہ تعلقات زار کے ساتھ نہایت گہرے تھے اسپر
بطیب خاطر دستخط ثبت کردیئے اس طرح سے ۲۶ ستمبر ۱۸۱۵ء کو ورتوس Vertus
کے میدان میں محالفۂ مقدس کا اعلان تین حکمرانوں کی طرف سے ایک عظیم الشان فوجی
جلوس کے سامنے کیا گیا جس میں عیسائی دنیا کے تمام حکمراں اپنی حلقہ بگوشی کے اظہار کے
لیئے مدعو کیئے گئے تھے۔ باستثناء چند، لیکن جن کی اہمیت نظرانداز نہیں کیجا سکتی، سب نے اپنی
رضامندی کا اظہار کیا۔ سلطنت برطانیہ البتہ ایک عجیب ضغطے میں پڑ گئی تھی، اگر وہ
اسے قبول کرتی ہے تو مفت کی دردسری خرید کرکے قومی آزادی کو خطرے میں ڈالتی ہے

له مراسلات ویلنگٹن (تتمہ) جلد ۹ ص ۱۷۸ + مارٹینس - جلد ۴ ص ۲ + ہرٹسلیٹ "صلحناموں کے
ذریعے سے یورپ کے نقشے کی بناوٹ"

اور اسطرح سے "مخالفین" کی بے پناہ تلوار کا مقابلہ ناگزیر ہو جاتا ہے اور اگر اسکو تسلیم نہیں کرتی تو گویا "انجمن سلاطین یورپ" کے توڑنے کی مجرم ٹھہرتی ہے اب جان صرف افراط تفریط کے درمیانی راستے "فن سمجھوتہ" میں بچتی نظر آئی آئین برطانیہ کی رو سے ولیعہد کو کسی سرکاری دستاویز پر دستخط کرنے کا اختیار حاصل نہیں تھا بشرطیکہ اس نے ایسا ایک ذمہ دار اور برسر اقتدار گورنمنٹ کے نمائندے کی حیثیت سے نہ کیا ہو۔ لیکن یہ البتہ ممکن تھا، اور جیسا کہ آخر میں ہو کر بھی رہا، اس نے بحیثیت ایک تاجدار شہریار کے اپنے "بھائیوں" کو حلیفوں کے متبرک اصول پر اپنی ہمدردی کا پیغام
۱۸ بھیجا اگر ولیعہد کی پسندیدگی یا موافقت سے محالفہ مقدس کو کوئی اخلاقی قوت حاصل بھی ہوئی تو وہ صدی کے آخر میں پوپ کی سرد مہری سے زائل ہوتی پئیس ہفتم Pius VII نے جو ایک سال قبل ستمبر ۱۸۱۴ء میں دوسری بار "گروہ مسیح" کی بنیاد ڈال چکا تھا اور جو لبرلزم Liberalism کے خلاف ایک عظیم الشان جہاد کی داغ بیل ڈال رہا تھا ایک ایسی جنگ کو ماننے سے انکار کر دیا جس کی بنیاد ایک ملحد اور لبرل نے ڈالی ہو لیکن تحریک ماورالجبلی Ultramontane movement ۔ پیروان پوپ، کے خلاف جو ردعمل شروع ہو گیا تھا وہ ابھی ابتدائی منازل میں تھا اور دنیا میں پوپ کی تنہا علیحدگی اور تعرض سے اتنا ہیجان نہیں پیدا ہوا جتنا اضطراب کہ اس اتحاد سے سلطان کے دیدہ و دانستہ الگ کر دیئے جانے سے پھیلا۔ ایک ایسی جماعت میں جو خالص عیسائی تھی خلیفۃ المسلمین کی شرکت فی الحقیقت ناممکن تھی لیکن تاہم یہ فروگذاشت نامبارک خیال کی گئی اور لوگوں نے خیال کیا کہ الگزنڈر ایک دفعہ پھر سلطنت عثمانیہ کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہا تھا۔

اتحاد مقدس کا صلحنامہ بحیثیت صلحنامہ موثر ثابت نہیں ہوا ان تمام لوگوں میں جنھوں نے دستخط کیئے تھے صرف الگزنڈر ہی ایسا شخص تھا جس کو اس امر کا راسخ عقیدہ تھا کہ یہ خدائے عزوجل کی انتہائی خوشنودی کا باعث اور ایک جدید عصر کا پہلا سنگ منزل ہو گا۔

لیکن اس صدی کی تاریخ میں ایک سیاسی مطمح نظر سے اسکے کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔

بحیثیت ایک مذہبی مشرب اسکا قیام، اور پھر اسکا مذہبی مشرب کی طرح مختلف
تاویلات کی صلاحیت رکھنا، الگزنڈر اول کے نزدیک کچھ، نکولس اول کے خیال
میں کچھ اور نکولس دوم کے وہم میں کچھ اور تھا۔ لیکن بین الاقوامی سیاست میں ایک
طاقت کی حیثیت سے اسکو نظر انداز کرتے ہیں کبھی خیر نہیں!

اتحاد اربعہ کی تجدید۔

لیکن اُن ماہرین سیاست کے نزدیک جو ۱۸۱۵ء میں پیرس
میں جمع ہوئے تھے۔ اتحاد اربعہ مابین روس، آسٹریا،
پروشیا اور انگلستان جس پر ۲۰۔ نومبر کو دستخط ہوئے کہیں زیادہ اہم تھا۔ اسکا مقصد
جیسا اس کی تمہید سے ظاہر ہوتا تھا، اُن اصول کو جو دائمنا اور شومون
Chaumont میں وضع کیے گئے تھے ایسی شکل دینی تھی جو وقت اور موقع کے
حسب حال ہو یا بالفاظ دیگر، اس سے یورپ کے مفاد کو مدنظر رکھکر فرانس کی حالت
کی نگرانی مقصود تھی۔ لیکن اس نے ایک قدم اور بڑھایا۔ دفعہ ۶ میں یہ بات تسلیم
کرلی گئی تھی۔ کہ اِن گہرے تعلقات کو مستحکم کرنے کے لیے جنہوں نے 19
ہر چہار سلاطین کو دنیا کے امن وسکون کے لیے متحد کردیا ہے، مقررہ اوقات پر
اُن بادشاہوں یا اُن کے وزراء کی انجمن منعقد ہوا کرے جنہوں نے مقصد مشترک
کے لیے۔ اپنی زندگی وقف کردی ہے، اور ایسے قواعد وضوابط وضع کیے جائیں
جو رعایا کی عافیت اور مرفہ الحالی کے لیے موزوں اور مناسب ہوں یہ تھی رسمی
بنیاد اس مجالسۂ سلاطین یورپ کی جو دنیا کے امن وسکون کو محفوظ اور مامون
کرنے کی مدعی بنی تھی لیکن یہ ایک حد تک اتحاد مقدس کے اصول کے منافی
تھا کیونکہ اسنے تمام بادشاہوں کے "بھائی چارے" کے جواب میں بڑی بڑی
طاقتوں کی ایک امارۂ مطلقہ، لا کھڑی کی تھی، اور جسکے سفرا کی ایک آئینی عدالت
پیرس میں ان تنازعات کو فیصل کرنے کے لیے قائم ہوئی جو صلحنامہ جات دائنا
و پیرس کے سلسلے میں رونما ہوتے، اور جو آیندہ چلکر یورپ کے نظام سیاسی
کی سنگ بنیاد ہوئی[1]

[1] مارٹینس ۴/۱، ۲۸ - ہرٹسلیٹ ۱، ۲، ۳۷۲ -

یورپ میں رجعی عمل۔

اس عالمگیر اضطراب و اشتعال پر نظر کرتے ہوئے جو تمام عالم میں رونما تھا، حکومتوں کو حق حاصل تھا کہ وہ واقعات حاضرہ پر برابر نظر رکھتیں اور اُنکی نگران رہتیں لوگ ہر گوشے میں امن و عافیت کے لیئے ترس رہے تھے اور لبرلزم جس جگہ سے مفقود نہیں تھی وہاں خاموش ضرور تھی۔ لیکن علمبرداران انقلاب کے دست تطاول نے افسردہ اور مضمحل قوتوں کو از سرِ نو اُکسانا شروع کر دیا تھا! سپین، اٹلی، جرمنی حتیٰ کہ فرانس میں بھی دول متحدہ کے مدبّروں نے اُن لوگوں کی زیادتیوں اور حماقت کو تشویشناک نظر سے دیکھا جنھیں برسرِ قوت لانے کے وہ خود ذمہ وار تھے۔ انقلاب اور اس کے اوتار نپولین سے اُن لوگوں سے نسبی فریق Legitimists (شاہ پرستی) سے ایک دفعہ آنکھ بند کر کے نفرت شروع کر دی اور پھر انھیں کسی بیہودگی یا بے اعتدالی کے کر ڈالنے میں ذرا بھی باک نہیں ہوا روما میں پادریوں کا ستارہ عروج پر تھا "عدالت احتساب" ایک دفعہ پھر قائم ہوئی۔ نظام حکومت میں عوام کی آواز "صدا بصحرا" تھی، اور سڑکوں کی روشنی کا انتظام جو، فرانسیسیوں کی جدت تھی مسترد کر دیا گیا۔ شیدمان میں بھی خاندان سیوائے House of Savoy کے برسرِ اقتدار ہونے سے یہی خفیف الحرکاتیاں ظہور پذیر ہوئیں۔ وکٹر عمانویل اول ایک شاہی رپ وان ونکل کے سج دھج سے اپنی طویل جلاوطنی کے بعد سارڈینیا میں اس نسل کی وضع اور ملبوس کے ساتھ واپس آیا جو حجابات ماضیہ میں مستور ہو چکی تھی۔ اور ایک ہی جنبش قلم سے ۱۷۸۰ء سے لیکر اسوقت تک کے تمام احکامات سلطنت کو مسترد کر دیا اور دوسری طرف پر جوش افسران حکومت
۲۰ نے دربار کی شہ پاکر باغ بنیا تانی کو، جسے فرانسیسیوں نے قائم کیا تھا، تاراج کر دیا اور پروانہ راہداری بند کر کے اس راستے کو مسدود کر دیا جسے نپولین نے کوہ سینی Mount Cenis پر سے نکالا تھا۔ لیکن جن حماقتوں کا ظہور روما اور ٹیورن میں ہوا وہ تمام اطالوی شاہزادوں کے دستور العمل نہیں بنیں۔ حتیٰ کہ فرڈنینڈ حکمراں نیپلس نے میورا Murat کے انتظامی اصول کو برقرار رکھا اور چونکہ لازانسکی Lasanzky نے اسٹریا پر ابتک یہ دباؤ نہیں ڈالا تھا کہ اٹلی کے آب و گل میں جرمنی کا خمیر شامل کیا جائے اور

استراسولدو Strassolds نے اس اصول کو عملی جامہ پہنایا تھا اس لیئے آسٹروی حکومت کے برسرِ اقتدار آجانے سے شمال میں اہالیانِ لومبارڈی اور وینس کو کوئی محل شکایت نہ تھا۔ لیکن ۱۸۱۵ء کی اٹلی کہیں اس اٹلی سے مختلف تھی جو شاہنشاہ لیوپولڈ کے مربیانہ عہدِ حکومت میں نہایت آسودگی کیساتھ پھلی پھولی تھی۔ انقلاب کی آتش منتشر اور فرو کردی گئی تھی لیکن انگارے اب بھی دہک رہے تھے اور ایک جدید اور ہولناک آتشزدگی کے لیئے محض اُس ساعت کا انتظار تھا جب اربابِ حکومت اپنی حماقتوں کا خشک اور بلند تودہ کھڑا کردیتے۔ اطالوی سلطنت کا خیال نپولین نے بالکل بے کار نہیں زندہ کیا تھا۔ حجابات گوناگوں میں نوخیز جوزف میزنی نے دیکھا جیسا اُس سے قبل مکیاولی Machiavelli دیکھ چکا تھا کہ اٹلی غیر اقوام کے وجود سے پاک کردی گئی ہے بہت سی خفیہ انجمنوں نے "جن میں کاربوناری" Carbonari (کوئلہ جلانیوالے) کا دائرۂ عمل سب سے زیادہ وسیع تھا اپنی عجیب وغریب ریشہ دوانیاں شروع کردی تھیں اور شرفا کی ایک جماعت جس کی قسمت کا فیصلہ سلطنت کے خاتمے کے ساتھ ہوچکا تھا، اور نپولین کے عہدِ حکومت کے انتظامی اور فوجی عہدہ دار اضطراب اور بدامنی پھیلانے کے لیئے جوق جوق جمع ہوئے

جرمنی میں بھی "جنگ آزادی" کیوجہ سے وطن پرستی کے جذبات مشتعل ہورہے تھے وائنا کی کانگرس نے ایک دستور متفقیہ قائم کیا تھا اور جس کی حیثیت ایک نمائشی وجود سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی ابتک کچھ کر نہیں سکا تھا۔ اور دوسری طرف اطلاق پسند Absolutist اور احرار' Liberals اسکی دفعات کو اپنے مفید مطلب بنانے کے لیئے توڑ موڑ رہے تھے۔ اُن مدبرانِ سلطنت کے لیئے جو سیاسی نظام کو ایک باقاعدہ اصول پر قائم کرنا چاہتے تھے، صورتِ حال اندیشناک نظر آتی تھی۔ پرنس میٹرنخ نے جو یورپ کی سیاسی عنان کو اپنے قبضہ میں کررہا تھا سی کے الکڑ کی ابلہانہ

۲۱

باب دوم

ایوان نامعلوم کے نام سے موسوم کر دیا جو اس وقت سے اب تک قائم ہے۔ تاہم اس ایوان کا وجود تھوڑے ہی دنوں میں نہایت ناخوشگوار طریقے سے نمایاں ہونے لگا۔ بادشاہ اور وزراء منشور آئینی کے نفس مطلب کو اپنا دستور العمل بنانا چاہتے تھے۔ ان کی رائے تھی کہ گذشتہ جرائم یکلخت معاف کر دیئے جائیں اور فرانس کی ساکھ قائم رکھنے کی غرض سے گورنمنٹ کے تمام لین دین اور کل کاروبار جو ایام "صدر روزہ" میں بھی طے پا چکے تھے اوڑھ لیئے جائیں حتیٰ کہ وہ تمام نظام صفحہ ۲۹
معاشرت و معدلت بھی تسلیم کر لیا جائے جو انقلاب کے ثمرات میں سے تھا اور اب سرزمین فرانس میں مضبوطی کے ساتھ جڑ پکڑ چکا تھا۔ لیکن ایوان کے کثیر التعداد اراکین کے نزدیک یہ تمام پروگرام بعید الفہم ہونے کے علاوہ ناپسندیدہ بھی تھا۔ یہ جماعت خود بادشاہ سے زیادہ بادشاہ پرست کیوں نہ ہو جاتی لیکن اس کے نزدیک جو چیز بڑی تھی اس کا قبول کرنا ناممکن تھا۔ انھوں نے دستور کو تسلیم کر لیا کیونکہ وہ انھیں برسر اقتدار لانے کا ذمہ دار تھا لیکن وہ دفعات جو ان کے جذبات کی سدِ راہ ہوتی تھیں ان کے خلاف انھوں نے آنکھیں بند کر کے اور فرطِ غیظ سے مغلوب ہو کر حملے شروع کر دیئے۔ ان کے نزدیک حق "مراحم خسروانہ" کا احترام بھی ایک حد تک بے معنی تھا۔ بھری مجلس میں دے لامار M. Delamarre چلّا اٹھا "ہاں اب وہ وقت آگیا ہے جب حلم اور اعتدال کا فاتحہ پڑھ لیا جائے" لابوردو La Bourdonnye نے نہایت بلند آہنگی سے کہا "خدائے قدوس نے آج ہمارے ہاتھوں میں ہمارے بادشاہ کے قاتلوں، ہمارے خاندان کو بےچراغ کرنیوالوں اور ہماری آزادی کے کچلنے والوں کو حوالے کر دیا ہے" مجلس نمائندگان اور امراء پیرس کے محلوں سے Faubourg Saint German صدائے "دار و گیر" اٹھ رہی تھی۔ حکومت جو اب تک ان بے ہنگامیوں کے خلاف اپنی آواز بلند کر رہی تھی ایک قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ فوشے نے اپنے ستم ظریفانہ وضعداری کے ماتحت اپنے زوال اقتدار کے قبل ایک فہرست ایسے لوگوں کی تیار کی تھی جو قانوناً قتل کر دیئے جانے کے قابل تھے اور ان کی

ملکیت بحق سرکار ضبط ہونے کے لائق تھی اور لطف یہ کہ اس فہرست میں خود اس کے رفیق اور وفادار شامل تھے - ان میں ایام صد روزہ کے چند مشہور غدار، مثلاً لابے دوایر، لاوالیت اور نے Labeboyere & Lavalette Ney, قانون کی انتہائی سزا پانے کے لیئے منتخب کرلیئے گئے - انتہا پسند اُن خونی کُتوں کی طرح جو شکار پہ چھوٹے ہوں غوغا مچا رہے تھے لیکن حکومت نے کسی نہ کسی طرح ان مظلوموں کو فرار ہوجانے کا موقع دیدیا اور اس طرح سے اس کا دامن ایک ایسے جرم سے داغدار ہونے سے بچ گیا جو اطمینان اور سکون کے لمحات میں آئینی یا غیر مضافی جرم کا مترادف ہوتا ہے

**Ney کا مقدمہ اور اس کا قتل**

لوئی کو نے Ney کی گرفتاری کا حال سنکر نہایت رنج ہوا[1] اور دے کاز Decazes نے لابے دوایر اور لاوائیت Labeboyere & Lavalett کے اُس گرد دیدگی پر سرپیٹ لیا جس نے انھیں اُن مواقع سے فائدہ اُٹھانے سے باز رکھا جو انھیں دیئے گئے تھے لابے دوایر Labedoyero سب سے پہلے تلوار کے گھاٹ اوتارا گیا - نے Ney جو فرانس کا نواب اور مارشل تھا اپنی قسمت کا فیصلہ اتنا جلد نہ سن سکا عدالت کے تھکا دینے والے ضابطوں نے مہینوں لے لیئے - کوئی فوجی عدالت ایسی نہیں نظر آتی تھی جو فرانس کے سب سے بہادر اور شاندار سپاہی کو سزا کا حکم سنا سکے اور ایوان امرا میں نوشیر ڈیوک بروگلی Duc de Broglie کی دھواں دھار وکالت نے کچھ ایسی دھاک بٹھادی کہ آخری خوفناک انجام کچھ عرصے کے لیئے معرض التوا میں پڑ گیا۔ صفحہ ۳

لیکن اس توقف سے اُمراء فرانس کا شوق خونریزی اور تیز ہوتا گیا۔ ایک شریف لیڈی نے کہا کہ "نہ اس کو گھٹ گھٹ کر مرنے دو اور نہ ہم کو۔"

---

[1] لوئی نے سچ کہا کہ "اس نے اپنے کو گرفتار کرا کے ہمیں زیادہ نقصان پہنچایا بہ نسبت اس نقصان کے جو اس نے ۱۳ مارچ کو خود کیا" (دودے صفحہ ۴۷، فیل کاشل جلد ۴ صفحہ ۴۲۵)

اس زبردست ہنگامے کے مقابلے میں حکومت یا تو فی الحقیقت کمزور تھی یا اس نے کمزوری کو یونہی تصور کرلیا تھا۔ اور ۷ دسمبر ۱۸۱۵ء کی صبح کو انجمن ایوان امرا نوابین کی موت کا فیصلہ "بہادر ترین" سپاہی پر صادر ہوکر پورا ہوا نے اور لابے دوائر Labedoyers کا قتل بجائے اس کے کہ خاندان بوربون کے تاج ونگین کو مستحکم کردیتا اس نے علم سلطنت کے سایۂ میں شہدائے ملت کی تعداد کا اضافہ کردیا اور آتش انقلاب کو اور زیادہ دہکا دیا۔ کچھ عرصے کے لیئے یہ خیال البتہ راسخ ہوگیا تھا کہ لاوالیت Lavalett کی مفروری جو اس کی بیوی کی جانبازی کا نتیجہ تھی کم سے کم وزرات کے لیئے بہت جلد خطرناک ثابت ہوگی۔ اس حالت نے انتہاپسندوں کی مخالفت جنون کی حدتک پہنچادی۔ انھوں نے گورنمنٹ پر چشم پوشی کا جرم عائد کیا۔ یہ سب اس بہادر خاتون کے خلاف انصاف کے خواہاں ہوئے جس کے حواس اس آفت سے مختل ہونے لگے تھے۔ ان کے جذبے کا مشتعل ہونا ہی تھا کہ انھوں نے ایک دفعہ پھر مظلوم مقتولین کے لیئے ہل من مزید کا نعرہ بلند کیا۔ ایک عام جان بخشی کے اعلان کی تجویز ہوئی اور کثیر التعداد اراکین کو "جاں بخشی" کے تمسخر انگیز نام سے ایک ایسے ایکٹ کے نافذ کرنے کا موقع حاصل ہوگیا جس سے بقول "رشلیو" ہر طبقہ اور جماعت کے لوگ تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ گورنمنٹ نے مخالفت کی۔ دے کاز نے ایوان کے جذبات وفاداری سے اپیل کیا کہ رضائے شاہی کی جو منشور مجریہ کے مطابق تھی، تحقیر نہ کی جائے۔ لیکن کثرت آرا اس پر مصر تھی کہ "بادشاہ کشی" کا جرم انتقام سے مستغنی نہ ہونے پائے۔ بادشاہ اسے ماننے پر مجبور ہوا اور وہ پسماندگان جو ۲۲ سال قبل لوئی شانزدہم کے قتل کا ووٹ دے چکے تھے جلاوطن کردیئے گئے۔ کارنو Carnot فتح و نصرت جس کی ہمیشہ ہمرکاب رہی اور فوشے Fouche جس کے خلاف زبان ہلانے کی بھی جرأت ہوسکتی، کی عمر بھی "سر محضر" لگی ہوئی تھی۔

لیکن اگر انتہاپسندوں کے کینے نے اتحادیوں کے کان کھڑے کردیئے تھے تو ان کی جنونانہ مخالفت نے جو بادشاہ اور اس کے صلاح کاروں کے

خلاف بھڑک اٹھی تھی اور جو اس حلیمانہ طرقِ معدلت کے منافی تھی جو اتحادیوں
کے نزدیک "ملوکیت بازآوردہ" کے بقا اور دوام کے لیئے ازبس ضروری تھی
انھیں اور زیادہ تشویشناک حالت میں ڈال دیا۔

**فرانس میں کیتھولک رجعِ عمل -**

مذہبی مسائل نے حسب معمول غیظ وغضب کا محشرستان
برپا کر دیا تھا Bishop of Troyes ٹرائز
کے بشپ نے تخت (حکومت) اور قربانگاہ (کلیسا) کے
اس دائمی اتحاد کے احیاء اور تحفظ کا اعلان کر دیا تھا جو خود فرقۂ کیتھلک کے لیئے
فرانس میں نہایت مضرت ناک ثابت ہوا - Congregation اجتماع دینی
(جو ایک امیرانہ مذہبی جماعت تھی جس کی بنیاد عہد ہول انگیز کے تاریک عہد
میں پڑی تھی اور جو کلیساؤں کے عروج کے ساتھ منتہائے ترقی پر پہنچ چکی تھی) کے
زیر اثر کلیسائی رجعت عمل Clerical reaction نصف النہار
پر تھی - تمام ملک پرجوش مبلغوں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ سرکاری اور مذہبی دباؤ سے
مقامی حکام نے نہایت شاندار سرگرمی کا اظہار کیا۔ بہت سے شہروں میں میونسپلٹی
کے افسران اور اراکین جلوس کے ساتھ نکلتے تھے اور صلیب کو اسی متانت
اور احترام کے ساتھ نصب کرتے تھے جس طرح سے چند سال قبل انھوں نے
آزادی کے درخت لگائے تھے - جب تک یہ تمام تحریکیں بے ضرر مظاہروں
تک محدود رہیں بادشاہ یا تو بلحاظ عقیدت یا بنظر مصلحت اندیشی خاموشی سے
رَو کے ساتھ ساتھ رہا اور متشککیہ پیرس انھیں جذبات کے ساتھ ان تمام
واقعات کو دیکھتا رہا جن سے Michal میکائیل نے داؤد کو آرک
(کشتی نوح) کے سامنے رقص کرتے اور سینٹ لوئی کے جانشین کو کارپس کرسٹی کے
جلوس کے ساتھ ساتھ شمع برداری کرتے ہوئے دیکھا تھا - لیکن اس وقت
حالت دگرگوں ہو گئی جب ایوان کثرت آرا "تخت شاہی اور قربانگاہ" کے
اتصال کو اس نقطۂ نظر سے دیکھنے لگے کہ آئندہ بادشاہ کلیسا کو قوم کے ذہن
اور اخلاق کا قدیم اور دیرینہ معتمد علیہ سمجھنے اور اُس کی سلطنت کے دائرۂ اثر
سے مستغنی ایک زمیندارانہ اور خودمختارانہ حیثیت تسلیم کرنے پر مجبور رہے

تعلیمی معاملات میں وزارت چند مراعات ملحوظ رکھنے پر آمادہ تھی اور فرانس کی "یونیورسٹی" (جس نام سے کہ فرانس کا تعلیمی نظام موسوم تھا) زیادہ تر پادریوں ہی کے زیر اثر کر دیا گیا ۔ قانون طلاق بھی منسوخ کر دیا گیا لیکن گورنمنٹ اس نظام صفحہ ۳۲
کو سرے سے مسترد کر دینے پر رضامند نہیں ہوئی جسے نپولین نے حسب معاہدۂ کلیسائی[۱] قائم کیا تھا اور نہ تو اپنے اُن مقبوضات سے دستکش ہونا پسند کیا جو کبھی کلیسا کے ملکیت تھا ۔ اس عاقلانہ پالسی کی حمایت میں بیرن لوئی وزیر مال نے اپنی وضعداری کا یہاں تک پاس کیا کہ اس نے اُن اراضیات کی فروختگی کا فیصلہ مستقل کر دیا جو ایام صدر روزہ میں کلیسا سے لے لیئے گئے تھے ۔

**ایوانوں اور تاج (بادشاہ) میں مناقشہ**

وہ مناقشہ جس میں وزرات معہ بادشاہ اور ایوانوں کے قلیل التعداد اراکین ایک طرف اور دوسری طرف انجمن کے بقیہ اراکین تھے اور جو اب کھلم کھلا کونٹ ارٹوا Counte d' Artois کو اپنا سردار تسلیم کرنے لگے تھے، فی الحقیقت ایک اساسی اصول پر مبنی تھا "قلت" Minority اس معاشرتی تار و پود کو قائم رکھنا چاہتی تھی جو انقلاب فرانس کے ثمرات میں سے تھا اور جس کا ضامن خود منشور شاہی تھا اور "کثرت" Majority اس بات پر مصر تھی کہ کلیسا اور زمیندار امرا کا اقتدار پھر تسلیم کر لیا جائے ۔ اس کشاکش میں فدائیان علم سلطنت، پرستاران بوناپارٹ اور جان نثاران جمہوریہ نے جو انجمن میں محض نو (۹) کی حقیر تعداد میں رہ گئے تھے کوئی حصہ نہیں لیا ۔ اب یہ جنگ محض دو جماعتوں میں تھی اور دونوں 'ملوکیت' Monarchy کے موافق تھی ۔ لیکن بجا اس کے کہ انھیں اپنے آئندہ تگاپو کے لیئے کسی خاص قالب یا ہیولی کی تلاش ہوتی دونوں رجحانات کے حلقہ بگوش تھے ۔ اس کا نتیجہ ایک طرفہ معجون تھا ۔ انتہا پسندوں کو وزارت سے کد تو تھی ہی، انھوں نے حقوق شاہی کے خلاف جہاد شروع کر دیا اور اس بات پر مصر ہوئے کہ بموجب اصول قدیم (انگریزی

---

۱ Napolean's Concordate

اصول کی رو سے) وزرا کا انتخاب اس جماعت میں سے ہو جس کا پلہ پارلیمنٹ
میں بھاری ہو۔ اور لبرل (احرار) اس پر اڑے تھے کہ بموجب منشور شاہی بادشاہ
کو اپنے وزرا کے انتخاب کا اختیار اور حق ہر جگہ سے حاصل تھا اور یہ وزرا جبتک
کہ آئین کی حد سے قدم باہر نہ نکالیں۔ "کثرت" Majority کے شور و شغب
سے بے نیاز تھے۔ شخصیت پرستانہ اُصول Monarchical principles کی
حمایت میں انتہا پرستوں نے اس بلند آہنگی سے کام لیا کہ وہ فی الحقیقت انتہائی
پارلیمنٹ پسندی Extreme Parliamentarism کے جانبدار
بن گئے۔ دوسری طرف "احرار" شاہی حقوق کی علم برداری کرتے رہے۔ اب
ایک اور بوالعجبی ملاحظہ ہو حکومت نے ان جماعتوں پر قابو حاصل کرنے کے لیئے جنھیں
ووٹ دینے کا حق حاصل تھا ایک اسکیم انتخابات کی اصلاح کے لیئے طیار
کی جو مقاصد مخصوصہ کے لیئے نہایت موزوں تھے۔ اب مخالف جماعت کو موقع
ہاتھ آیا اس نظم "مرکزیت" کے خلاف جو سلطنت میں ایک اعلی پیمانے پر موجود تھی فوراً
جہاد کا اعلان کیا گیا دو ویلیل M. de Villele نے جو رجعت پسندوں
کی جماعت میں بحیثیت ایک شاندار اور سمجھدار لیڈر کے نہایت سرعت کے ساتھ صفحہ ۳۳
بام رفعت کے طرف صعود کر رہا تھا یہ تجویز پیش کی کہ بجائے اس کے کہ پیرس
کی گرفت دوسرے اصولوں پر اور مضبوط کردی جائے مناسب ہوگا کہ مختلف محکمہ جات
کے حکام کے اختیارات وسیع کردیئے جائیں۔ اس نے ایک خود ساختہ اسکیم
پیش بھی کردی جس کی رو سے گانوں کے بیس لاکھ آدمیوں کو ووٹ دینے کا حق
حاصل ہوگیا اور اس طرح سے یہ خطرہ کچھ عرصے کے لیئے حکام کے اختیارات
مقامی شرفا کو تفویض ہوگیئے۔ اب یہ خیال کہ زمیندار امرا کا اثر پھر کبھی ایسے ملک
میں سرسبز ہوسکیگا جس میں جاگیری روایات "اس بُری طرح سے پامال ہوچکی تھیں"
غیر متیقن ہوگیا لیکن جیساکہ یقین تھا یہ خیال آزمائش کی کسوٹی پر نہیں چڑھایا گیا
گورنمنٹ کی تمام تجاویز مسترد ہوگئیں اور ویلیل Villele کا بل ایوان میں
پاس ہوگیا۔ لیکن نوابین نے مداخلت کی اور یہ قانون کی صورت اختیار
نہ کرسکا۔

**دول کی مداخلت**

دول انتہا پسندوں اور بادشاہ کے مناقشے کو تشویشناک نظروں سے دیکھتی رہیں۔ اواخر فروری ۱۸۱۶ء میں وزرا کی ایک کانفرنس نے پوتسو دی بورگو ( Pozzo di Borgs ) سفیر روس کے ایما سے لوئی پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے وزرا کا ومسا زر ہے اور اسیوقت ڈیوک آف ولنگٹن نے بھی بادشاہ کے پاس ایک مراسلہ بھیجا جسمیں بادشاہ کو مطلع کیا تھا کہ تاج و تخت کے استحکام اور یورپ کی عافیت کے لیئے یہ از بس ضروری تھا کہ وہ اُن ریشہ دوانیوں کا استیصال کرے جو دربار کی جانب سے وزارت کے خلاف عمل میں آرہی تھیں[1]۔ اس کے قبل انقلاب پسندوں نے جو تہلکہ مچا رکھا تھا، یہ خطرہ گویا اسی انقلابی ابتلا کی صدائے بازگشت تھی، اور چند مقامی خلفشار نے اس امر کی تصدیق بھی کردی ۸ مئی ۱۸۱۶ء کو بمقام ( Grenoble ) گری نوبل ایک جماعت پرانے سپاہیوں اور نصف تنخواہ پانے والے افسروں کی جسکی معیت میں کچھ کسان بھی تھے شہر پر قبضہ حاصل کرنے کے لیئے آمادہ ہوگئے۔ یہ لوگ بغیر کسی زحمت کے پسپا کردیئے گئے۔ لیکن ضلع کے کمانڈر جنرل دوناد یو General Donnadieu نے اپنے نام اچھالنے کی غرض سے اسکا تذکرہ اپنی رپورٹ میں نہایت بلند آہنگی سے کیا[2]۔ گورنمنٹ نے مرعوب ہوکر چند سخت تجاویز پر عمل پیرا ہونے کے لیئے احکام صادر کردیئے اور یہ کچھ عرصے تک ظاہر ہوتا رہا کہ دور اہدار Prosoription از سر نو افتتاح ہونے والا ہے لیکن یہ امر فوراً ہی واضح ہوگیا کہ خطرے کے اظہار میں کسی قدر مبالغے سے کام لیا گیا ہے، گورنمنٹ کی توجہ جو دوسرے راستے پر مائل کردی گئی تھی ایک دفعہ پھر اُن خطرناک مسائل کی طرف منعطف ہوئی جو ایوان کے اُن اراکین کی طرف سے اٹھائے جارہے تھے جنکا رویہ معاندانہ اور غیر مصالحانہ تھا۔

**ایوان نامعلوم کا خاتمہ ۵ ستمبر ۱۸۱۵ء**

یہ اراکین ایوان کا وہ رویہ تھا جسے اُنھوں نے

---

[1] ولنگٹن کے مراسلہ جات ۔ جلد ۹ صفحہ ۳۰۹ ۔
[2] ایضاً ۔ جلد ۹ صفحہ ۳۹۵ ۔

وزارت کے خلاف مالی مسائل کے متعلق اختیار کر رکھا تھا جس نے معاملات کو نہایت نازک حد تک پہنچا دیا تھا اور جس نے اس ایوان کا آخر میں خاتمہ بھی کر دیا بجٹ کے ساتھ فرانس ہی نہیں بلکہ تمام یورپ کے مقاصد و اغراض وابستہ تھے پرستاران شاہ کی کثرت آرا سے اس کا مسترد ہو جانا محض تاج ہی کی تحقیر نہ تھی بلکہ یہ دیگر دول یورپ کے خلاف ایک مظاہرے کی حقیقت رکھتا تھا۔ بادشاہ رجعت پسندوں کے اُن قوانین اور ضوابط کی طرف سے جو انھوں نے انتخاب کے متعلق ترتیب دیئے تھے جس بیرخی اور سرد مہری کا اظہار کیا وہ انہیں قدر برافروختہ کر چکی تھی کہ وہ اس انتہائی حماقت سے بھی باز نہ آئے وہ نعرے مارتے تھے
"بوربون اسوقت تک طاقتور نہیں ہو سکے جب تک کہ وہ گھوڑے پر سوار نہ ہو لئے" اب یہ امر واضح ہو گیا تھا کہ ایوان کی معزولی محض وزارت ہی کے لیئے نہیں بلکہ تمام فرانس کے بقاء و دوام کے لیئے ضروری تھی۔ یہ محض اس حقیقت کا احساس تھا جس نے لوئی کو جو اپنے احکامات کی بے حرمتی دیکھکر مشتعل ہو رہا تھا یکسو کر دیا۔ ایوان کا جلسہ اپریل ۱۸۱۶ء میں ہوا تھا اور وہ ۵۔ ستمبر کو درہم برہم کر دی گئیں۔ ریشلیو نے جس نے اس روش کو "دلیرانہ لیکن عقلمندانہ" بتلایا تھا ولنگٹن کو لکھا کہ وہ گورنمنٹ کو اس امر کی ترغیب دے کہ وہ (گورنمنٹ) لشکر قابض ( Renphation army ) کی تعداد میں تخفیف کرانے پر آمادہ ہو کر ایک دفعہ پھر منشور شاہی کے حلقۂ اثر میں اپنے کو محدود کر لے۔ لیکن حکومتوں کے رویئے کا مدار انتخاب کے نتائج پر تھا اور فرانس کو کس قسم کی گورنمنٹ کی ضرورت ہوگی وہ بھی انھیں سے طے ہونے والا تھا۔ یہ فرانس اور یورپ دونوں کے لیئے نہایت نازک اور اہم لمحہ تھا۔ ڈیکاز ( Decazes ) نے لکھا تھا کہ اگر غلو پرست انتہائی شاہ پسندوں کی۔ ( Utra Royalist ) فتح ہوئی تو دور آئین کا قیام، ملکوں کی آزادی، اور اس قرض سے سبکدوشی جو "ایام صد روزہ" کی مجرمانہ حماقتوں نے فرانس پر عائد کر دیا تھا اور امن و عافیت کا وجود معرض خطر ہی میں نہیں پڑ جائے گا بلکہ ایک حد تک یہ سب باتیں ممکنات سے ہو جائیں گی۔ گورنمنٹ نے حتی الوسع ان آفات سے بچنے کی کوشش بلیغ کی۔

صفحہ ۵۰

منشور شاہی کے تحفظ اور حرمت کے خیال سے بادشاہ نے ایک ضابطے کی رو سے منتخب کیئے جانے والے اراکین کی تعداد چار سو سے ۲۵۸ کر دی۔ اور چالیس سال عمر کی قید بڑھا دی۔ اس کے نتائج وزارت کے لیئے توقعات سے بھی زیادہ امید افزا نکلے۔ غالئین یا انتہا پرستوں ( Ultras ) کی کثرت ( Majority ) بالکل معدوم ہوگئی، اور ان کی جگہ پر اعتدال پسند بادشاہ پرستوں کی معقول تعداد آ گئی۔ اسکا اثر فوراً ظاہر ہوا ایوان اب متوسط طبقے کے زیادہ موقر، خوشحالی، اور مسن اراکین سے پر ہوگیا جن میں اپنے پیشروؤں کے برخلاف نہ تو وہ طوفان انگیزی کا مادہ تھا اور نہ شور و شر کا کوئی شائبہ۔ اقتدار کارفرمائی، تاج کا حق ہے یا پارلیمنٹ کا حصہ، ایک نہایت اہم اور پیچیدہ مسئلہ تھا جو خاموشی کے ساتھ رفت و گزشت کر دیا گیا۔ بادشاہ نے بغیر کسی رد و کد کے اپنے وزرا کے توسل سے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور دوسری طرف ایوان نے مالیات وغیرہ کے متعلق جو جو فرائض تھے انھیں انجام دیا۔ بجٹ کے نازک مسائل، انتخاب کے ضوابط اور پریس کے قوانین اس طرح سے طے کیے گئے کہ گورنمنٹ اور سلاطین متحدہ دونوں مطمئن ہوگئے۔ فرانس کی ساکھ رفتہ رفتہ بڑھنے لگی۔ اس نے آسان شرائط پر خاندان ہوپ و بیرنگ سے ( Hopeamd Baring ) گفت و شنید شروع کر دی۔ تمام اسباب اس امر کے شاہد تھے کہ ملک کی فارغ البالی اور مرفہ الحالی کا دور شروع ہوگیا تھا۔

اب اس امر پر غور کیا جانے لگا کہ آیا وہ وقت آگیا تھا جب فرانس کو تنہا اپنے پاؤں پر عافیت کے ساتھ سنبھلنے کے لیئے آزاد کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ بجٹ پاس ہوگیا تھا اور دیگر حکومتوں کا فرانس کے ذمے جو کچھ یافتنی تھا وہ انکے اطمینان کے مطابق وصول ہوگیا تھا اس لیئے فرانس کے لیئے اتنی رعایت ملحوظ رکھی گئی کہ لشکر قابض ( Occupation army ) بقدر تیس ہزار کم کر دیا گیا۔ رشلیو بقیہ کی واپسی کے لیئے کبھی سلسلہ جنبانی سے باز نہ رہا۔ حلیفوں کی کونسل اس معاملے پر متفق الرائے نہ تھی کیونکہ ایام صد روزہ نے فرانس کے خلاف تمام یورپ کو مشتبہ کر دیا تھا اور جو کبھی دور نہ ہو سکا۔ یہی نہیں بلکہ سنہ ۱۸۱۷ء کے الکشن میں رنگے جھنڈے کے حامیوں نے ایک دفعہ پھر

تشویشناک حالت پیدا کر دی تھی - آخر کار یہ طے ہوا کہ بموجب شرائط صلح مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۱۵ء
سلاطین اور وزرا کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے جسمیں انخلائے فرانس اور اسکی کانفرنس صفحہ (۳۶)
سلاطین یورپ میں شمولیت کے مسائل پر بحث کی جائے - سلطنت مقدس کا
قدیم دار الخلافت ایکس لاشاپیل ( Aix-La-Chapelle ) انعقاد کانفرنس
کے لئے موزوں خیال کیا گیا اور اوائل نومبر ۱۸۱۸ء اسکے لئے تاریخ مقرر ہوئی ؛
اب یہاں پر فرانس اور اگر میٹرنخ کا بس چلتا، تو جرمنی کی قسمت کا
فیصلہ ہونے والا تھا -

---

# بابِ سوم

## جرمنی کی تعمیرِ نو

آسٹریا اور سلطنت مقدس ۔ نظام ریاست ہائے جرمنی ۔ چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کا رویہ ۔ میٹرنخ کا رویہ جرمنی کی طرف ۔ قانون مشارکت ۔ مجلس مشارکت ۔ دول عظمیٰ کی حالت ۔ وائمیار کا معاملہ ۔ فریڈرک ولیم ثالث اور پروشیائی آئین ۔ جنوب میں آزمون آئینی ۔ مسئلہ اورنگ نشینی ( باڈن اور بویریا میں ) الکزنڈر اول اور اہالیان پولینڈ کا آئین ۔ پروشیائی نظام محاصل کی اصلاح اور اتحاد محاصل ۔ مقبول عام تحریکات جشن وارٹبرگ ۔ رجعت زا تحریکات ۔ میٹرنخ کا اثر و اقتدار ۔

فرانس کی اندرونی کشمکش میں حکومت اربعہ کی مداخلت شروع ہی سے ایک صفحہ (۴۷)
ہنگامی مصلحت خیال کی جاتی تھی ، لیکن جہانتک مجالسہ یورپ کا جرمنی کے ساتھ تعلق تھا یہ مسئلہ ایک جداگانہ حیثیت رکھتا تھا ۔ فرانس کا سیاسی نظام فی الحقیقت ماؤف تھا اور اسکا مرض نہایت سخت اور بغایت متعدی تھا ۔ لیکن کامل نگہداشت اور فصادی سے اسکا ازالہ یقینی تھا ۔

**آسٹریا اور سلطنت مقدس**

لیکن دوسری جانب جرمنی کے عضلات کہولت کی وجہ سے تحلیل ہو رہے تھے اور جب انقلاب کی دبانے اسے ہمیشہ کے لیئے وادئ عدم میں پہنچا دیا تو کسی کے کان پر جوں نہ رینگی اور شاید صف ماتم میں بیٹھنے والا تو کوئی نہ تھا ۔ "جنگ آزادی" کے دوران میں البتہ "سلطنت مقدس" کا قوی ہیکل عفریت جو وطن پرستی کے شور و شیون سے بیدار ہو گیا تھا ، اپنی قبر سے نکل کر تمام باشندگان جرمنی کو آسیب زدہ بنا گیا لیکن حلیفوں کی کونسل میں اس فسانے کا وجود بھی نہ تھا ۔ طرہ یہ کہ شہنشاہ فرانس نے حقیقت کو واہمہ پر ترجیح دی ۔ اس کے نزدیک سلطنت آسٹریا ایک حقیقت تھی اور سلطنت مقدس محض ایک پیکر خیالی !

اور اس نے اس تاج کو زیب فرق کرنے سے انکار کر دیا جسے وہ ایک دفعہ
ترک کر چکا تھا جرمنی کی دوسری پچاس سالہ تاریخ محض ان نتائج سے جو رفتہ رفتہ صفحہ (۴۸)
اس ترک تاج و دیہیم سے ظہور پذیر ہوئی اور یہ تاریخ آسٹریا کے اُس فعل پر بھی نہایت
صحت کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے جو اُس سے اپنی قوموں کو رائن کی فوجی چوکیوں
پر سے ہٹا لینے اور سلطنت کی سرحد کی محافظت پروشیا کو تفویض کرنے سے
سرزد ہوا۔ اُسوقت کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی پہلا قدم اُس راستے پر
پڑگیا تھا جو لازمی طور سے ساڈووا ( Sadowa ) ہی تک نہیں چلا گیا تھا
بلکہ جو کچھ اس کے آگے تھا وہ بھی اس تگ و دو کا جولانگاہ بن گیا تھا۔

یہ امر مسلمہ ہونے کے بعد کہ "سلطنت مقدس" گور و کفن کے مراحل سے
گزر چکی تھی اور اسکا فاتحہ پڑھ لیا جا چکا تھا ان واقعات کی انجام دہی کا قرعۂ فال جو اسکے
بعد رونما ہونے والے تھے اتحادیوں کے نام نکلا۔ اس سوال کی اہمیت کا
اندازہ اوائل جنگ ہی میں کیا جا چکا تھا جب سلطنت قدیم کے کھنڈروں پر نپولین کا
تعمیر کیا ہوا سر بہ فلک کشیدہ سیاسی قصر اسکی شکستہ حال اور پسپا ہوتی ہوئی افواج
قاہرہ کے سامنے مسمار ہو رہا تھا۔ صلح شومون ( Chaumont ) کی رو سے
یہ امر طے ہو گیا تھا کہ جرمنی میں آزاد اور خود مختار بادشاہ ہوا کریں گے اور جو آپس میں
آئین مشارکت ( Federal ) کے رشتے میں منسلک ہوں گے اور صلح پیرس کی
رو سے یہی انتظام، تھوڑی زبانی ترمیم کے بعد آزاد شہروں کے متعلق بھی نافذ کیا گیا
تھا۔ اور اسے کانگرس کے آخری ایکٹ میں جگہ دیکر یورپ کے ضابطۂ بین الاقوامی میں
شامل کر دیا گیا تھا جسکے تحفظ اور نفاذ کا فرض اتحادیوں پر عائد کر دیا گیا تھا اور جرمنی کے
اندرونی معاملات میں غیر ممالک کا حق مداخلت بھی ضابطے سے تسلیم کر لیا گیا ہے۔

**ریاستہائے جرمنی کا نظام سیاسی**

یہ انجام جو جرمنی کے نقطۂ نظر سے بے انتہا
یاس افزا تھا اور بقیہ یورپ کی آزادی کیلئے
فال نیک بھی نہ تھا، فی الحقیقت اس اہم اور پیچیدہ سوال کی وجہ سے رونما ہوا جسکا
جرمنی کی تعمیر و استحکام کے سلسلے میں حل کیا جانا ناگزیر تھا۔ ان تمام چھوٹی بڑی
بے شمار ریاستوں میں سے جو قدیم سلطنت جرمنی میں شامل تھیں صرف ۳۹ ریاستیں

دور انقلاب کی زد سے بچکر رہ گئی تھیں۔ ان میں سے دو سب سے بڑی حکومتیں پروشیا و آسٹریا چونکہ ان میں جرمنی کی ریاستیں شامل نہ تھیں یورپ کی اول درجے کی طاقتوں میں شمار ہوتی تھیں۔ دوسری چھوٹی ریاستوں میں سے ہانوور ( Hanover ) تاج انگلستان کے زیرنگیں آگیا ہولسٹائن ( Holstein ) ڈنمارک میں اور لکیمبرگ نیدرلینڈ میں شامل
صفحہ (۴۹) کردیا گیا محض اسی طریقے سے جدید مشارکت ائتلاف ( Confederation ) کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو سکتی تھی۔ لیکن قصہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ کانگریس آف وائنا میں جو کوشش جرمنی کے اتحاد کو موثر بنانے کے لیئے عمل میں آئی وہ محض چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی مخالفت سے سرسبز نہ ہو سکی۔ انھوں نے سیلاب انقلاب کی ٹکر نہیں لی تھی ورنہ قعر مذلت میں کب کی پہنچ جاتیں۔ ان کے سامنے "بیدخل" شاہزادوں کی جیتی جاگتی لیکن دردناک تصویر موجود تھی، ان کے پیش نظر وہ عبرتناک نظارہ تھا جس میں شاہی بےنوا کشکول گدائی لیئے ہوئے حقوق و مراعات کے پیمانہ نہ کوۃ کی طرف حسرت کے ساتھ ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہے تھے انھیں اپنی گراں قدر خود مختاری "متحدہ اور طاقتور جرمنی" سے کہیں زیادہ عزیز تھی اور اس مقصد کے حصول کے لیئے اگر اُن کی پُرانی ترکیب "آسٹریا کو پروشیا سے لڑا دینے کی" ناکامیاب رہتی تو وہ کسی غیر سلطنت کی امداد کے متمنی ہوتے اور ایسی حالت میں وہ غالباً روس کو ترجیح دیتے اور بوقت ضرورت فرانس کو شامل کر لیتے۔

### میٹرنخ کی جرمن پالیسی

جسوقت وائنا میں آئین جرمنی پر بحث ہو رہی تھی اُس وقت میٹرنخ اپنے مخصوص مفاد کے لیئے اپنی افتاد طبیعت سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اس نے جرمنی کے معاملات کو بار اول آسٹروی مدبّر کے نقطۂ نظر سے مشاہدہ کیا۔ اور بار ثانی مجالسۂ سلاطین یورپ کے نقطہ نگاہ سے۔ اور دونوں حالتوں میں وہ اسی نتیجے پر پہنچا کہ ایک طاقتور، خود مختار اور حملہ کن جرمن قوم کا وجود کسی حالت میں پسندیدہ نہیں ہے۔ سلطنت آسٹریا میں جو جرمن موجود تھے وہ گو حکمراں جماعت میں سے تھے لیکن ان کی تعداد نسبتاً قلیل تھی اکثریت مختلف اور متضاد اقوام پر مشتمل تھی اور تمدنِ انسانی کے مختلف ارتقائے مدارج کو بہادر اور

شائستہ پولون ( Poles ) امراء ہنگری سے لیکر ذلیل اور وحشی روتھینی غلامان گلیشیا اور ٹرانسلونیا کے رومانی کسانوں تک ظاہر کرتی تھی + جرمنی اگر متحد ہوکر ایک موقر متفقیت بن جاتا تو اس میں شک نہیں کہ آسٹریا کا شیرازہ بکھر جاتا لیکن یہ اسی حالت میں ممکن تھا جب آسٹریا کو کوئی ایسی نمایاں حیثیت نہ حاصل ہوجاتی جس سے لوزائیدہ سلطنت خود اسکے زیر نگین آجاتی - لیکن پروشیا میں جو صورت حال رونما ہوئی اس نے اس مسئلے کو بالکل بالائے طاق رکھدیا - لیکن اگر ایک متزلزل "مشارکت" عرصۂ وجود میں آنے والی تھی تو آسٹریا کے نقطۂ نظر سے یہ جتنی بھس پھسی ہوتی اتنا ہی بہتر تھا کیونکہ اسکا نظام ترکیبی جسقدر غیر محدود ہوتا آسٹریا کو اپنا اقتدار جسکی بنیاد ایک ادعائے موہوم شاہی روایات، لیکن اسکی نمایاں ترین دلیل مجسم اسکی ناقابل مدافعت مادی اور جسمانی قوت پر تھی، جمانے میں کامیابی حاصل ہوتی - جسوقت کانگرس آف وائنا کی جرمن کمیٹی کے سامنے یہ حالت زیر بحث تھی اسوقت میٹرنخ کی انتہائی کوشش یہ ہورہی تھی کہ جسطرح سے ممکن ہو اس مسئلے کا تصفیہ نہ ہو سکے اور بحث ملتوی ہوجائے اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے حکمرانوں کے خوف اور حسد اسکے بدرجۂ اتم معین ہوئے +

صفحہ (۴۰)

## مشارکت کا قانون

نپولین کی البا سے واپسی کی خبر سنکر جب کسی نہ کسی قسم کا فیصلہ کرلیا گیا اسوقت تک کوئی بات قطعی طور پر طے نہیں ہوئی تھی - ۲۳ مئی سے ۱۰ جون تک رواروی میں کئی نشستیں ہوئیں اور بالآخر جرمنی کے آئندہ آئین کا خاکہ تیار ہوا - جزئیات کے متعلق یہ طے کیا گیا کہ فرصت کے لمحات میں مشارکت جرمنی کی جدید مجلس ان کا تکملہ کریگی - لیکن یہ سرسری اور پھسپھسا فیصلہ آسٹریا اور اسکے معاون جرمن شاہزادوں کو اسدرجہ راس آیا کہ انھوں نے پھر کسی ترمیم کی ضرورت ہی نہ سمجھی اور یہ ایکٹ مشارکت جو صلح نامۂ وائنا میں شامل کردیا گیا تھا، تمام جرمنی کا تنہا اور مشترک آئین تھا یہانتک کہ پچاس سال کے بعد پروشیا نے آسٹریا کے کھنڈروں پر سلطنت جرمنی کی بنیاد رکھی +

جرمنی کے نظام مشارکتی کے اس ایکٹ کا مقصد، جیساکہ اسکی دفعۂ دوم سے ظاہر ہوتا تھا یہ تھا کہ جرمنی کی اندرونی وبیرونی حفاظت متیقن ہوجائے اور دول

مشارکت کی حرمت وحریت مصئون و مامون رہے -

**مجلس مشارکت**

مشارکت کے جملہ اراکین کے حقوق مساوی تھے اور اس کے جملہ فرائض ایک ایسی مجلس ( Diet ) کے متعلق کردیئے گئے جسمیں تمام جرمن حکومتوں کے نمائندے شامل ہوں - آخری ایکٹ کے شرائط کی رو سے اس مجلس ( Diet ) کو ان تمام معاملات میں جو ریاستہائے جرمنی کی فلاح وبہبود اور نیز دیگر اغراض مشترک کی انجام دہی کے لیئے ناگزیر ہوں نہایت وسیع اختیارات حاصل تھے - اس کا پہلا مقصد " مشارکت " کے اصول اساسی کو ترتیب دینا تھا اور اس قسم کی انجمنیں قائم کرنا جو ملک کے اندرونی، بیرونی اور قومی انتظامات کی آرگن ہوں تاکہ اراکین مشارکت کے تمام تجارتی تعلقات منضبط ہو جائیں مشہور تیرھویں دفعہ نے جسکی رو سے حلیفوں کے تمام
اضلاع میں " مجالس ملی " قائم ہوئی تھیں باشندگان جرمنی کی آئینی آزادی کو صفحہ ۱۸۴
ان مجالس کی سرپرستی میں دیدیا تھا لیکن مجلس مشارکت کی تخلیق وتنظیم کچھ اس قسم کی تھی کہ اسکے مباحثے ابتدا ہی سے کچھ غیر وقیع اور روکھے پھیکے ہونے لگے نام نہاد " جمعیت تنگ " ( Narrower Assemdly ) میں جسکی رو سے معمولی اور متفرق معاملات انجام پذیر ہوتے تھے گیارہ مفصلۂ ذیل ریاستیں تھیں جنکو ایک ایک ووٹ دینے کا حق حاصل تھا - سیکسنی، بیویریا، پروشیا، آسٹریا، ہانوور، ورٹمبرگ، باڈن، انتخابی اور جاگیری، ہیسے، ڈنمارک ( ہولسٹائن کے لیئے ) نیدرلینڈ ( لگسمبرگ کے لیئے )

Austria, Prussia, Bavaria, Saxony, Hanover, Wurtumburg, Baden, Electoral & Grand ducal, Hesse, Denmark (for Holstein) & the Netherlands (for Luxemberg)

اور بقیہ اٹھائیس ریاستیں چھ ( Curia ) حلقوں میں منقسم تھیں جنھیں ایک ایک ووٹ کا حق حاصل تھا - اس مجلس میں معاملات کثرت آرا سے طے پاتے تھے - لیکن ایسے سوالات جو غیر معمولی حیثیت رکھتے تھے اُن کا فیصلہ " جمعیت عام " ( Plenum ) کرتی تھی - جہاں پر کسی رزولیوشن کے پاس ہونے کے لیئے

دو تہائی کثرت آرا کی ضرورت ہوتی تھی اور اس میں ووٹ دینے کا حق مختلف طریقے سے تقسیم تھا۔ لیکن یہ کوشش کہ اسکا تناسب ریاستوں کی وسعت اور اہمیت کا اندازہ رکھکر مدنظر رکھا جائے اس درجہ ناکامیاب ثابت ہوا کہ آسٹریا کی ووٹ دینے کی قوت لیختن سٹائن ( Liechtinstein ) کی حقیر ریاست سے صرف چار گنی زیادہ رہ گئی + آخر کار یہ معلوم ہوتا تھا کہ حکومت مشارکت کی طاقت متیقن ہو جانے کے خطرے سے بچنے کے لیئے دفعہ ، کی رو سے اس بات کا اعلان کیا گیا کہ اصول اساسی کی تبدیلی، اصلی نظام عدل کا تغیر، اور ذاتی حقوق یا مذہبی معاملات میں اسوقت مداخلت ہو سکتی ہے جب تمام اراکین فرداً فرداً متفق الرائے ہوں + یہ ایک ایسی دفعہ تھی جو قریب قریب ان تمام دفعات پر حاوی تھی جو مجلس ( Diet ) کے سامنے فیصلے کے لیئے پیش ہوتے + آسٹریا کو اپنی روایات کی بنا پر مجلس کی دائمی صدارت تفویض ہوئی٭٭

**دو بڑی حکومتوں کا پوزیشن**

یہ بات روز روشن کی طرح نمایاں ہو گئی تھی کہ ایک ایسی مجلس انتظامیہ میں جسکی بنیاد اس طریقے پر رکھی گئی ہو، نہ تو آسٹریا اور نہ پروشیا اپنے اپنے آئینی حالت میں قناعت کریں گے اور جرمنی کی اندرونی سیاست نے کچھ اس طرح سے کروٹ لی کہ سیاسی تفوق حاصل کرسکنے لیئے دو مشہور طاقتوں میں ایک ٹکر ناگزیر ہو گئی - یہ ایک حقیقت تھی جو عرصے تک کتم خفا میں نہ رہی ؎

۱۶ نومبر ۱۸۱۶ء کو مجلس مشارکت ایک سال کے توقف کے بعد فرینکفورٹ میں منعقد ہوئی + اسکی پہلی ہی کارروائی پر وطن پرستوں کا ماتھا ٹھنکا اُس نے اس تجویز کو کہ شہنشاہی عقاب کا نشان بنایا جائے مسترد کر دیا۔ اور مجلس کے مسودۂ ضوابط آسٹروی مشارکتی وزارت عظمیٰ کے مہر سے شائع کیئے گئے اس سے چھوٹی ۴۲
چھوٹی ریاستوں کا جذبہ انانیت آشکار ہو گیا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جس مجلس مشارکت کو آسٹریا محض محکمۂ خارجہ کی ایک شاخ سمجھتا ہے + اب اسکی پروشیا کے ساتھ

٭٭ ہرٹسلیٹ - جلد ۱ صفحہ ۲۰۰

مخاصمت مسلمہ تو نہ تھی لیکن ظاہر ضرور ہوگئی + مجلس میں جو اسٹروی نمایندے تھے
انھیں ہدایت کی گئی تھی کہ بظاہر یکدلی و یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے وہ اس طرح سے
کثیر ہوشمت کرتے رہیں کہ وہ امور مہمہ میں پروشیا کے اقتدار کو بالکل موثر نہ ہونے دیں
دوسری طرف سفیر پروشیا کو جس امر کی ہدایت تھی کہ "وہ مشارکت کی تمام
کارروائیوں کو اپنی مٹھی میں رکھے گو اس کا اظہار لوگوں پر نہ ہو" اور یہ سب ریشہ دوانیاں
اسوقت ہو رہی تھیں جبکہ اسٹروی اور پروشوی دونوں حکومتیں مقاصد مشترک اور دلی اتحاد
عمل کے اظہار میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی تھیں۔
اور اس طرح سے میدان سیاست میں نیزہ بازی میں کامل الفن ہونے کا طرۂ امتیاز
میٹرنخ کے زیب فرق ہوا + اسکا نصب العین یہ تھا کہ ریاست ہائے مشارکت
(States offtediration) زیادہ تعداد کو اسٹریا کے حقوق و مقاصد کے لیئے
بنا لیا جائے۔ تاکہ اسی مجلس میں سب سے زیادہ ووٹ پر قابو رکھنے کا موقع حاصل
رہے۔ اور جو آگے چلکر جرمنی میں اسٹروی پالیسی کا ایک زبردست آلہ ہوگا + پروشیا
کی کوشش اس امر کی تھی کہ کسی طرح سے مشارکت میں دونوں طاقتوں کے لیئے
کوئی سمجھوتہ ہوجائے اور جس سے دونوں بغیر کسی نقصان یا قربانی کے اپنا وقار
یورپ میں قائم رکھ سکیں ہارڈن برگ ( Harden barg ) کا خیال تھا کہ ایک موثر
اور صحیح مشارکت اسی وقت ممکن تھی کہ جب اسٹریا اور پروشیا دونوں میں علیحدہ علیحدہ
معاہدہ ہوجائے اور جسکو کہ وہ دونوں متحد ہو کر دوسری ریاستوں پر عائد کرسکیں گے
ہین لائن ( Hain loin ) پروشوی نمایندے نے جسے اس قسم کے
اختیارات تفویض نہ تھے مجلس میں یہ تجویز پیش ہی کردی اسکی اسکیم عملاً یہ تھی کہ
جرمنی کو جو کچھ اقتدار یا قدرت حاصل تھی وہ دو بڑی طاقتوں میں تقسیم کردی جائے۔
میٹرنخ تو اسکا منتظر ہی تھا۔ اس نے پروشیا کی اس تجویز کی اطلاع دوسری
ریاست ہائے جرمنی کو دی اور یہ بھی ظاہر کردیا کہ اسٹریا کوئی علیحدہ معاہدہ نہیں کرے گا۔ ۴۲
حکومت پروشیا بے کار اس تحریک سے بے تعلقی ظاہر کرتی رہی اور اپنی

* سشٹرن - تاریخ یورپ جلد ۱ صفحہ ۳۱۱

حد سے زیادہ سرگرم ایجنٹ کی واپسی پر مصر ہوئی + چھوٹے چھوٹے حکمران جو پروشیا کی فوجی طاقت کو یوماً فیوماً ترقی پذیر دیکھکر پہلے ہی سے خوف زدہ تھے اسکی اس آخری تجویز کو سنکر سناٹے میں آ گئے اور ان کا یہ عقیدہ بالکل راسخ ہوگیا کہ صرف آسٹریا ہی ان کا نجات دہندہ ہوسکتا ہے اور ہوگا + میٹرنخ نے اس وار کو موثر بنانے کے لئے لمبے لمبے قدم رکھنے شروع کیئے۔ اس نے مجلس کے آسٹروی صدر کونٹ بُواول ( Count Buol ) کو سکھا پڑھا کر یہ اعلان کروایا کہ جو دستور کہ قانون مشارکت کی رو سے قائم ہوا تھا اور جسکی ضمانت یورپ نے کی تھی، قطعی تسلیم کیا جاتا ہے اور مثل انجیل مقدس کے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا محض تاویلات ہوسکتی ہیں + اس اعلان نے اگر ایکطرف جرمن شاہزادوں کے خطرات کا ازالہ کردیا تو دوسری طرف جرمن رعایا کی امیدوں کا بھی خاتمہ کردیا ؛

مجلس کی اب تمام امیدیں کہ وہ ایک طاقتور مرکزی حکومت کے درجے پر پہنچ جائے گی نقش باطل ہوکر مٹ گئیں۔ اب محض یہ دیکھنا رہ گیا تھا کہ وہ اختیارات جو ایسی حکومت ایتلاف کی رو سے حاصل ہوئے تھے باشندگان جرمنی کے حقوق کی محافظت کے لیئے کام میں لائے جاسکتے ہیں + اس کا فیصلہ بھی جلد ہوگیا ؛

**واقعہ ہسی**

الکٹر آف ہسی بار ثانی برسر اقتدار لائے جانے پر اپنی حسن رسی وآز کیوجہ سے اتنا ہی نفرت انگیز ہوگیا تھا جتنا اپنی رجعت پسندانہ ابلہ فریبیوں سے تمسخر انگیز ؛ اس نے ان تمام ممالک کو بحق سرکار ضبط کر لینے کے لیئے احکام صادر کردیئے تھے جو ویسٹ فیلیا کی حکومت نے علیحدہ کردیئے تھے + اس خود سرانہ فیصلے کے مظلومین میں سے ایک نے مجلس مشارکت میں اپیل داخل کردی اور جسکا فیصلہ خاطر خواہ ہوا کہ الکٹر طیش میں آگیا اس نے مجلس کے اختیارات سے انکار کردیا۔ اور اس کے خلاف نہایت درشت لہجے میں دوسرے شاہزادوں کے پاس مراسلات بھیجے۔ وائنا میں اسکی فوراً شنوائی ہوئی۔ بُواول ( Buol ) کی اس حرکت پر کہ اس نے متمرد رعایا کا

انکے حکمران کے خلاف کیوں ساتھ دیا یا ڈائٹ کے اختیارات کیوں تسلیم کیئے
میٹرنخ نے سخت بازپرس کی۔ پروشیا کے ایما سے وہ فیصلہ جسے مجلس کے
تمام اراکین نے متفق الرائے ہوکر پاس کردیا تھا قائم رہا + لیکن نمائندوں کو کافی
سبق مل چکا تھا اب انھوں نے عہد کرلیا کہ تاوقتیکہ کوئی خاص ہدایت نہ ہو
وہ کوئی معمولی سے معمولی کام میں بھی ہاتھ نہ ڈالیں گے اور ان ہدایات کو معرض التوا
میں رکھ لینے سے کسی گورنمنٹ کے لیئے ممکن ہوگیا کہ وہ مجلس مشارکت کی جملہ
کارروائیوں کو ایک نامحدود عرصے تک لیت ولعل میں ڈال سکے۔ اور انھیں ۴۴
اسباب کے ماتحت شہنشاہ فرانسس نے ڈائٹ کو آگاہ کردیا تھا کہ کسی کام میں
عجلت "یا غیر معمولی سرگرمی" سے کام نہ لیا جائے + لیکن یہ صلح کارگر نہ ہوئی۔
وہ جماعت جو اتحاد جرمنی کی ایک دلیل مجسم ہوئی اب ایک عدالت العالیہ سے
زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی جسکی رو سے افراد کے ذاتی مطالبات جو سلطنت قدیم
سے یافتنی تھے فیصل ہوتے تھے + رہا یہ امر کہ اس حیثیت میں وہ شہنشاہ فرانسس
کی ہدایات پر نہایت احتیاط کے ساتھ عمل پیرا ہوتے تھے اس واقعہ سے
ظاہر ہوتا ہے جس میں ایک بدقسمت ٹھیکہ دار کے وہ مطالبات جو سنین ۱۷۹۳ء
و ۱۷۹۴ء میں چند فوجی کاموں کے سلسلے میں گورنمنٹ کے ذمے عائد ہوتے تھے ۱۸۳۲ء
میں ادا ہوئے + رہا پبلک کا کام اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ فرینکفورٹ
میں کسی قانون کے وضع کیئے جانے کے معنی کسی مردے کو اس طرح سے دفن کردینا تھا کہ
نفخ صور بھی اُسے بیدار نہ کرسکے + جرمنی ایشنبرگر گا سے* کی لاطائل
ہرزہ سرائیوں سے پنبہ درگوش ہوگیا تھا اور اب جبکہ "متحدہ جرمنی" کا خواب محض
"خواب پریشاں" ہوکر رہ گیا تھا اس نے اپنے تمام مساعی علیحدہ علیحدہ ریاستوں
(بالخصوص پروشیا) کے ترقی اور عروج پر صرف کرنی شروع کردیں +
خود رعایا میں جذبۂ قومی اتنا عالمگیر نہ تھا جتنی اُسکی شہرت انگیزی نمایاں تھی
اسکا (جذبۂ قومی) دست طلب روشن خیال ہی طبقے تک پھیلا ہوا تھا جسمیں صرف

* Eschonburger Gasse وائنا میں ایک سڑک کا نام ہے

پروفیسران یونیورسٹی، طلباء اور مصنفین تھے + لبرلسٹ (طبقۂ احرار) نے اُن
پروشوی افسروں کو جو دنیائے جرمنی کی حمیت کے اس جذبے سے سرشار تھے جسے
جنگ نے اُکسا دیا تھا، اُنکے پیشے کی بنا پر، اور رضاکاروں کو اپنے کارناموں کو
مبالغہ آمیز طریقے سے اچھالنے پر قابل شنوائی نہ سمجھکر بالکل "لا پسپا" کر دیا تھا +
جو احرار "قومی اتحاد" سے زیادہ "آئینی آزادی" کے لئے کوشاں تھے اور یہ بہت
پہلے ظاہر ہو چکا تھا کہ مجلس کی پیچیدہ اور بوجھل مشین سے کہیں زیادہ مختلف حکومتوں
کے متفرق مساعیٔ عمومی تاروپود کے نشوونما کے لئے کارآمد ثابت ہوں گی ٭

مسئلۂ وسایہ بحسب دفعہ ۱۳

گیٹے اور شیلر کے روشن خیال مربی چارلس آگسٹس گرینڈ ڈیوک
نے سب سے پہلے ہی ۱۹۱۶ء میں اپنی چھوٹی سی ریاست کو
ایک نہایت پسندیدہ اور آزاد قسم کا آئین عطا کر کے اس تحریک کی بنیاد رکھی + مجلس کا ۴۵
اس انتظام کو منظور کرنا ہی تھا کہ فرنیکفورٹ میں، جرمنی کے تمام حصص سے عرضیوں کا
مینہ برسنے لگا جسمیں مرکزی حکومت سے استدعا کی گئی تھی کہ قانون مشارکت کی
دفعہ ۱۳ کا جلد سے جلد نفاذ کر دیا جائے + میٹرنخ کے اب کان کھڑے ہوئے، وئیمار
(Wimer) کا انقلابی اور متعدی وبا کا مرکز گویا جام کا لبریز ہونا تھا، لیکن اس کا
ازالہ تو بعد کو ہوتا رہتا موجودہ عالمِ اضطراب میں مجلس کا اپنے کو قانون مشارکت
کی کسی دفعہ کی من گھڑت تاویل سے مسلح ہو کر اس زہر کا پھیلانا بے حد خطرناک تھا +
یہ کہیں بہتر ہوتا اگر دفعہ ۱۳ کا عمل درآمد فرداً فرداً ریاستوں کی عقل سلیم پر چھوڑ دیا جاتا +
اس رائے سے پروشوی وزیر ہارڈنبرگ متفق ہو گیا۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ
دفعہ ۱۳ کی تاویل مختلف ریاستوں پر چھوڑ دی جائے کیونکہ مجلس کا فرض محض اتنا تھا کہ
وہ "مجرد تجاویز" وضع کرے جو کم و بیش سب کے لئے موزوں ہو۔ یہ واقعہ
دسمبر ۱۸۱۸ء کا ہے۔ پانچ مہینے بعد ۲۵ مئی ۱۸۱۸ء کو مجلس نے یہ فیصلہ کر دیا کہ جرمنی
حکومتیں بغیر کسی نامناسب توقف کے، دفعہ ۱۳ کے مطالبات پورے کریں +
اس تجویز پر کسی ریاست کو اعتراض نہیں ہوا۔ کیونکہ کوئی ریاست تعمیل کے لئے
کسی طرح سے مجبور بھی نہ تھی +
فی الحال جرمنی میں لبرلزم انفرادیت کا اتصال ہو گیا اور آئندہ

آزادی کے لیئے دوسری حکومتوں کا رویہ نہایت اہم ہوگیا اور اس رویئے کا دار و مدار بغیر کسی استثناء کے خود حکمرانوں کے نزدیک ترین ذاتی مفاد، حوصلہ اور ہوسناکی پر تھا + ملکوں کی ترتیب اور تقسیم کا سلسلہ جو وائنا میں چھڑا تھا، کم سے کم جہانتک جرمنی کا تعلق تھا ابھی قطعی طور پر طے نہیں ہوا تھا۔ اور بہت سی حالتوں میں بیم و رجا کی اب بھی بہت گنجائش تھی۔ خصوصاً جنوب میں دوسرے درجے کی بادشاہتیں ورٹمبرگ، بویریا اور باڈن کچھ کچھ مرعوب بھی تھیں اور کچھ منچلی اور استبداد پسند۔ وہ پرشیا کی روز افزوں ترقی و طاقت اور مشارکتی حکومت ( The federal Government) کے نامعلوم اور موہوم مطالبات سے خوف تھیں + اس طرح سے گویا ابتک لبرلزم کی فتح گویا خود انفرادیت ( Partioulorainsm ) کی فتح تھی + اب رہا یہ سوال کہ جرمنی میں آئینی آزادی یا قومی اتحاد دو متضاد قوتیں ہیں یا انجام کار انکا دوش بدوش رہ نورد ہونا ممکنات سے ہے، اس کا مدار جیسا کہ مشہور تھا، پروشیا کے رویئے پر تھا +

۴۶ **فریڈرک ولیم سوئم اور پروشوی دستور**

یہ بجائے خود کچھ ایسا مبہم تھا کہ اُسپر مشتبہ ہونا ایک حد تک روا بھی تھا + اب یہاں پر بھی تمام باتوں کا دار و مدار بادشاہ پر تھا اور بادشاہ کی حالت یہ تھی کہ وہ دور گزشتہ کی بدنصیبیوں اور دور آئندہ کی غیر متیقن حالت سے کچھ ایسا تنگ آگیا تھا کہ ان دونوں خیالات کی کشاکش سے بالکل تذبذب میں پھنس گیا۔ کیونکہ خاندان ہوہینسولرن (Hohensolern) کے نیک اور سنجیدہ خصائل کے علاوہ اسے انکی حزم و احتیاط کا عنصر بھی بدرجہ اتم وراثتاً ودیعت ہوا تھا + لیکن نپولین پر فتح پانے کے بعد۔ جوش مسرت میں اس نے جب اپنی رعایا کو آئین تفویض کرنے کا وعدہ کیا اسوقت اسکی یہ صفت اسے خیرباد کہہ چکی تھی + ہوہینسولرن ( Hohensolern ) ہمیشہ اپنی بات کے دھنی رہے اور جو وعدہ ایک دفعہ کیا تھا اسے دو مرتبہ ۱۵ - و ۲۲ مئی ۱۸۱۵ء کو پورا کر کے دکھا دیا + جرمنی کے حزب الاحرار نے اب ان حقوق کے لیئے شور مچانا شروع کیا۔ اور جب یہ منظوری متعدد بار معرض تعویق میں پڑی جسکی کوئی معقول وجہ ان کے نزدیک نہ تھی تو انھوں نے ناراض اور مشتبہ ہو کر پروشیا کے خلاف اپنے جذبات

خوب مشتعل کیئے * جنوبی جرمنوں کے نزدیک تو پروشیا کی قدیم اور تہبر کی زمین مسلک اشراف اور ادسپاہی کا "ڈنڈا" تھی۔ اور اب جب کہ جنوبی حکومتیں دستور تفویض کرنے لگیں اور خود پروشیا کو اس سے اغماض تھا تو ان کا قدیم روایتی عناد مضبوط اور مستقل ہو گیا + یہ خود دنیا کے عمل سے بے خبر، ان کا سیاسی افق لکچر کے کمرے کی چہار دیواری سے محدود، انھیں یعنی جرمن لبرلوں کو کیا خبر تھی کہ پروشیا کو اپنی آئینی مراعات کے وعدے کو پورا کرنے میں کتنی دقتیں سد راہ تھیں ؛

اس میں شک نہیں کہ فریڈرک ولیم اپنے وعدے پر جما ہوا تھا اور اپنی آمادگی کے ثبوت میں اُس نے ایک کمیشن مقرر کیئے جانے کے متعلق حکم دیدیا تھا جو دستور کے مرتب کرنے کے لیئے مواد فراہم کرے + سوا اُن دقتوں کے جو لاینحل تھیں اور تمام باتیں فوراً رونما ہو گئیں ؛

**ملوکیت پروشوی کی مختلف الجنس نوعیت**

اگرچہ جرمنوں کا احساس بلی محض ایک منتشر اور مجہول جذبہ تھا تو ۴۷
پھر جرمنی کی قومیت کا تخیل ہی ابھی کتم عدم ہی میں تھا + قدیم پروشیائی ملوکیت میں جس متحد کر دینے والی قوت کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے وہ ایک قومی جذبہ نہ تھا، بلکہ دو خاندان شاہی کا وقار، پسندیدہ انتظامی وروبست، اور مشترک قومی خدمت کی حبل المتین تھی۔ باشندگان بریڈنبرگ کو صوبۂ پروشیا کے نیم اسلاف باشندے کی نسل کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اہالیان پامیرینیا اور سیلسیا اپنی مختلف "قومیت" کے مدعی تھے۔ اور جب صلحنامۂ وائنا کی رو سے ممالک رائن اور نصف سکسنی اسکی سلطنت میں شامل کر دیئے گئے تو پروشیائی بادشاہ کے زیر نگیں اتنی متضاد اور مختلف اقوام آ گئی تھیں کہ میٹرنخ پروشیائی مملکت کے ڈھیلے ڈھالے کمزور ڈیل ڈول کا آسٹروی ملوکیت کے پائدار اور باقاعدہ نظام سے موازنہ کرتا تھا + اس اختلاف نسلی کے ساتھ اب دوسری متضاد

* گرویس کی "انیسویں صدی کی تاریخ" سے پروشیا کی تاریخ ایک سمجھ دار اور وطن دوست لبرل کے نقطۂ نظر سے معلوم ہوتا ہے، یہ اُسوقت لکھی گئی جب بسمارک سے بہت کم لوگ واقف تھے + ٹریچکے کی "تاریخ جرمنی" پروشیا کے کارناموں کی مدحتوں سے پُر ہے۔

مذہبی، معاشرتی، اور سیاسی روایات بھی ایزاد کر دی گئیں + رائن کے جدید ممالک کا
کیتھولک مذہب جیسر پیرس کے لبرلزم (حریت) کا ایک ہلکا طبع تھا، پیروان لوتھر
کی راسخ الاعتقادی سے دور اور ان مشرقی ممالک کی خالص جاگیریت سے بیگانہ
تھا جنہیں مشٹائن ( Stein ) کا صرف نصف کام ختم ہو چکا تھا + ایسے متضاد
عناصر کا ایک مرکز پر جمع کرنا اور وہ بھی ایسی حالت میں جب ایک عالمگیر اضطراب رونما ہو
فریڈرک ولیم کے نزدیک خطرات سے خالی نہ تھا + حکومت جدید ابھی قلب ماہیت
کے زد میں تھی اور قبل اسکے کہ تاج حکومت آئینی وضع او ہیئت اختیار کرے یہ ازبس ضروری
تھا کہ تمام ناہمواریاں کوٹ پیٹ کر مسطح اور مضبوط بنا دی جائیں اور پھر ایک مستقل اور
پائدار نظام حکومت کی بنیاد رکھی جائے + رعایا سیاسی تجربات سے قطعاً ناآشنا تھی
اور یہ محض حماقت ہوتی اگر جدید ملکی اور فوجی انتظامات، اصلاح شدہ طریق تشخیص محاصل،
اور ممالک کی جدید حد بندی کو اس "مخالفت،، کی جنگ آزمائی کے لیئے
چھوڑ دیا جاتا جس میں سے کچھ تو سلطنت سے مخالفت کا حلف اٹھا چکے تھے اور
تقریباً سب کے سب اس رمز سے ناآشنا تھے کہ سیاسیات قومی کو بڑے
پیمانے پر ترقی دینے کے لیئے کن شرائط پر کاربند ہونا لازمی ہے + میٹرنخ نے،
جسکی خواہش یہ تھی کہ پروشیا کا شمار کبھی حکومت دستوری میں نہ ہوسکے، ان توہمات کو ۴۸
اکسانا اور شہ دینا شروع کیا۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ ایسی ریاستیں جیسی کہ پروشیا
تھی اطمینان کے ساتھ صرف ایسی حکومتیں منظور کرسکتی ہیں جو پروونشیل حکومتیں مجلسہائے
طبقات صوبہ ( Estate ) کہی جاسکتی ہیں + ایک مرکزی پارلیمنٹ قائم کرنے سے
"ملوکیت،، کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اس نظریئے کی تائید اس شاہی تفتیش سے
بھی ہوتی تھی جو اسی مسئلے پر ممالک کے احساس و جذبات کا اندازہ لگانے کے لیئے
قائم کی گئی تھی + تجویز یہ تھی کہ مرکزی دستور کا مدار موجودہ صوبے کی مجالس طبقات پر
رکھا جائے لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ان کی نوعیت اور انکے فرائض ایسے مختلف
تھے کہ بغیر کسی مخصوص مرتب نظام کی بنیاد بہ مشکل رکھی جاسکتی تھی اور سب سے
تحیر خیز انکشاف تو یہ ہوا کہ کسی مرکزی نمائندگی کی ضرورت بھی نہ تھی + لیکن
باشندگان پروشیا میں کثیر التعداد لوگ ایسے تھے جو اپنے صوبوں کے

چار دیواری سے باہر اپنے آنکھ کان سے کام بھی نہیں لے سکتے تھے ۔ اس حالت میں زیادہ سے زیادہ یہ آئین قوم کے ارتقائے داخلی کا ثمرہ نہ ہوتا بلکہ بادشاہ کا ایک انعام ہو سکتا تھا۔

**جنوب میں تجربات دستوری**

جو دستوری تجربے چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر کیئے گئے تھے، ان سے جو نتائج مترتب ہوئے وہ بادشاہ کے حس بعض پر غالب نہ آ سکے اور وہ ان کے نقش قدم پر نہ چل سکا۔ ورٹمبرگ میں بادشاہ فریڈرک دوم نے جو نپولین کے نہایت وفادار وابستگان دامن میں سے تھا، قدیم دستور کا دفتر الٹ دیا اور سیاسی داؤ کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ چشم زدن میں اشتراکی مساوات کے انقلاب انگیز اصول پر تاج کے خود مختارانہ حقوق کا اعلان کر دیا۔ جو دستور اب اس نے اپنے ملک کو دفعہ ۱۳ کی رو سے عطا کیا تھا اُس سے اس آئین کا احیاء مقصود نہ تھا جسکی وہ اینٹ سے اینٹ بجا چکا تھا، بلکہ یہ آزادی اور عمومیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ اس سے اسے امید تھی کہ وہ پادریوں اور جاگیرداروں کی قدیم مخالفت سے نجات پا جائے گا۔ لیکن یہاں اس نے دھوکا کھایا۔ طبقات مجتمع ہوئے اور اپنے قدیم دستور کے لیئے تاج سے برسر پرخاش ہوئے جسے دور از کار کلیسائی اور جاگیردارانہ حقوق، مراعات اور معافیوں کا ایک طوفان بے تمیزی کہنا چاہیئے۔ بادشاہ اور طبقات دونوں اپنی اپنی ضد پر اڑے رہے نتیجہ ایک آئینی "جمود" ہو گیا، آخر بادشاہ نے مجلس مشارکت سے خود درخواست کی کہ وہ اس آئین میں قطع برید کر دے جسے اس ۴۹
نے خود منظور کیا تھا۔ آزاد بحث و مباحثے کے نتائج کا مظہر ہونیکی حیثیت سے یہ واقعہ افسوس ناک تھا۔ چونکہ یہ ایک بے معنی شورش تھی اس لیئے اسکے انقلاب انگیزانہ رویئے نے ایک طرف تو رعایا کی ہمدردی حاصل نہ ہونے دی دوسری طرف حکمران خوف ہو گئے اور اُنھوں نے قطعی علٰحدگی اختیار کر لی اور باوجود تمام کوششوں کے جب کوئی شکل مفاہمت کی نہ نکل سکی تو بادشاہ نے ۷؍ جون ۱۸۱۷ء کو "طبقات" کو برطرف کر دیا اور قدیم خود مختارانہ حکومت قائم کر لی۔ جرمنی کے جتنے لبرل جرائد تھے سب نے اس مدہوشی اور از خود رفتگی پر صدائے شیون بلند کی جس نے سب سے زیادہ گرانقدر آزادی کو یوں قمار بازانہ انداز سے کھو دیا۔

اگر ورٹمبرگ میں ان آئینی بے ہنگامیوں نے ایک طرف جرمنی کو اپنی آزادی کی اسکیم کو وسعت دینے سے تھوڑی دیر کے لیئے ساکت کردیا تو دوسری طرف انھیں اسباب کی بنا پر بویریا نے عمومیت کی طرف جھکنا شروع کردیا + شاہ ماکس جوزف اور اور اسکا وزیر مونت گیلاس جو پروشیا سے بے حد متنفر تھے اور جن کی ہمدردی نپولین کے زوال سے قبل اور بعد میں بھی فرانسیسوں کے ساتھ تھی، اپنے اپنے حوصلوں کی ہنڈیا پکار رہے تھے، لیکن اس پکوان کی امید اسی وقت ہوسکتی تھی جب جمہور کا رجحان بھی بجائے پروشیا کے ان کی طرف ہوجاتا + وائنا کی کانگریس کی رو سے زالتسبرگ اور اضلاع ان اور ہاؤسرک آسٹریا کو واپس کردیئے گئے تھے لیکن بویریا نے ان مقامات کو واپس کرنے سے انکار کردیا تھا اور اس طرح سے ایک جنگ مول لے لی تھی + صلح نامۂ میونخ کی رو سے ۱۴ اپریل ۱۸۱۶ء کو مقامات مذکور آسٹریا کو بعوض پلاٹی نیٹ جو رائن کے بائیں کنارے پر تھا اور لانداؤ کا "قلعہ" عشارکتی تھا حوالے کردیئے گئے + سلطنت بویریا کے دو متفرق حصص کو منتقل کردینے کی غرض سے، جو ایک دوسرے سے بالکل علحدہ تھے باڈن کا ایک لمبا ٹکڑا بھی حوالے کردیا گیا۔ اور ایک دوسری خفیہ دفعہ کی رو سے باڈن کا پلاٹی نیٹ کی واپسی بھی منظور کرلی گئی تھی بشرطیکہ خاندان تسہار نگن ( Zahringon ) بے چراغ ہوجاے۔*

**مسئلہ اورنگ نشینی (بیڈن اور بویریا میں)**

اگر یہ وعدہ کبھی پورا ہوجاتا تو بویریا اتنی طاقتور ہوجاتی کہ وہ دو زبردست طاقتوں کے خلاف چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی لیڈری کی حقدار ہوجاتی۔ اور بہت ممکن تھا کہ یورپ کے کسی محشر انگیز انقلاب کی آڑ پکڑ کر وہ ان ریاستوں کو جو اسکے دامن عاطفت میں پناہ گزیں تھیں خود ہضم کرجاتی اور اسے یورپ کی حکومتوں کی صف میں ایک جرمن طاقت کی
حیثیت سے جگہ ملتی۔ اس لیئے خانگی مفاد سے قطع نظر بھی کرلیا جاے جب بھی ۵۰
بویریا کے نزدیک اسکی طامعانہ حوصلہ مندیوں کی اسکیم کی کامیابی اور عامۃ الناس کے رجحان کو اپنا شریک حال اور باڈن کو اپنی ہوسناکیوں کا شکار بنانے کے لیئے

---

* ہرٹسلیٹ : جلد ۱ صفحہ ۴۳۳ ۔

ایک ایسا انداز، یا رویہ اختیار کرنا جو ایک حد تک لبرل ہو، ضروری تھا۔ اس طرح سے ۲۶ مئی ۱۸۱۸ء کو اس آئین کا اعلان کیا گیا جس کی بنیاد قدیم روایتی تقسیم "طبقات" پر تھی۔

یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اسٹریا نے بویریا کے وسعت دینے کیلئے مزید کوشش کی بہرحال معاہدہ میونخ اور میکس جوزف کی طامعانہ حوصلہ مندیوں کا راز افشا ہو گیا۔ بیڈن کے گرینڈ ڈیوک نے اسپر صدائے احتجاج بلند کی تسارنگن ( Zahringen ) خاندان کے آخری فرد چارلس فریڈرک نے ایک ایسی خاتون سے شادی کی (جسکا سلسلۂ خاندان کسی شاہی نسل سے نہیں ملتا تھا) اور جسے کونٹس ہوخ برگ ( Countess of Hochbergh ) کا خطاب تفویض کیا گیا تھا۔ اور اس بات کا اعلان کر دیا گیا تھا کہ اگر اصلی خاندان کا کوئی نام لیوا (چشم و چراغ) نہ دستیاب ہو سکا تو پھر اسی سلسلۂ نسب کا فرد برسر حکومت آئے گا۔ اس طرح سے اکتوبر ۱۸۱۷ء میں گرینڈ ڈیوک نے ایک خانگی قانون House law کا اعلان کیا جسکی رو سے اس نے اس اپنی ڈچی کو ناقابل تقسیم قرار دیدیا اور ہوخ برگ ( Hochbergh ) کے کاؤنٹوں کو وارث جائز ٹھرایا، اور اسی سلسلے میں اس نے کچھ تو اپنے خاندان کے وارثین کو جمہور کی آرا سے حقدار ثابت کرانے کے لیئے اور کچھ شاہنشاہ الگزنڈر کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے جسکا جذبۂ حریت اسوقت نہایت عروج پر تھا، اس نے ایک دستور کی منظوری کا ارادہ کر لیا + ۲۷ مارچ ۱۸۱۸ء کو

**الگزنڈر اول اور اہالیان پولینڈ کا آئین**

الگزنڈر نے وارسا میں پولینڈ کی مجلس کا افتتاح کیا اور اس میں وہ خطبہ پڑھا جو ایک راسخ الاعتقاد لبرل کے شایان شان تھا۔ اور اسی دوران میں اس کے وزیر کاپوڈسٹریا ( Count Capodistria ) نے (جو بعد کو یونان کا صدر ہوا) ایک یادداشت شائع کی جس کی رو سے اس نے ثابت کر دیا کہ دستور کی منظوری معاہدۂ مقدس کا نتیجۂ صریح تھا + خود اس نے اور دوسری طرف بویریا میں ترویج و نفاذ آئین نے نتائج کو جلد رونما کر دیا ۲۲ اگست ۱۸۱۸ء کو باڈن کے بیئے ایک دستور شائع ہوا جسکی دفعات اسقدر لبرل تھیں کہ اسکے سامنے بویریا کے آئین کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ گئی۔ نساؤ ( Nassau ) میں ہوائنا کی

کانگرس سے قبل ہی آئینی حکومت کا اعلان ہوچکا تھا اور "طبقات" کی مجلس سب سے پہلے مارچ ۱۸۱۹ء میں منعقد ہوئی + اس طرح سے اس سال کے وسط تک مشارکت رائین (Confederation of the Rhine.) کے قریب قریب تمام ریاستوں میں
۵۱ دستوری حکومت کسی نہ کسی حیلے یا بہانے سے قائم ہوگئی اور اس طرح سے اس لبرلزم (حریت) کا مقابلہ جو جنوب میں برسر عروج تھا، نہایت خوبی کے ساتھ اُس انقلابی شورش سے ہوسکتا تھا جو شمال میں عالمگیر تھی ؛

مختلف و متضاد آرا اور رجحانات کے تصادم و کسر و انکسار سے پروشیا کا رویہ ایک مخصوص شکل اختیار کر چلا تھا + ہارڈنبرگ جو پیرانہ سالی کی کمزوریوں کا شکار ہوچکا تھا اور جس نے ایک مشہور اور معروف نام کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا تھا، اپنے نہایت محبوب شغل "آئین سازی" کے لیئے مخصوص کردیا گیا + لیکن بادشاہ کا ماحول جن زبردست اثرات پر مشتمل تھا وہ پروشیا کے قدیم طرز حکومت میں کسی قسم کا فوری اور اساسی تغیر گوارا نہیں کرسکتا تھا اور کچھ یہ بھی تھا کہ اسوقت دفتریت اُن انتظامی تغیرات کی دیکھ بھال میں ہمہ تن مصروف تھی جو ملوکیت جدیدہ کے منتشر عناصر کو مجتمع اور موثر بنانے کے لیئے از بس ضروری تھے + ممالک کی سرحدی کنٹر بیونت کی پھر ضرورت محسوس ہورہی تھی، اس قومی نظام کا جسے شارن ہورسٹ ( Shorn horst ) نے دوران جنگ میں ترتیب دیا تھا، مکمل بنایا جانا اور پھر اسے جدید مقبوضات کے لیئے ممکن العمل بنانا ہی ضروری تھا + مزید براں ایک جدید "نظام محاصل" ( Tariff system ) کے اجرا کی بھی ضرورت تھی جو ایک ایسی حکومت کے ضروریات کی کفیل ہو جسکے ممالک منتشر اور جس کی شکستہ سرحد ایک ہزار میل تک پھیلی ہوئی تھی ؛

**پروشیا کی اصلاح محاصل اور اتحاد محاصلی**

پس آخری سوال کا حل پروشیا اور یورپ کے لیئے نہایت نتیجہ بخش ثابت ہونے والا تھا تو اسکی اہمیت بہت دنوں کے بعد ظاہر ہوئی + قانون مشارکت کی رو سے مجلس مشارکت کو جرمنی کی اندرونی تجارت کے لیئے قوانین وضع کرنے کا اختیار ودیعت کیا گیا تھا، لیکن یہ بات فوراً ہی معلوم ہوگئی کہ اس معاملے کے علاوہ دیگر معاملات میں بھی اس سے کسی قسم کی توقع رکھنا عبث ہے + پروشیا کو اسکا احساس بروقت ہوا اور اس نے خود

اپنے دستور العمل کو اپنا رہنما بنایا اور ایک قسم کی نصف بیدار حالت میں اس نے
جرمنی کی دیگر ریاستوں سے علیحدہ علیحدہ تعلقات پیدا کرنے شروع کر دیئے ۔ اور رفتہ رفتہ
اس مشہور اتحاد محاصلی کی بنیاد پڑ گئی جس نے پروشیا کے مادی مفاد کو جرمنی کی
دیگر ماتحت ریاستوں سے وابستہ کر کے بالآخر اس کے شہنشاہی اقتدار کو وجود میں لانے کا
باعث ہوا + اس عظیم الشان اصلاح کا سہرا وزیر مال فان ماسین کے سر پر باندھا گیا + ۵۲
لیکن فی الحقیقت یہ کسی سیاسی مآل اندیشی کے باعث سے نہ تھا بلکہ واقعات حاضرہ کا
اقتضا ہی یہ تھا اور ارباب بست و کشاد کی غائر نظریں انکی تہ تک معاً پہنچ گئی تھیں +
ایک طویل اور شکستہ سرحد کی محافظت ایک حد تک ناممکن تھی اور اسی لیئے کسی قسم کی
آزاد تجارت کو فروغ دینا ضروری خیال کیا گیا اور ملک کی مختلف ریاستوں کو متحد
اور مجتمع کرنے کے لیئے انکی اندرونی تجارت پر سے ان قیود کا اٹھانا بھی ضروری تھا
فان ماسین نے جو طریقہ ایجاد کیا تھا اسکی رو سے اشیائے درآمد پر اتنا قلیل محصول لگایا تھا
کہ بغیر محصول ادا کیئے ہوئے اشیاء کی درآمد و برآمد کا جو مذموم طریقہ مروج تھا وہ
بالکل بے سود ہو گیا ۔ اور محاصل کے لیئے نو آبادیوں کے اُن اقسام کے تجارتی مال پر
البتہ زیادتی کے ساتھ محصول تشخیص ہوا تھا جنکی نگرانی بخوبی ہو سکتی تھی + اس طرح سے عملاً
پروشیا کی اندرونی تجارت آزاد تھی لیکن وہ اسباب تجارت جو پروشیا کے حدود کے
اندر سے گزرتے تھے ان پر البتہ نہایت سختی کے ساتھ محصول لگایا گیا ، اور چونکہ وہ
راستے جو جرمنی کے وسط تک چلے گئے تھے پروشیا سے ہو کر گزرتے تھے اس لیئے
قیاس یہ تھا کہ آخر میں پروشیا دوسری حکومتوں کو اپنے "نظام محاصل" (Custom
system) پر متحد ہو جانے پر مجبور کر لے گی + جسوقت لوگوں کو اس راز کی
خبر ہونے لگی جرمنی میں ایک ہنگامہ محشر خیز برپا ہو گیا + تھورنگیا (Thuringia)
کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور انہالٹ کی ڈچی (Duchy of anhalt.) نے
جو چاروں طرف پروشیا کے مقبوضات سے گھری ہوئی تھیں ، سب سے پہلے
اسے محسوس کیا ۔ اور شور و غوغا مچانے والوں میں انکی آواز سب پر غالب تھی + کچھ عرصے تک
تو یہ اکڑتی رہیں ۔ لیکن جب انھیں اس امر کا احساس ہوا کہ اس معاملے میں مجلس مشارکت کی
کچھ پیش نہ جائے گی اور پروشیا کا فعل بہ حیثیت ایک خود مختار ریاست ، باضابطہ تھا تو

اُنھوں نے سپر ڈال دی + پروشیا نے جو شرائط پیش کیئے وہ فی الحقیقت اس کی فیاض نشی پردال تھے۔ اور ایک عظیم الشان "نظام محاصل" میں شرکت کے جو فوائد تھے وہ بھی اظہر من الشمس تھے + ۲۵ اکتوبر ۱۸۱۹ء کو پروشیا اور شوارتسبرگ زوندرہاؤزن (Schwarzburg-Sondershausen) کے بیچ ایک وستخطی معاہدہ ہوا۔ جسے گویا "اتحاد محاصل" (Zollverein) کا سنگ بنیاد کہنا چاہیئے۔ اس مختصر ابتدا کے آئندہ نتائج کچھ ایسے کمزور اور نامعلوم سے رہے کہ ان محاصل کی دشواریوں اور پیچیدگیوں کے دوران میں میٹرنخ نے اپنے اثر اور اقتدار کو پروشیا ہی کے لیئے مخصوص رکھا ہو۔

جس عظیم الشان انتظامی اصلاحات کو روبراہ کرنے کے لیئے جرمنی کے حکام ہمہ تن مشغول تھے ان کا احساس جرمنی میں عامۃ الناس کو بہت کم ہوا اور اس قلیل احساس نے ان کے دل پر یہ نقش کر دیا کہ ہوہن زولرن شاہی (Hohenzollern Monarchy) کی حوصلہ مندیاں جرمنی کے خلاف برسر کار ہیں + وطن پرستوں کا عقیدہ ۵۲
مجلس مشارکت اور پروشیا پر تھا لیکن انھیں دونوں سے ناامید ہونا پڑا + جب ایک طاقتور اور متحد جرمنی کا تخیل عنقا ہونے لگا اسوقت بے اطمینانی رونما ہوئی اور اسکا اظہار "مظاہروں" میں ہونے لگا جو بجاے خود بالکل ضرر رساں نہ تھی لیکن فریڈرک ولیم جیسے شخص کو بے حد خوف زدہ بنا دینے کے لیئے کافی تھے + نوخیز جرمنی میں اب بھی جنگ آزادی کے ولولے جوش پر تھے۔ رضاکاروں کا جم غفیر فرانس سے رفعت و منزلت کے خم ہے کے خم لنڈھاتا ہوا (جسمیں کسی حد تک غلو بھی ہے) جرمنی واپس آیا تھا۔ اور اب چھوٹی چھوٹی جرمن ریاستوں میں اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھنا انھیں گوارا نہ تھا۔ یان جوفن کر نب دکشتی کا استاد تھا اور لڑائی کا بھی ہیرو تھا کچھ تو اس خیال سے کہ وطن پرستی کی روح زندہ رہے اور کچھ افراد قوم کے عضلات اور قویٰ کی پرورش اور پرداخت کے خیال سے، لڑائی کے فوراً ہی بعد ورزشی کھیل اور کرتب کے اکھاڑے قائم کر دیئے۔

### تحریک علم۔ ورزش کھیل اور کرتب کے جمخانے اطالب علموں کے کلب مقبول عام تحریکات

یہ سب باتیں عامۃ الناس میں بے حد مقبول ہوئیں اور نہایت سرعت کے ساتھ تمام جرمنی میں

پھیل گئیں + جمناسٹک اور اس کے ساتھ ہی ایک قسم کی "جرمنیت" کا غل کے نوخیز جرمنوں کی تفریح کا ایک پسندیدہ مشغلہ تھا + انکی قطع یہ تھی کہ قدیم جرمن وضع کا ملبوس زیب تن، گیسو دراز، ہاتھ میں ایک جریب، اور جس ہئیت سے وہ اتحاد جرمنی کے سرگرم اور پرجوش علم بردار ہو کر تمام ملک میں گردش لگاتے تھے + یونیورسٹیوں میں اس تحریک پر خصوصیت کے ساتھ عمل درآمد ہوتا تھا + گرینڈ ڈیوک چارلس آگسٹس کی منظوری سے جینا ( Jena ) میں جرمن طالب علموں کی ایک نئی سوسائٹی، "قدیم فوجی دستہ" کی جگہ پر قائم ہوی۔ اس "انجمن نوجوانان" ( Burschenschsft ) نے "تارو پود" کو تمام جرمنی میں پھیلا دیا۔ حتیٰ کہ پروشیا کی یونیورسٹی میں بھی اس نے جڑ پکڑ لی + اس امر میں تو شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ تھی کہ اسوقت سوسائٹی کے آب وگل میں حکومت مجریہ کے خلاف نہایت خطرناک عناصر موجود تھے۔ لیکن یہ حالت زیادہ تر طلبا کے طبقے تک محدود تھی جنکا جذبۂ وطن پرستی عمیق نہ تھا بلکہ ایک حد تک محض زباں درازی اور شور وشغب تک محدود تھا اور جن کے متعلق کبھی یہ وہم وگمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ "حکام بالادست" سے کسی قسم کی مزاحمت کریں گے + لیکن حکومتوں نے ان بے ہنگامیوں کو نہایت خطرے کی نظر سے مشاہدہ کیا + انھوں نے چارلس آگسٹس کے لبرلزم کو خوب خوب صلواتیں سنائیں جسکی وجہ سے ویمر انقلاب پسندوں
۵۴ کی ریشہ دوانیوں کا مرکز بن گیا تھا + ایک ایسے زمانے میں جب لوگ صاف گوئی اور اظہار خیال کی اُن بے باکیوں سے ناآشنا تھے جسکی تبلیغ کے لیئے منروا، "محب وطن"، نیمے سس اور ایسے دیگر قابل رحم لیکن کلہ دراز صحیفوں کے اوراق وقف تھے اور جسکی ہمنوائی کے لیئے ویمر کی ناصاف زمین پر دیگر اخبارات بھی حشرات الارض کی طرح خروج کر آئے تھے فی الحقیقت باروت کے تودے پر شرر افشانی کرنی تھی + گرینڈ ڈیوک خود مشتبہ سمجھا گیا۔ ایک رکن انجمن نوجوانان نے تو یہاں تک کیا تھا کہ جو نمائندے انجمنوں کے جینا سے اس کے وارث اور ولیعہد کی پیدائش پر مبارکباد دینے آئے تھے ان کی ضیافت شراب وکباب سے جلسہ اکے ضمن میں کی + لیکن معاملات نے انتہائی نازک حالت اسوقت اختیار کرلی جب گرینڈ ڈیوک کے قدیم اور عظیم الشان قلعے وارٹبرگ واقع آئی سیناخ

وارٹبرگ میں جشن، ۱۸ اکتوبر ۱۸۱۷ء

اور پیروان لوتھر کے کعبۂ مقصود میں جنگ لائپزگ اور "اصلاح مذہبی"
(The reformation) کی سہ صد سالہ یادگار ساتھ ساتھ واقع ہوئی +
یہ اجتماع ڈیوک کی اجازت سے ہوا تھا اور تقریباً بخیریت تمام اتمام کو پہنچ گیا،
حمد و نعت گائی گئی، وطن پرستی اور فرقہ پروٹسٹنٹ کی حمایت میں دھواں دھار
تقریریں ہوئیں اور تمام معمولی رسوم عشائے ربانی پر ختم ہوگئیں + بدقسمتی سے بعض
جوشیلے نوجوانوں کو یہ خیال ہوگیا کہ یہ موقع کسی حد تک سنجیدہ اور کسی حد تک
تفریح انگیز مظاہرے کا بھی تھا اور جیسے لگے ہاتوں حکومت جرمنی کے انقلاب انگیزانہ
رویئے کا خاکہ بھی اڑا دیا جائے + جب انکی معمولی رسوم اختتام کو پہنچ چکیں اس وقت
ایک آگ جلائی گئی اور جس طرح سے لوتھر نے پاپائے روم کے "حکم" کو نذر آتش
کیا تھا اسی طرح سے پروشیائی وزیر پولس کامپتس (Kamptz) کے
وضع کیئے ہوئے ضابطہ پولس کو نہایت احترام کے ساتھ آتش سوزاں کے حوالے کردیا،
اور آخری لمحات میں، ایک اُولان (Uhlan) (پروشیا کے سبک رو
سواروں کے دستے کا ایک سپاہی) کا سینہ بند (شلوکہ) ایک چوٹی اور سپاہی کا
ڈنڈا بھی جو استبدادیت کے علامات خیال کیئے جاتے تھے بھڑکتے ہوئے
شعلوں میں ڈال دیئے گئے +

اس طفلانہ الھڑپن کا اثر اسکی اصلیت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوا + طلبا
کی انجمن "بینوشی" کے حیرت زدہ اراکین کو یک بیک ایسے ایسے مناصب
تفویض کر دیئے گئے جہاں سے وہ بادشاہوں اور مدبران سلطنت کے دل میں
اپنی دھاک بٹھا سکتے تھے + برلن میں کامپتس بجا طور پران "غداروں" کے
خلاف انصاف کا خواہاں ہوا جنھوں نے ظل اللہ کے احکامات کو خاکستر بنا دینے
کی جرأت کی تھی - اس نے پروشیا کی تمام یونیورسٹیوں کو درہم برہم کر دینے کا حکم
نافذ کیا اور اس امر کا اعلان کردیا کہ بجائے اسکے کہ یہ یونیورسٹیاں ہر قسم کی
فتنہ سامانیوں اور انقلاب انگیزیوں کی مرکز بنیں، یہ بہتر ہوگا کہ یہ بالکل بند کردی جائیں ۵۵
میٹرنخ کو جو معاملات جرمنی میں ایک موثر طریقے پر مداخلت کرنے کا مدت سے
منتظر تھا، موقعہ ہاتھ آگیا - وہ عرصے سے جرمنی میں احساس ملی کو ابھرتا دیکھ رہا تھا

اور اُس نے پروشیائی سفیر سے صاف الفاظ میں کہدیا تھا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جبکو لِزم یا انقلاب کے خلاف سختی عمل میں لائی جائے + معاملات نے یہاں تک طوالت اختیار کی آخر میں اسٹروی وزیر اعظم اور ہارڈنبرگ کے مابین ایک مجلس شوریٰ ہوی + پروشیائی وزیر وٹیمبر کے راستے سے ہو کر آیا تھا تاکہ گرینڈ ڈیوک کو پروشیائی بادشاہ اور اسٹروی شاہنشاہ کا وہ دستخطی خط حوالے کر دئے جس میں اس سے انقلاب پسندوں کو شوریدہ سر اور دلیر کر دینے پر سخت باز پرس اور لعن طعن کی گئی تھی۔ دوسری طرف فرانسیسی حکومت اور زار نے بھی ویٹمر خطوط بھیجے تھے جن میں اخبارات کے لب و لہجے پر اعتراض کیا گیا تھا + لیکن اس سیاسی طوفان میں گرینڈ ڈیوک کے پائے ثبات کو مطلق لغزش نہیں ہوی۔ اس نے کہا کہ موجودہ برافروختگی محض واقعات کا ایک فطری نتیجہ ہے، امتیاز، اور استقلال سے ان کا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن تشدد اور بے اعتباری سے تمام جرمنی میں تشویش پھیل جائے گی۔ لیکن عزم اور اعتبار ہی وہ چیزیں ایسی نہیں جن کا فقدان بڑی بڑی حکومتوں کے ایوان میں سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ شاہنشاہ فرانسس نے زار کو ایک مراسلہ بھیجا جسمیں جرمنی میں انقلابی مشنوں کے بتدریج لیکن یقینی طور پر رونما ہونے کی شکایت کی تھی۔ اور یہ سب حالتیں زیادہ تر فضلا اور اکابر کے کلبۂ علمی میں، جسے وہ "ان عقائد کا کارخانہ" کہتا تھا، ترقی پذیر تھیں + یہی نہیں بلکہ اس نے بمعیت بادشاہ پروشیا زار سے مداخلت کرنے کے لیئے اپیل بھی کی + الکزینڈر نے اسے نامنظور کیا، اور یہ کہا کہ ابتک یہ بات پایۂ تحقیق تک نہیں پہنچ سکی ہے کہ جرمنی کی حکومتیں اس قدر کمزور ہیں کہ وہ ان خرابیوں کا خود ازالہ نہیں کر سکتیں۔ لیکن اگر یہ بات تحقیق بھی ہو جائے اُسوقت بھی اس معاملے میں محض روس کو مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ تمام "مجالس یورپ" کو اس معاملے کو اٹھانا چاہیئے ‡ *

میٹرنخ کے لیئے تو اس اعلان سے زیادہ امید افزا خیال کوئی ہو نہیں سکتا تھا + وہ ایک عرصے سے زار کی اس مذہبی اپج اور لبرلزم کے جنون کو تردد او...

---

* ہارٹینگس - جلد ۳ (۱)، ص ۶۴

حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور وہ اس "شورش" سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں بھی تھا جو اب ناگزیر ہو چلا تھا + اس نے اس امر کا اندازہ کر لیا تھا کہ آئندہ ٥٦
کانگرس میں جو ایکس ( Aix. ) میں منعقد ہونے والی تھی، اور اس میں جو کچھ بحث مباحثہ ہونے والا تھا اُس سے زار کا رویہ متیقن ہو جائے گا اور جرمنی کا سیاسی طوفان ایک ایسا آلہ ہو گا جسکے ذریعہ سے الکزنڈر کے خطرات سے فائدہ اٹھا کر اسی اسٹروی پالیسی کا ہمنوا بنا لیا جائے گا + تمام بڑی بڑی طاقتوں میں صرف روس ایسا تھا جسکی مخالفت سے جرمنی میں تمام اسٹروی ریشہ دوانیاں پامال ہو سکتی تھیں۔ اور اگر میٹرنخ اپنے سیاسی ہتھکنڈوں سے صرف زار کو اپنا مطیع اور منقاد بنا لے تو پھر اس کے بل پر اور یورپ کے رسمی یا غیر رسمی منشور سے تمام جرمنی میں اسٹریا کا طوطی بولنے لگتا۔ جرمنی میں آسٹروی اقتدار کے "معنی" تمام یورپ میں آسٹروی اقتدار کے تھا +

میٹرنخ ایکس ( Aix. ) کی جانب اس طرح سے بڑھا گویا وہ اپنے توقعات کے مرکز کی طرف چلا جاتا تھا + فرینک فورٹ میں اس کے دو روزہ قیام نے اسکی طمانیت قلبی کو اور بڑھا دیا مجالس مشارکت جو مشارکت کے قومی نظام کے متعلق دو ماہ سے ردو قدح کر رہی تھی اور پھر بھی کسی فیصلہ کن نتیجے پر نہیں پہنچ سکی تھی میٹرنخ کی موجودگی سے کچھ ایسی مسحور ہوئی کہ صرف دو ہی نشست میں تمام تجاویز کے اصولوں کو پاس کر کے فراغت ہو گئی + ہارڈنبرگ کی یہ تجویز کہ کمان صرف دو طاقتوں آسٹریا اور پروشیا پر تقسیم کر دی جائے مسترد کر دی گئی اسکے بجائے یہ طے ہوا کہ مشارکت کی فوج دس دستوں میں تقسیم کی جائے جسمیں تین آسٹروی ہوں، تین پروشیائی، ایک بویرین، ایک ورٹمبرگ، سکسنی اور باڈن کا ایک دونوں ہیسے اور ریاستہائے تھورنگیا کے لیئے اور ایک ہنوور ( Hanover ) اور جرمنی زیرین کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے لیئے۔ اور ان سب کی کمان ایک منتخب شدہ سپہ سالار اعظم کے قبضے میں ہو + میٹرنخ نے اپنی بیوی کو ایک خط میں نہایت تحذو مباہات سے لکھا، "تمھیں اسکا اندازہ بھی نہیں ہو سکتا جو اثر میری موجودگی سے مجلس پر پڑا ایک ایسا مسئلہ جو شاید کبھی انجام کو نہ پہنچتا۔ میری موجودگی سے دو یا تین روز میں اتمام کو پہنچ گیا۔ میری حیثیت جرمنی میں اور شاید تمام یورپ میں بھی ایک اخلاقی قوت سمجھی جاتی ہے"٭

٭ تذکرہ - جلد ۳ صفحہ ٦٢ +

# باب چہارم

## ایکس لاشاپل کی کانگرس

افتتاح کانگرس - شہنشاہ فرانسس اور جرمنی جذبہ - الکزنڈر اول کے طرز عمل میں تبدیلی - فرانس اور بقیہ یورپ کا مصالحہ - کانگرس کی مزید کارروائیاں - میٹرنخ کا اثر - معاملات جرمنی - کوتس ہو کا قتل - پروشیا میں مزید رجعت عمل ٹپلٹز (Teplitze.) میں فریڈرک ولیم اور میٹرنخ کی ملاقات - کارلسباڈ کی کانفرنس فرامین کارلسباڈ - ریاست ہائے وسطی کا طرز عمل - روس اور انگلستان کی مداخلت - وائنا کی کانفرنس - وائنا کا آخری قانون -

آئندہ دو چار ماہ تک کوئی ایسے واقعات رونما نہیں ہوئے جو میٹرنخ کی ٥٧
راحت اور سکون میں خلل انداز ہوتے سلاطین اور وزرا کی کانفرنس ستمبر ۱۸۱۸ء کے آخر میں ایکس لاشاپل میں منعقد ہونے والی تھی - زار الکزنڈر، شہنشاہ فرانسس اور شاہ فریڈرک ولیم بنفس نفیس شریک ہونے والے تھے - انگلستان کی نمائندگی ڈیوک آف ولنگٹن اور لارڈ کاسلری کو تفویض ہوئی تھی اور فرانس کی طرف سے ڈیوک شیلیو نیابت کرنے والا تھا زار کی معیت میں نیسل روڈ اور کاپوڈسٹریا، شاہ پرشیا کے جلو میں ہارڈنبرگ اور برنسڈورف، اور آسٹروی شاہنشاہ کا ہمرکاب میٹرنخ تھے + شاہنشاہ فرانسس سلطنت مقدس کے دارالخلافت کی سمت آرام دہ گاڑیوں میں روانہ ہوا اور نہایت خرم و احتیاط کے ساتھ ایسا راستہ اختیار کیا تھا جہاں کے باشندے شہنشاہی روایات کے پرستاروں میں سے تھے - اسکا سفر ایک مظفر و منصور جلوس کے مثل تھا + رائن کے نشیبی راستے پر جہاں کہیں شاہی بیڑا ساحل نوازی کرتا خاندان ہاپسبرگ (Hapsberg) کے پیشوا، ملوکیت جرمنی کی روایات کے وارث اور خاندان کا استقبال نہایت گرم جوشی اور تپاک سے کیا جاتا تھا ۱۸۰۶ء کی دستبرداری لوگوں نے فراموش کر دی تھی اور عامۃ الناس (قیصر) کو خوش آمدید کہنے وقت ایسے شاہ آسٹریا کی

حیثیت سے نہیں خیال کرتے تھے بلکہ اُسے قیصران روما کا جانشین خیال کرتے تھے

۵۸ **شہنشاہ فرانسس کا دورہ ایکس میں**

تزک واحتشام تو بس ایکس میں معراج کمال پر پہنچ گیا۔ یہاں پر قدیم رسم کے موافق فرانسس روما کے تقدس مآب قیصروں کے آخری جانشین کی حیثیت سے اور ایک ایسی دنیا کا تنہا دیکھ بادشاہ ہوکر جسمیں اس خطاب کو "عمومیت" حاصل نہیں ہوی تھی شارلمین کے مقبرے پر ادائی نماز کے لیئے لایا گیا۔ جب وہ جھکا تو اسوقت تمام لوگوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور سب کے سب سربسجود ہوگئے، حالانکہ اُن کا پروشیائی بادشاہ جو لوتھروی فرقے کا پیرو تھا خود ان کے وسط میں استادہ تھا "اور نہایت متردد معلوم ہو رہا تھا" یہ تمام منظر گویا ایک نقش تھا اُن تعلقات کا جو مابین خاندان ہاپسبرگ اور ہوہین زولرن میں دوسرے نصف صدی تک قائم رہا +

یہ عالمگیر غلغلہ شادمانی جو شاہنشاہ فرانسس کے اعزاز میں بلند کیا گیا تھا ایک حدتک نہایت اطمینان بخش تھا + اس سے اُس اخلاقی بلند پائیگی کا پتہ چلتا تھا جو آسٹروی امرا و اراکین کا دربار جرمنی میں تھا۔ اب دیکھنا صرف یہ رہ گیا تھا کہ یہ جوش اور سرگرمی "مجالس یورپ میں" کہانتک قائم رہتی ہے + زار کا رویہ ایک "عدد نامعلوم" کی طرح ابھی غیر متیقن تھا اور تمام مدبرین سلطنت کے توقعات اور اندازے کو ایک لمحے میں درہم برہم کرسکتا تھا۔ اب اسوقت میٹرنخ کے سر پر اپنے اصولوں کی تبلیغ کا وہ جنون سوار تھا جس نے آخرکار فریڈرک کو جکوبنزم کی طوفان خیزیوں سے نکال کر تقوی اور خدا ترسی کے اس ورطے میں پھنسا دیا جو اس سے کسی طرح کم پرآشوب نہ تھا +

**زار کا رویہ**

لیکن یہ زار کا انجیلی انجمنوں کے لیئے انہماک نہ تھا جو تشویشناکیوں سے مملو تھا۔ گو ایک ایسی طاقت کے لیئے جو روس اور روما دونوں میں ساتھ ساتھ اپنا اثر قائم رکھنا چاہتی ہو یہ فعل ایک حدتک ترددات سے خالی نہ تھا + روسی عاملوں کی (جو تمام یورپ میں) خفیہ ریشہ دوانیاں تشویش اور بے چینی پھیلانے لگیں۔ اٹلی میں بالخصوص انھوں نے شورش پسندوں کی جماعت سے سازباز کرنا شروع کردیا تھا اور آسٹریا کے پہلو میں ہلچل ڈال دینے کے پورے منصوبے باندھے جاچکے تھے + اور آسٹریا کی تشویش اور انتشار کا خیال خود انگلستان

آخر میں ہوگیا کیونکہ میڈرڈ میں جنرل ناتی چیف کی سازشوں نے اسپین میں اس کے اقتدار کو معرض خطر میں ڈال دیا تھا اور دوسرے مقامات پر روسی ریشہ دوانیوں کی شہ پاکر اسکی (جنرل مذکور کی) حوصلہ مندیاں بحیرۂ روم میں یقینی کچھ نہ کچھ رنگ لاتیں + تقریباً دو سال تک یہ خطرہ ترقی پذیر رہا کہ زار اپنے تعلقات مجالسۂ یورپ سے منقطع کرلے گا اور بوربنس کی ریاستوں سے ساز باز کر کے وہ ایک دوسری طرز (طرق) کی بنیاد ڈالے گا جس سے تمام یورپ میں ایک دفعہ اور اضطراب پھیل جائے گا + کانفرس منعقدہ ایکس کے رویے سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ جاتی کہ یہ خطرات کہاں تک قابل پذیرائی تھے ؛

ایک طرح سے میٹرنخ پر یہ بات بہت جلد منکشف ہوگئی تھی کہ آسٹروی ۵۹
نقطۂ خیال سے زار کے رویے میں امید افزا تغیر واقع ہوا تھا + کہا یہ جاتا ہے کہ روسی افواج میں افسروں کی ایک خفیہ انجمن کے انکشاف سے اسکا عقیدہ "لبرل اصول" میں بالکل متزلزل ہوگیا تھا اور اس حقیقت کا انکشاف اس مضحکہ انگیز سازش سے بہمہ جہت مکمل ہوگیا جس میں میٹرنخ کو ایکس کے راستے سے لے بھاگنے کی کوشش کی گئی تھی + اب آسٹروی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لیئے میٹرنخ کو اپنے لاثانی ذاتی اقتدار کو برسرکار لانے کے لیئے راستہ صاف تھا + اور اگر ایک دفعہ بھی روس مٹھی میں آجاتا، پھر آسٹریا کا تمام یورپ میں بول بالا تھا کیونکہ اسے ایک طرف تو انگلستان کی ٹوری گورنمنٹ کی ہمدردی حاصل تھی۔ دوسری طرف پروشیا گرداب انقلاب کی طرف کشاں کشاں چلا جاتا تھا اور اس پر سراسیمگی طاری ہو چکی تھی، تیسری طرف فرانس تھا جسکی نکیل حلیفوں کے ہاتھ میں تھی + اس طرح سے انقلاب کو کچل دینے کے لیئے اور اس استحکام کو استوار اور مامون رکھنے کے لیئے جو آسٹریا کی بہبودی کے لیئے ناگزیر تھا، اگر وہ (میٹرنخ) سلاطین یورپ کی متحدہ قوت کو جنبش میں لاتا تو یورپ میں کوئی ایسی طاقت نہیں رہ گئی تھی جو اسکی سد راہ ہو سکتی + لیکن ابھی ایک دوسرا خطرہ باقی رہ گیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اگر انگلینڈ نے ایک علیحدہ اور تنہا پالیسی اختیار کرنے کا خواب کبھی دیکھا تھا تو وہ اسوقت ایک مشترک خطرے کے مقابلے میں ایک متحدہ محاذ پیش کرنے کی اہمیت میں وہ دوسری طاقتوں کا ہمنوا تھا۔

انخلائے فرانس، حلیفوں میں اسکی شمولیت، اور اگر ایسا ہو سکے تو پھر اسکی سلامت روی کی کیا ضمانت حاصل کی جائے ایک سلسلۂ سوالات تھا جسے الکزنڈر خود ایکس میں معرض بحث میں لانے کا ارادہ کر چکا تھا + متذکرۂ بالا پہلے دو مسائل تو آسانی سے طے پا گئے۔ میٹرنخ کی تحریک پر اکتوبر ۱۸۱۸ء کی پہلی تاریخ انخلائے فرانس کی مقرر ہوی ۱۵ نومبر کو حسب معمول بادشاہ فرانس کو اس جلسے کی شرکت کی دعوت دی گئی

**فرانس کی شمولیت دول متحدہ میں**

جس میں مسائل یورپ پر رائے زنی ہونے والی تھی۔ لیکن جس اصول پر ان مباحث کی بنیاد تھی اس پر متفق الرائے ہو جانا کچھ آسان نہ تھا + اسٹریا جسکی پالیسی کا خلاصہ (لب لباب) اسوقت اسکی جانب سے ہراس اور اس سے بدظنی تھی یہ معلوم کر کے نہایت پریشان ہوا کہ زار کا مقصد اس اصول کو اتحاد اربعہ کا لباس پہنانا نہ تھا بلکہ اسکو "اتحاد مقدس" کے اس قانون کا رنگ دینا تھا جس نے تمام اقوام کا ایک بھائی چارہ قائم کر دیا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ محض صلح شومون (Chaumont.) کی تجدید سے ٦٠
اُن حکومتوں میں رشک و عناد کی گرم بازاری ہو گی جو اتحاد اربعہ سے علیحدہ کر دی گئی تھیں۔ اور اس طرح سے تمام یورپ میں رشک و رقابت کا ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا اور دو مخالف صفیں نبرد آزما ہو جائیں گی + محالفۂ مقدس کا یہ خطرناک لیکن پرشوکت اصول اور اسکی یہ جامعیت اور وسعت نظری ایک طرف تو انقلابی شورش کو فرو کر دیتی اور دوسری طرف خود اُن حکومتوں کے رویے کی نگراں رہتی جو اپنی قدیم پالیسی "اندرونی انتظامات میں خودمختاری اور بیرونی معاملات میں اتحاد برائے گفتن" پر رجحی ہوی تھیں۔ اور یہی وہ خطرات ایسے تھے جن کے مقابلے اور مدافعت میں محالفۂ مقدس کی مذکورۂ بالا دو خصوصیتیں یقیناً کامیاب ہوتیں۔ اس کو بذات خود صرف یہ خواہش تھی کہ ملکی تقسیم جس طرح سے ۱۸۱۵ء میں طے ہوی تھی وہ قائم رکھی جائے۔ اور اسکا وہ اقتدار تسلیم کر لیا جائے جو صلحنامہ جات وائنا کی رو سے اُسے حاصل تھا۔ کیونکہ دائمی امن و سکون کی بنیاد اسی پر تھی۔ *

* "خفیہ تذکرہ کابینہ روس" پولوڈٹسوف "مراسلات تدبری" ۲، ۲۹۳-۳۲۸۔

بدقسمتی سے "اس عقیدے کی پاکیزہ حقیقت" دوسری حکومتوں کے "دل میں اتر نہ سکی"، جنھوں نے اپنے دقیانوسی خیالات کو کلیجے سے لگا رکھا تھا + زار کے اس پر اسرار رویے کو اسٹریا نے اپنے خوف اور مطلب کے رنگ میں مشاہدہ کیا۔ اس کے دماغ میں یہ عقیدہ جاگزیں تھا کہ الکزنڈر حکومت ہائے یورپ کے پورے جتھے پر دسترس حاصل کر کے خود مختار بننا چاہتا ہے اور ان کے نگہبان اور سرپرست ہونے کی آڑ میں بالآخر وہ یورپ کا حکمران بن جاتا ہے۔ ان اشتباہات میں انگلستان بھی شریک تھا + جون میں بیرن ونسنٹ نے ڈیوک آف ولنگٹن کو اس امر کی اطلاع دی کہ روس مذہب کے آڑ میں ایک زبردست فوجی طاقت کی تیاری میں مصروف ہے* اور پھر اگر زار کی غیر یقینی سیاسی چالوں سے قطع نظر کر لیا جائے تو بھی انگلستان میں یہ خیال ترقی پذیر تھا اور اس کا موئد کابینہ میں خود جارج کیننگ تھا کہ ایک ایسے معاہدے میں شرکت نہیں کرنی چاہیئے جس میں بین الاقوامی مداخلت کا جواز تسلیم کر لیا گیا تھا، کیونکہ اس سے برطانیہ عظمیٰ کی آزادی اور بالخصوص اقتدار کار فرمائی کو صدمہ پہنچنے والا تھا + گو کاسلری کا یہ ایمان تھا کہ مجالسہ یورپ کے استحکام پر یورپ کی عافیت کا دار و مدار ہے۔ لیکن مذکورۂ بالا آخری صورت میں حکومت برطانیہ پارلیمنٹ کی جوابدہ تھی اور یہ ایک ایسی حقیقت تھی جس پر انگلستان کے رویے کا انحصار ہونا چاہیئے + انگریزی مدبر کے سامنے ایک ایسے محالفے کے قبول کرنے کا مسئلہ تھا جو ایک قطعی 61
اور نہایت واضح مقصد کے حصول کے لئے ایک مشترک پالیسی وضع کرتا تھا وہ ایک ایسے بین الاقوامی نظام کا کسی طرح سے موئد نہیں ہو سکتا تھا جس کی بنیاد ایسے اصول پر رکھی گئی ہو جو بجائے خود موہوم ہو اور جس میں "کھینچ تان" کی بے حد گنجائش ہو + زار کی تحریک پر اس نے جواب دیا کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی شرکت سے "محالفے" کی اخلاقی قوت کمزور ہو جائے گی اور میٹرنخ کا ہمزبان ہو کر اس نے یہ تجویز پیش کر دی کہ محالفہ اربعہ پھر زندہ کیا جائے۔ اور فرانس کو اس میں شریک ہونے کی دعوت دی جائے۔ الکزنڈر بجائے خود مجالسے میں

* باتھرسٹ بنام کاسلری۔ "مراسلات کاسلری" سلسلہ ۳-۳، ۶۰ +

فرانس کی شرکت کا مخالف تھا تاوقتیکہ وہ (فرانس) اپنے اندرونی دروبست اور حکومت کے امن و استحکام کی "معقول" ضمانت نہ دے سکے اور بہرصورت وہ اس بات پر زور دیتا تھا۔ اور وہ ایسا کرنے پر حق بجانب بھی تھا کہ فرانس کو کس طرح سے ایک ایسے محالفے میں شریک ہونے کی دعوت دی جا سکتی تھی جو خود اُسکے خلاف کھڑا کیا گیا تھا + اب رہی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی شرکت اس کیلئے وہ کہتا تھا کہ ان کی صلاح اور رائے کم سے کم ان معاملات میں تو ضرور لینی چاہیئے جن کا اثر خود اُن پر پڑتا تھا۔ ان تمام کشاکش کا کیا نتیجہ ہوا؟۔ ایک طرح کا من سمجھوتہ!

**۱۵ر نومبر ۱۸۱۸ء کے معاہدے**

۱۵ر نومبر ۱۸۱۸ء کو دو دستاویزوں پر دستخط کیئے گئے۔ پہلا تو صرف ایک مسودہ تھا جسکی رو سے "محالفۂ اربعہ" از سر نو زندہ کیا گیا تھا اور دستخط کرنے والی حکومتوں کو اس امر کا اختیار تفویض کیا گیا تھا کہ اگر فرانس میں پھر کوئی بدنظمی ہو تو وہ فوجی نقل و حرکت کے مختار ہیں ٭ دوسرا ایک اعلان تھا جس میں شرکت کی دعوت فرانس کو دی گئی تھی۔ اس میں حکومتوں کا یہ ارادہ ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ ان برادرانہ تعلقات سے کوئی مزاحمت نہ کریں گے جو عیسائی حکومتوں کے "بھائی چارہ" سے قائم ہو گئے تھے + اعلان مذکور نے اس محالفے کا مقصد امن و عافیت کا تحفظ بربنائے صلحنامہ جات ظاہر کیا اور آخر میں اس امر پر زور دیا تھا کہ دوسری ریاستوں کے معاملات کے متعلق جب تک کہ وہ خود خواہش نہ ظاہر کریں کسی قسم کے
٦٢ "جزوی اتحاد" کی بنیاد نہ ڈالی جائے اور اگر انھیں اتفاق ہو تو ان کو شرکت کا بھی استحقاق حاصل ہو گا *

محالفۂ مقدس کی "شفاف روح" کو گوشت و پوست سے ملبوس کرنے کے آج تک جتنے مساعی عمل میں آئے ان میں یہ صلح نامہ سب سے زیادہ اہم اور وقیع تھا + اب دیکھنا صرف یہ تھا کہ اس میں حس حیات کہاں تک پیدا کی جا سکتی ہے۔

---

٭ اسکے تمام شرائط کی اطلاع لوئی ۱۸ اور رشلیو کو دیدی گئی تھی + مکمل عبارت "مراسلات ویلنگٹن" (ضمیمہ) (۱۲، ۸۳۵) میں ہے +

* ہرٹسلٹ ۱، ۵۷۱ +

بہرحال جن لوگوں کو زار کے دلفریب خواب کے نفاذ سے بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں ان کے لئے کانفرنس منعقدہ ایکس کے نتائج یاس افزا ثابت ہوئے۔ دنیا میں آج تک کوئی ایسا قانون وضع نہیں کیا جا سکا جو شاہی "بھائیوں" کو بھی دست و گریباں ہونے سے روک سکے۔ اور چونکہ کانفرنس کو یورپ کے تمام مسائل پر بحث مباحثہ کرنے میں مطلق پس و پیش نہ تھا اس لئے مخالفت اور ناموافقت کے اسباب میں بھی فراوانی رہی + ایک شاندار متفق اللسانی صرف نظریات کے اختراع اور انکشاف تک محدود تھی یا چند ایسے ممکن العمل مسائل بھی واجب التسلیم ہو سکتے تھے جن میں موافقت کرنے کی ضرورت تھی اور جسکی روشن مثال فرانس سے حاصل ہو سکتی ہے + لیکن جہاں کہیں خطرے کی اہمیت زیادہ نہیں محسوس کی جاتی تھی وہاں باوجود اسکے کہ مشترک مقاصد پیش نظر تھے، مشترک مساعی کا فقدان تھا + شمالی افریقہ کے بحری ڈاکو امن و سکون

**باربری کے بحری ڈاکو اور بردہ فروشی**

میں مخل تو تھے ہی ان کے نام سے تمام یورپ رعشہ براندام تھا۔ افریقہ کے شمالی ساحل سے جو ان کا گہوارہ تھا، نکل کر وہ بحیرۂ روم اور اس سے پرے تمام چپے چپے کو چھان ڈالتے تھے، حتے کہ خراج رہزنی دریائے نائبر میں وصول کرتے اور دریائے ایلب کے دہانے پر جرمنوں کے اسباب تجارت کی فکر میں تاک لگائے بیٹھے رہتے تھے + ۱۸۱۴ء میں آسٹریا نے مجبور ہو کر اپنی تجارت کو عثمانی پرچم کے دامن عافیت میں دے دیا تھا۔ دوسری طرف پروشیا اور جرمنی کے دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستیں جنہیں کچھ بھی بحری تجارتی طاقت حاصل تھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہایت بیکسانہ اور شرمناک طریقے سے ان کی غارتگری کو دیکھتی تھیں اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی تھی + روس کی معیت میں پروشیا نے یہ تجویز پیش کی کہ اس بے ہنگامی کا تدارک کرنا چاہئے۔ لیکن اس مساعی مشترک سے روسی بیڑے کا بحیرۂ روم میں داخل ہونا ناگزیر تھا + انگلستان نے اسکی مخالفت کی اور یہ تجویز مسترد ہو گئی + یہی انجام انگلستان کی اس تجویز کا ہوا جو اس نے غلامی کی تجارت کے خلاف پیش کی تھی وائنا کی کانگریس نے اصولاً اس قسم کے کاروبار پر نفرین کی تھی لیکن ابتک اسکا انسداد یوں نہیں ہو سکتا تھا کہ ان جہازوں کی گرفتاری جو اس قسم کی تجارت کے ذمہ دار تھے ناممکن تھی، انگلستان نے یہ تجویز صفحہ (۶۳)

پیش کی کہ اس کے جنگی بیڑوں کو تمام سمندر میں ہمیشہ جہازوں کی تلاشی لینے کا حق تفویض کر دیا جائے۔ لیکن دوسری حکومتوں کو اس پر حق بجانب اعتراض ہوا اور بعض نے تو اشارۃً کنایۃً یہاں تک کہدیا کہ یہ دغاباز جزیرہ اپنے ہمعصروں کی تجارت میں روڑے اٹکاتا ہے * زار نے ایک دوسری تجویز پیش کی۔ لیکن اسکا بھی یہی انجام ہوا اور یہ مسئلہ ایکس میں طے ہو سکا ؛

گو ان فروعات میں حکومتیں ایک دوسرے کے ہم خیال نہ ہوسکیں لیکن انھوں نے یہ البتہ ظاہر کر دیا کہ ان کی خود سری ایک امر مسلمہ بن چکی ہے + کچھ عرصے تک تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا حلقۂ اقتدار یورپ کے دائرے سے بھی وسیع تر ہو کر رہے گا۔ پریسیڈنٹ **منرو** کا مہتم بالشان پیغام "امریکہ برائے امریکن" اب تک دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا گیا تھا۔ اسپین اور اسکی نوآبادیوں میں جو تنازعہ کھڑا ہونیوالا تھا اس میں کانگریس مداخلت کرنے سے یوں معذور ہوگئی کہ خود حکومتوں کے متضاد آراء اور اعتراض ایک دوسرے کے منافی تھے۔ اور اس تلخ حقیقت کا انکشاف اس سوال کے پیدا ہوتے ہی ہو گیا تھا لیکن خود یورپ میں بھی حلیفوں کے فیصلوں کو بغیر حرف شکایت زبان پر لائے ہوئے تسلیم نہیں کرتے تھے + اسوقت سویڈن اور ڈنمارک میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور موخر الذکر ناروے کے باغیوں کو برابر شہ دے رہا تھا اور حکومتوں نے **برناڈوٹ** شاہ سویڈن کو صلح نامہ کیل کی شرائط کے خلاف بطور انتقام عمل پیرا ہونے پر ڈانٹ بتائی تھی + بادشاہ نے سر تسلیم خم کر دیا لیکن اس نے شاہ فرانسس کے پاس ایک خط بھیجا جس میں دوسرے درجے کی طاقتوں کی طرف سے حکومتوں کے خود سرانہ اور جابرانہ رویے کی شکایت کی تھی ؛

**حکومتیں اور ریاستہائے جرمنی**

معاملات جرمنی میں موخر الذکر کی مداخلت حسب منشاء قانون متفقہ جسکے موثر بنانے کے لیئے یورپ ذمہ دار تھا کچھ زیادہ قابل اعتراض نہ تھی اور "مشارکت دریائے رائن" کے قدیم حکمران

* مارٹینس (نمبر ۲، ۲۹۹) میں "تذکرۂ کاپو دستریا" دیکھا جائے + ہر جگہ انگلستان کی خود غرضی اور ہر امر کو تجارتی معیار پر اندازہ کرنے کا ذکر ہے +

اس اتحاد میں بطور خود مختار حکمرانوں کے شریک ہوئے تھے اور اپنی اس حیثیت کے
تحفظ کے خیال سے اُنھوں نے خود کانگرس میں اپیل کی، کیونکہ یہی ایک طاقت تھی ۶۴
جس کے اُن اختیارات کو جن سے ان کے رتبے اور حیثیت کی تصدیق ہوسکتی تھی۔ یہ تسلیم
کرتے تھے۔ والی ہسی نے اپنے بادشاہ بنائے جانے کے لیئے دول کو عرضی
دی۔ لیکن جب اُنھوں نے اسے بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو اس نے
اس خطاب (یعنی "الکٹر") کو اپنا طرۂ امتیاز بنایا جو سلطنت مقدس کے زوال کے
بعد بالکل بے معنی ہوگیا تھا، سابق حکمران شاہزادے جو ان ریاستوں پر نالاں تھے
حکومتوں کی بارگاہ اجابت میں فریادی ہوئے تو باڈن اور ہسی کے حکمرانوں کو
ہدایت ہوی کہ وہ ان سے پہلے سے اچھا برتاؤ کیا کریں + سب سے اہم مسئلہ
حکومت باڈن کی جانشینی کا تھا جو کسی وقت میں اتنا نازک ہوگیا تھا کہ تمام جرمنی
میں خانہ جنگی کی گرم بازاری ناگزیر معلوم ہوتی تھی اور جو اب تک امن و سکون کا منافی معلوم
ہوتا تھا۔ لیکن زار کے ایما اور اثر سے ہوخبرگ کے کاونٹوں کے موافق
فیصل ہوگیا۔ اُن تمام مسائل کے تصفیئے کے لیئے جو ملکی مقبوضات کے متعلق تھے
فرانکفورٹ میں ایک کانفرنس منعقد ہوی اور بالآخر ہر چہار حکومت کا دستخطی صلحنامہ
۲۰ جولائی ۱۸۱۹ء کو تیار ہوا + اور سلاطین یورپ نے بویریا کے اعتراضات اور شکایات
کو نظر انداز کردیا +

حکومت ہائے جلیلہ نے آج تک نہ تو پہلے کبھی ایسا متحدہ محاذ مقابلے
کے لیئے پیش کیا تھا اور نہ پھر اس کے بعد کبھی ایسا کیا + اب تک جب کبھی وہ کسی امر پر
متفق الرائے ہوتے تھے تو امن یورپ کے تحفظ کے لیئے ان کے جملہ مساعی نہایت
سچے اور مخلصانہ ہوتے تھے، لیکن میٹرنخ کو یہ گوارا نہ تھا کہ معاملات بس انھیں تک
رہ جائیں + اس نے خیال کیا کہ اس سے زیادہ مبارک ساعت تمام طاقتوں کو متحد
کرکے اپنی دیرینہ آرزو انقلاب فرانس کو کچل دینے کے لیئے پھر کبھی حاصل نہیں
ہوسکتی + وقت اب آگیا تھا کیونکہ الگزنڈر ہی صرف سخت کوشی اور دراز دستی کا مخالف
رہتا تھا اور اب اسے اس امر کا احساس ہونے لگا تھا کہ خوفناک تحریکیں خصوصاً جرمنی میں
برسر کار تھیں + کانگرس کی نشست کے دوران ہی میں اس نے اپنے جلو کے ایک نوخیز

باشندۂ والیشیہ مسمی استوروزا کو جرمنی کی حالت پر ایک رپورٹ تیار کرنے کا حکم دیا۔ نتیجہ ایک پمفلٹ تھا جسمیں جرمنی کی یونیورسٹیوں کو انقلابی شورانگیزیوں کا گہوارہ ظاہر کیا گیا تھا۔ اسکی اشاعت نے جرمنی میں ایک طوفان تنفر برپا کر دیا اور کوٹسیبو ہوئے ایک اخبار نویس نے جسکے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ محکمہ خارجہ روس کے (۶۵)
سلک بلازمت میں تھا، یہ مشہور کر کے کہ یہ خیال خود زار کا تھا اور قیامت مچا دی۔ "جرمن انجمن ہائے طلباء" کا جوش اشتعال روس کے خلاف اور بھڑک گیا۔ مٹرنخ کو اس شورش کا مطلق خیال نہیں ہوا اور گو وہ اُسے بذات خود خطرناک سمجھتا تھا، لیکن وہ اس امر کا بھی قائل تھا کہ اس سے زار میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ انقلابی نقطۂ نظر سے ممکن ہے کہ زار کے دماغ میں جرمنی کے معاملات میں مداخلت کرنے کا خیال زیادہ راسخ پیدا ہوا ہو، لیکن کم سے کم یہ تو ہوا کہ اب اسٹریا کو روس کی طرف سے مخالفت کا اندیشہ نہ تھا۔

اس طرح سے اسٹروی نقطۂ نظر سے جو جلسہ ایکس میں منعقد ہوا تھا وہ ہر طرح سے مکمل اور کامیاب نہیں تھا۔ ایک یادداشت میں جو پرنس مٹرنخ کے پاس بھیجی گئی تھی گینتس نے اس کانفرنس کے مادی اور اخلاقی نتائج کا نہایت فخر و مباہات سے تذکرہ کیا ہے۔ ان سب سے زیادہ مہتم بالشان حکومتوں کی وہ ایثار نفسی تھی جس سے محالفۂ یورپ کا شیرازہ بکھرتے بکھرتے رُک گیا اور وہ "حقیقی متبرک محالفہ جسکا محالفۂ مقدس محض ایک ناکمل نمونہ تھا" اب بھی طوفان حوادث کے لیئے ایک "نہایت زبردست اور گرانقدر لنگر" ثابت ہوا۔ مٹرنخ نے اپنی خوشی کا اظہار اس سے مختصر الفاظ میں کیا لیکن جوش مسرت میں کوئی کمی نہ تھی۔

**پرنس مٹرنخ اور اسکی پالیسی**

ایکس سے اس نے لکھا کہ "میں نے اس سے زیادہ مختصر اور دلچسپ کانفرنس اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی"۔ اُس کے پاس اس طمانیت کے کافی وجوہ موجود تھے کیونکہ جس روز ایکس میں کانفرنس منعقد ہوی ہے اُسی روز اسکی عظمت کا سکّہ تمام یورپ کے دل پر بیٹھ گیا۔ حاسد مدبرّین سلطنت وائنا کے اس دلائی لامہ، کا مذاق اڑالیں، اسے پالش کی ہوئی خاکستر کہدیں اسکے ان پاکیزہ اور ٹکسالی جملوں پر ہنس لیں جو بعض اوقات معمولی

خیالات کی پردہ پوشی کے لیئے استعمال کرتا تھا۔ لیکن یہ تو ایک حقیقت
تھی کہ یہی ٹکسالی جملے یورپ کی عظیم الشان بارگاہ حکومت میں ایک زبردست اور
کبھی نہ چوکنے والے سیاسی دماغ کے نصوص اور الہامات تصور کیئے جاتے تھے
اور جب تک زاویہ نشینان حرم کی عقیدت مند گردنیں جھکی رہتیں یہ ملہم سیاسی
اُن قلیل التعداد تشکیکین کو نظر انداز کرسکتا تھا جو اس کے دائرۂ عقیدت سے
باہر تھے + بعد کی آنے والی نسلوں نے پرنس میٹرنخ کے حق میں جو فیصلہ صادر
کیا ہے اور جس پر اُن اثرات کا رنگ غالب ہے جسکی مدافعت کے لیئے اپنی تمام
زندگی وقف کردی تھی، اس میں انصاف اور حق پژوہی کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صفحہ (۶۶)
وہ بسمارک کی طرح ایک عظیم الشان ہیجان ملی کا ثمرہ نہ تھا اور جیسا خود اسکے سیاسی
عقیدے سے ظاہر ہوتا ہے اس نے کبھی اس امر کا دعوے کیا کہ وہ اس زمانے
کے ان رجحانات کا صحیح اندازہ لگا سکتا تھا جو حجابات گوناگوں میں مستور تھے
اور جن کی رہنمائی کا وہ دعویدار تھا۔ وہ اس عصر کے آستانے پر تھا جسکی مادّی اور ذہنی
بالیدگی لاثانی تھی۔ اُسے اس امر کا یقین تھا کہ اسکا قرعہ فال ایسے زمانے میں نکلا تھا
جو روبہ انحطاط تھا اور جسکی قسمت میں زوال پذیر مجالس اور جماعتوں کو محض سہارا دینا ہے + اسکی
سیاسی چالوں میں بھی کسی زبردست دل و دماغ کی جھلک نہیں پائی جاتی نپولین کی
رائے اس کے متعلق یہ تھی کہ وہ غلطی سے سازش کو سیاست سمجھتا تھا۔ اور گو قوشے
(جسکی اہلیت بحیثیت ایک صائب الرائے جج کے مسلم الثبوت ہے) کا فیصلہ یہ ہے کہ
اس میں ایک سراغ رسانی کی طرح سے دوسروں کی کمزوریوں اور عیبوں کو
تاڑ لینے کا خصوصیت کے ساتھ ملکہ ہے تاہم راُن کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ
یہ مثل ایک ایسے مدبّر کے تھا جسکے اصول ایک ہفتے سے زیادہ قائم نہیں رہتے تھے
اور جو اپنے مقاصد اور طرق عمل کو ہر لمحہ تبدیل کرنے کو تیار رہتا خواہ اسکے اس فعل
سے راستی اور علو النفسی کا خون ہی کیوں نہ ہوتا ہو + وہ "ابن الوقت" تھا اس میں
تو کوئی کلام نہیں اور غالباً اسکی زندگی کی سب سے بڑی فروگزاشت یہی تھی کہ وہ اسے
بھی پابندی کے ساتھ نباہ نہ سکا + وہ کسی نازک موقع پر دنیا کے امن و عافیت کو
مصئون و مامون رکھنے کے لیئے اگر کسی ہنگامی مصلحت کی بنا پر کوئی طرز عمل

اختیار بھی کرتا تھا تو وہ پھر اسے تدبیر سیاست کا ایک مستقل اصول قرار دیدیتا تھا اور اس طرح سے وہ محض اصول پرستی ( Doctri Mairism ) کے اُن نقائص کا شکار ہو جاتا تھا جسے وہ دوسروں میں دیکھتا تو نفریں کرتا تھا۔ اور اس طرح سے گو میٹرنخ کے خیالات بیشتر محدود اور اسکی توقعات حزن انگیز تھیں وہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے کو مختلف حالات اور واقعات کے موافق بنالیتا تھا اور پھر انھیں نہایت جرأت کے ساتھ انجام کو پہنچاتا تھا + جسوقت آسٹریا شہنشاہی فرانس سے دست و گریبان تھا اور اسکی قسمت کے اُن لمحات کا انتظار تھا جب آخری فیصلہ سنایا جاتا، جب ہر شخص متزلزل تھا اور مایوس تھا اور اسباب کی کوشش کرتا تھا کہ اس کشاکش اور الجھن سے کسی طرح گلوخلاصی ہو جاتی اُسوقت اسی کا کام تھا کہ اس نے آسٹریا کے رویئے میں طاقت اور صلابت پیدا کر دی اور جس نے اُسے اس قابل بنا دیا کہ وہ اسبات پر فخر کرتا کہ وہ نپولین کو مغلوب کر سکا ایک خستہ اور ڈرپوک نسل کے لیئے اسکی ہستی ناگزیر تھی اور یہ اسکی بدقسمتی تھی کہ اس نے اسوقت وفات پائی جب اُسکا طرز عمل بے کار ہو چکا تھا اور اس حقیقت کو محسوس نہ کر سکا کہ جب خود اس پر کہولت طاری ہو رہی تھی اسوقت دنیا اپنے عنفوان شباب کی طرف رجعت کر رہی تھی + باوجود ان کمزوریوں کے آسٹریا کی زمام سلطنت ۳۵ سال تک اسکے ہاتھ میں رہی اور تقریباً اس مدت مدید کے نصف زمانے تک یورپ کے مجالس میں (۷۶ عملاً سب پر بھاری رہا + اس یورپ نے (جبکی گزشتہ عظمت کو از سر نو حاصل کرنے کا وہ طویل زمانۂ امن و عافیت ذمہ دار تھا، جو اسکی قابلیت سے میسر آیا تھا) اس پر اپنا فیصلہ صادر کیا ہے۔ اور "وہ علی شاہی" کے زیر اقتدار جب آسٹریا ۵۰ سال تک تجربات آئینی سے بہرہ اندوز ہو چکے گا اسوقت باشندگان آسٹریا کو اسے مطعون کرنے کا موقع ہاتھ لگے گا + *

میٹرنخ کی پالیسی کا اصلی معلم خود آسٹریا کی ضروریات تھیں + سیاسی طاقتوں کو متحرک کرنے سے شہنشاہی ہاپسبرگ (جبکا توازن ابھی بالکل قائم نہیں ہوا تھا)

* "پرنس میٹرنخ اور اسکا خارجی طرز عمل" مصنفہ ڈیمے پلچ +

کسی وقت عدم آباد پہنچ سکتی تھی، اور آسٹروی نقطۂ نظر سے یہ پالیسی سب سے زیادہ ضروری تھی کہ جس طرح سے ممکن ہو سکے معاملات اس طرح سے طے کیئے جائیں کہ تمام حالات بالکل ویسے ہی رہیں جیسے جنگ سے قبل تھے۔ اور یہ تمام مساعی ان تشویشناک شورشوں سے خطرے میں پڑتی جاتی تھیں جو آسٹریا کے سرحدی اضلاع کے باہر بالعموم اور خود جرمنی میں خصوصیت کے ساتھ رونما ہوتی تھیں میٹرنخ کے نزدیک وہ انقلاب جو جرمنی میں ہوتا کہیں زیادہ تشویشناک تھا بہ نسبت اُس انقلاب کے جو فرانس میں رونما ہوتا۔ اسکا مقولہ تھا "فرانسیسی آزادی کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں" اور وہ وقت بہت نازک ہوگا جب اہالیان جرمنی اپنے جوش کے ساتھ استقلال کو بھی بر سر کار لائیں گے اور جرمنی میں اس آزادی کی تحریک کا سدباب کرنا ہی اسکی پالسی کا مقصد اولیں تھا یہ اگر ایک دفعہ حاصل ہو جائے پھر اسے امید تھی کہ "مشارکت جرمنی" جو مدافعت کے لیئے کافی مضبوط تھا اور جارحانہ کارروائیوں کے لیئے کمزور تھا، آسٹریا کے سرکردگی میں، تمام دنیا کی عافیت اور سکون کو محفوظ رکھنے کے لیئے ایک نہایت زبردست مدافعانہ جماعت ہوگی* اسکی مجلس مشارکت ایک قسم کی بین الاقوامی عدالت العالیہ ہوگی جو ماف یورپ سے نظام و امن و عافیت کے نگہداشت کر سکے گی۔

خود جرمنی میں اس اسکیم کو کامیاب بنانے کے لیئے اسباب نہایت موافق تھے۔ وارٹبرگ میں مہم تفریحی کا جو افسوسناک قصہ پیش آیا تھا اس کے صدمے سے وہ ابتک نجات حاصل نہ کر سکا تھا۔ اور وہ ایک قسم کے روز افزوں چڑچڑے پن سے موعودہ آئین کا تذکرہ سنا کرتا تھا۔ یہ ابتک مستر و نہیں ہوا تھا۔ لیکن اسکی زندگی کا مدار ہارڈنبرگ پر تھا جسے گو تاج کے ایک قدیم نمکخوار ہونے کی وجہ سے بادشاہ اب بھی وابستگان دامن میں سے سمجھتا تھا لیکن اسکا اثر و اقتدار ایک بڑی حد تک زائل ہو چکا تھا اور ۱۸۱۹ء صفحہ (۹۸)
کی ابتدا میں کہولت کی وجہ سے بہت سے عہدوں سے محروم بھی کر دیا گیا۔

**پروشیا اور جرمنی میں لبرل تحریکات**

اسکی جگہ پر وزارت خارجہ میں کونٹ برنسٹورف آیا جو ڈنمارک کا سفیر بھی رہ چکا تھا اور روس کا قدیم دوست۔ زار اور میٹرنخ میں

* گروینس ۱، ۳۰۴۔

ابکس میں جو روابط قائم ہو گئے تھے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے آسٹریا کے لیئے
یہ ایک ذریعہ طاقت حاصل کرنے کا ہو گیا اور ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ الگزنڈر نے
پروشوی وزیر ہُمگن سٹائن کی اس خواہش کو کہ وہ فریڈرک ولیم پر زور ڈالکر اُسے (۶۹۸)
کسی جابرانہ طریق پر عمل پیرا ہونے کے لیئے آمادہ کرے اس بناپر نامنظور کر دیا
تھا کہ یہ اس اصول کے منافی تھا جسکی رو سے دوسری ریاستوں کے اندرونی
معاملات میں دست اندازی کرنا ناروا تھا، اب دوبارہ دربار وائنا کی
خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے اپنے نقطۂ نظر کو تبدیل کرنے کے لیئے
راضی ہو گیا۔ اور یہی نہیں بلکہ وہ دربار جرمنی میں اس امر کی سلسلہ جنبانی کے لیئے
تیار ہو گیا کہ انقلاب انگیز شورشوں کو عالمگیر ہونے سے روکا جائے لیکن
فی الحقیقت فریڈرک ولیم کو اس طرح سے مجبور کرنے کی ضرورت نہ تھی
اور اگر اسے اپنی حُرّیت پسندی کے ناموزوں اور بے موقع ہونے میں کبھی شک
بھی ہوا ہو تو خود احرار کی حماقتوں نے اُسے ہمیشہ کے لیئے فنا کر دیا، اور شاید
یہ مثل کہ جن کو خدا غارت کرنا چاہتا ہے انھیں پہلے مفتور العقل کر دیتا
ہے۔ کبھی اتنی صادق نہیں آئی جتنی کہ اس زمانے میں جرمن لبرل جماعت
پر بے کم و کاست صحیح اترتی ہے اگر طلبا کے مظاہرہ محشر زا سے
ارباب بست وکشاد ڈرتے تھے تو جنوب میں تجربات دستوری کے نتائج نے اُس مقصد اولین
کو ملوث کر دیا جسکے خلاف یہ مظاہرے کیئے گئے تھے + ورٹمبرگ میں طبقات مجتمعہ
اور تاج میں جو مناقشے رونما ہوئے اُن کا تذکرہ ہو چکا ہے + باڈن میں بھی
معاملات کچھ رو بہ اصلاح نہ تھے، اُن نمائندوں نے جن کی پیش نظر روایات کا
کوئی نصب العین نہ تھا اپنے رویہ کو ۱۷۸۹ء کے ‘‘جمعیت قومی’’ کے مطابق کر دیا+
مجلس کے اندر انھوں نے کوئی خطاب یا القاب قائم نہ رکھا اور اسکی توجیہہ یہ بتلائی
کہ ‘‘نمائندۂ عامۃ الناس’’ کے خطاب سے بڑھکر کون شخص معزز ہو سکتا ہے۔
اُنھوں نے شاہی خاندان کا وظیفہ یا وثیقہ بھی مختصر کر دیا + اور یہ باڈن کی پرستاری
سے کچھ ایسے مسحور ہوئے کہ جرمنی کے مشارکتی دستور سے آخر ٹکرا ہی گئے۔
اور جب وزیر لیبن اسٹائن ( Minister Liebenstein ) نے

صفحہ (۶۹)

یہ اعلان کیا ہے کہ جرمن مجلس مشارکت کا فیصلہ باڈن میں اسوقت تک قابل التسلیم نہیں ہو سکتا جب تک کہ قومی مجلس اس کو منظور نہ کر لے۔ اسوقت ان نمائندوں کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اسی لب و لہجے میں مباحثے کا سلسلہ کچھ ایسا چھڑا کہ گرینڈ ڈیوک آخر کار اکتا گیا اور ۲۸ جولائی کو اس نے ایوان کو ایک نامعلوم مدت تک کے لئے بند کر دیا۔ اس نے گو تین ماہ تک ایک طوفان تکلم برپا کر رکھا لیکن ایک قانون بھی وضع نہ کر سکا۔ بیویریائی پارلیمنٹ میں بھی اصول پرست حریت عروج پر تھی اور انتہا تو اسوقت ہوگئی جب مجلس نے افواج سے دستور کی حمایت میں حلف اٹھانے کا مطالبہ کیا۔ اٹلی میں فوجی سازشوں کی افواہ سن کر اور یہ خیال کر کے کہ شاید جنوبی جرمنی بھی اسی اکھاڑے میں اتر نہ آئے میکس جوزف نے آسٹریا اور پروشیا سے اس پارلیمنٹ کے خلاف امداد طلب کی جسکی بنیاد خود اس نے رکھی تھی۔ پروشیا نے مداخلت کرنے سے انکار کر دیا اور معاملات کسی نہ کسی طرح سے رفت گزشت ہو گئے لیکن فریڈرک ولیم پر اسوقت جو حالت طاری تھی اور جسکی آنکھوں کے سامنے ورٹمبرگ اور باڈن کے واقعات کا جو ہولناک منظر موجود تھا اس کا یہی اقتضا تھا کہ وہ اس سے متاثر ہوتا جیسا کہ فی الواقع ہو کر رہا۔ میٹرنخ کی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے ہزاروں دلائل اور براہین سے وہ نہیں ہو سکتا جو ایک بالکل لغو جرم کے ارتکاب سے ظہور پذیر ہوا ؛

**کوٹسبوئے کا قتل** کوٹسبوئے شاعر اور رسالہ نویس تھا اور اپنی اس ہمدردی کی بنا پر جو اسے روس سے تھی اور جسے وہ ببانگ دہل ظاہر کرتا تھا بہت بدنام تھا۔ آخر کار کارل سینڈ نامی ایک پرجوش لیکن سادہ لوح طالب علم کے ہاتھ سے مقتول ہوا جس نے اس قتل سے پہلے ادعیہ و عبادت اور حصول عشاء ربانی کے ذریعے سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس جرم کو اپنا مذہبی فرض تصور کرتا ہے۔ خود اس جرم سے زیادہ وہ تشویشناک حالت تھی جو اس واقعے کے رونما ہونے سے جرمنی میں عامۃ الناس کے قلب و دماغ پر مستولی تھی ؛

تعلیم یافتہ گروہ کی ایک بڑی جماعت نے قاتل کی نیت کو پسندیدگی کی

نظر سے دیکھا لیکن خود اس واقعے کو قابل نفرین سمجھا۔ البتہ ان لوگوں کی جماعت میں جن سے یہ امید نہ تھی، ایسے لوگ کم نہ تھے کہ جن کا خیال تھا کہ خود نیت کی پاکیزگی سے جرم جرم نہیں رہ گیا۔ ایک واعظ ڈیویٹ نے قاتل کی ماں کو جو خط لکھا تھا اس میں یوں رقمطراز ہے "چونکہ وہ اسے اچھا سمجھتا تھا اس لیئے جو کچھ اس نے کیا اچھا ہی کیا، اس مقدس اور معصوم نوجوان نے جس نیت سے یہ کیا ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ اچھے دن اب دور نہیں رہ گئے ہیں"

جہاں پر ایسے ایسے ذمہ دار لوگ بھی تعصب کی بھول بھلیوں میں گرفتار ہوں وہاں یہ کس طرح سے امید کیجا سکتی تھی کہ انجمن ہائے طلبا کے عجبان وطن عقل سلیم کے بارگراں کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ طلباء نے سینڈ کو ارسٹوگیٹون۔ ہارمودیوس۔ بروٹس اور دیگر ایسے مشاہیر کی صف میں جگہ دی جو جابر حکمرانوں سے نجات دلانے والے مانے جاتے ہیں۔ ۲۰ مئی سنہ ۱۸۲۰ء کو جب اسے اپنے جرم کی پاداش ملی اسوقت اس کے حلقہ بگوشوں نے اس واقعے کی یادگار میں نہایت ہمدردانہ مظاہرے کیئے یہانتک کہ وہ مقام جہاں وہ قتل کیا گیا تھا۔ (بہ تشبیہ مسیح) "جائے صعود" کے نام سے موسوم کیا گیا تھا

یہ نہیں امید کیجا سکتی تھی کہ جرمنی کی حکومتیں کسی ایسی کیفیت دماغی کے پرمذاق پہلو کو دیکھ سکیں گی جس سے کوتسبو سے۔ یولیوس قیصر ہم پلہ نظر آنے لگیں۔ اور اسوقت جب کہ غور و فکر کا توازن متزلزل حالت میں تھا سینڈ کے اس جرم کی خبر ایک بم کے گولے کے پھٹنے کے برابر تھی اور اس بھگدر نے ایک اور نازک صورت اسوقت اختیار کر لی جب ایک ناگزیر "نقال" نے ایک دوسرے ذی رتبہ افسر کی جان پر حملہ کیا۔ برلن میں ایک عرصے کے لیئے ہارڈنبرگ کے "دستور سازی" میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ ہارڈنبرگ جو اپنے عہد سے پر "کہن سالگی کی ضد" کے ساتھ چمٹا ہوا تھا خود سیلاب کے ساتھ بہہ گیا۔ ۲۱ مئی کو فریڈرک ولیم پولس کے اختیارات وسیع اور "سیاسی سرغناؤں" کو قانونی شکنجوں میں لانے کے لیئے پے درپے چند احکامات نافذ کیئے اور اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیدیا کہ

تمام پروشوی طالب علم بیے نا کے دار العلوم کو خالی کردیں کیونکہ یہ ہر نوع
یہی انقلابی شورشوں کا مرکز تھا اور بجائے اُن انتظامات کے جو یان نے
جمناسٹک کو مقبول عام بنانے کے لئے کیئے تھے اور جنھیں اس نے
مسترد کردیا تھا، اس نے جمناسٹک کے اس نظام کو بھی نامنظور کردیا جو خود
اسکی وزارت نے تجویز کیا تھا اور آخر میں برنسٹارف کو آسٹروی وزیر
کونٹ تسی شی کے ساتھ ملکر، مجلس مشارکت میں ایسی غیر معمولی تجاویز پیش
کرنے کے اختیارات تفویض کردئیے تھے جس سے تمام حکومتہائے جرمنی
کو کسی انقلابی خطرے کے رونما ہوجانے سے ایک سعی مشترک کا موقع
ملجاتا۔ کامتنس وزیر پولس کے زیر اثر (جسکا محبوب ترین شغل تفریح
سراینوہوں کا شکار کرنا تھا) پروشیا میں عہد ہول انگیز کا دور دورہ ہو گیا۔
بےسے بچہ بہانہ بھی اگر سزا دیدینے کے لئے نہیں تو حراست میں لے لینے کے لئے
کافی تھا۔ شہرت یا خدمت، کوئی چیز بھی ظلم وستم کو روک نہیں سکتی تھی۔
"جنگ آزادی" کا شاعر آرنٹ جسکی پرجوش رزمیہ نظموں نے،
جو نپولین کے طوق وسلاسل کو قوم کے فگار ہاتھ پاؤں سے لٹکانے کی ۷۱
ذمہ دار تھیں، محض اس بنا پر ماخوذ ہوگیا کہ اس نے خود حکومت کے حکم سے
ایک کتاب لکھی تھی اور ایک تحریر کی بنا پر پادریوں کے قتل کا خواہاں پایا گیا۔
اور یہی تحریر بالآخر خود بادشاہ کے دست خاص کی لکھی ہوی ثابت ہوی اور جو
اس حکم کے حاشیئے پر موجود تھی اور اس میں تمام عاقل وبالغ شہریوں کو فوراً فوج میں
داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ حکومت کی متجسسانہ اور مشتبہ نظریں کسی معمولی سے
معمولی کو بھی نظر انداز نہیں کرسکتی تھیں۔ حتیٰ کہ طلبا کے ملبوسات کی وضع وقطع
پر غور وفکر کرنے کے لئے ایک مجلس کابینہ مقرر کی گئی۔ پروشیا کی اس مجنونانہ
رجعت پسندی کو جرمنی نہایت نفرت اور کینے کی نظر سے دیکھتا تھا، اور اس کا
مقابلہ آسٹریا کی سیاسی زندگی کی اُس ساکن اور خاموش سطح سے کرتا تھا
جس میں ابتک آئینی اور قومی اولوالعزمیوں کی کوئی کشاکش نہ تھی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
اس نے جمود کو عافیت وسکون سمجھ لیا، اور اس تضاد سے جو نتیجہ صحیح

استنباط کیا گیا وہ سر تا سر غلط ثابت ہوا۔

**میٹرنخ اور پرشیا**
**مجلس معاہدہ ٹپلٹز**

جسوقت کوتسبوئے کے قتل کی خبر میٹرنخ کو پہنچی ہے، وہ اٹلی میں شاہنشاہ فرانسس کے پاس موجود تھا۔ اسے فوراً ایک چال سوجھ گئی اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اس موقع سے کما حقہٗ فائدہ اٹھائے گا۔ جنوب سے روانہ ہونے سے قبل ہی اس نے مشارکت کے مشہور ترین شہزادوں کی اُس مجلس کے ابتدائی مراحل طے کر لیئے جو کارلسباد میں منعقد ہونے والی تھی اور جسکا وہ خود صدر بننے والا تھا۔ اور قبل اس کے کہ یہ انجمن منعقد ہوئی وہ شاہ فریڈرک ولیم کی خاص دعوت پر اس سے بازدید کرنے کے لئے ٹپلٹز گیا اور وہاں وٹگنسٹائن اور برنسٹورف سے ملکر اس نے بادشاہ پر یہ بند ڈالا کہ وہ کسی طرح سے ہارڈنبرگ کی ان تجاویز اور مساعی کو ہمیشہ کے لیئے فنا کر دے جنھیں وہ دستور مجوزہ کو نافذ کرنے کے لیئے عمل میں لا رہا تھا۔ اور اُن تجاویز کو کامیاب بنانے کے لیئے جنھیں وہ اُس کانفرنس میں پیش کرنے والا تھا جو کارلسباد میں منعقد ہونے والی تھی۔ اس نے پروشیا کو ملانے کی بھی کوشش کی تاکہ وہ ان تجاویز میں اسکا ممد و معاون ہو جاتا۔ کچھ دنوں کے بحث و مباحثے کے بعد وہ اصول جو ان دو طاقتوں کے اس طرز عمل کے متعلق تھے جو انھیں معاملات مشارکت کے لیئے اختیار کرنا پڑتا، طے ہوئے ہیں اور آخر کار یہی اصول ایک یادداشت کی صورت میں تبدیل کر دیئے گئے جس پر یکم اگسٹ کو میٹرنخ اور ہارڈنبرگ کے دستخط ثبت ہوئے۔ اس دستاویز کی بنا پر ان خدمات کے صلے میں جو اُنھوں نے وائنا کی کانگریس کے سلسلے میں انجام دی تھیں، دو بڑی طاقتیں اس مشارکت کی نقل و حرکت پر قابو اور قدرت تنہا رکھنے پر مصر تھیں جو اسی جماعت کی ساختہ پرداختہ تھیں اور یہی نہیں بلکہ انھیں ان احکام کو بزور تعمیل کرانے کی قدرت حاصل کرنے پر بھی اصرار تھا جو مجلس مشارکت کی طرف سے نافذ ہوتے۔ اور چونکہ یہ کل احکام مجموعی طور پر تمام ریاستوں کی طرف سے نافذ ہوتے اس لیئے انکی تعمیل بھی تمام ریاستوں پر واجب تھی۔ یہ تجویز چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی حیثیت کو سخت خطرے میں ڈالنے والی تھی۔ اگسٹ کے آخر دفعہ

(جس پر اس مطالبے کی بنیاد تھی) کا اصلی منشا یہ تھا کہ وہ حکومت ہائے جرمنی میں امن و عافیت قائم رکھنے کی تمام ذمہ داری مجلس مشارکت کے سر تھوپ دے۔ اب رجع عمل کی خاطر اس دفعہ کے منشاء کو وسعت دیکر متعدد سلطنتوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا دعویٰ کیا جانے والا تھا، اور یہ ایک ایسا دعویٰ تھا صفحہ (۲۴۷)
جسے چند چھوٹی چھوٹی قوتوں کی خود مختارانہ حوصلہ مندیوں نے ضروری کر دیا تھا۔

اس طرز عمل کو اس شد و مد کے ساتھ وسعت پذیر بنانے کے علاوہ معاہدہ کن دولتوں نے چند ایسے معاملات معرض التوا میں رکھے تھے جن پر جلد سے جلد مباحثہ ہونے والا تھا۔ خصوصاً ایکٹ کی دفعہ ۱۳ کا اصلی مفہوم قائم کرنا اور یونیورسٹیوں پر زیادہ موثر طریقے سے قابو رکھنا۔ اول الذکر کا حال یہ ہے کہ پروشیا اس بات کا کوشاں تھا کہ قبل اسکے کہ وہ اپنے کو اس دفعہ کا پابند بنا لے جلد سے جلد اپنے اندرونی مالی اور انتظامی معاملات کو روبہ اصلاح کر لے۔ اور اس کے بعد بھی وہ جس دفعہ کا محض لفظی مفہوم تسلیم کرنے پر تیار تھا، یعنی صوبہ دار "طبقات مجتمعہ" کا اتحاد اور اتصال اور بس۔ اب رہا اُن حکومتوں کا سوال، جو محض اپنے "طبقات" کی آرٹیکرٹ کر نمائندوں کی ایک قائم مقام پارلیمنٹ قائم کر چکی تھیں، ان کے متعلق فی الحال یہ طے کیا گیا کہ انھیں بارِثانی اُن اقسام کی گورنمنٹ قائم رکھنے یا اختیار کرنے کا مجاز ہوگا جو مشارکتی دستور کے مناسب حال ہوں یا جو اسی نمونے پر ہوں۔

یہ مسائل آئندہ چل کر طے کئے جانے والے تھے۔ یہ معاہدہ جسے مشہور معروف فرامین کارلسباڈ کا سنگ بنیاد کہنا چاہیئے میٹرنخ اور آسٹریا کی اعلیٰ ترین کامیابیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ رہا پروشیا کا سوال اس کے لیئے یہ انتہائی شرم ناک اور ہتک انگیز چیز تھی جسے ہارڈنبرگ نے اس کے لیئے کبھی وضع کیا ہو۔

"ایک تائب گناہگار کی طرح جسے معاوضے میں کچھ نہ حاصل ہوا ہو، فریڈرک اعظم کی حکومت نے اپنے اندرونی معاملات میں ایک غیر حکومت کو آواز بلند کرنے کا موقع دے دیا"*

* ترائچکے - ۲، ۱۵۵

یہ صحیح ہے کہ میٹرنخ نے اس وقت ایک ایسا طرز عمل اختیار کیا تھا، جو اسکے
ابتدائے مقاصد کے منافی تھا لیکن فی الحقیقت صورت حال یہ نہ تھی مجلس مشارکت
کے انتظامی اختیارات کو مضبوط کرنے سے اسکا مقصد جرمنی کے اتحاد و یکجہتی کو ترقی
دینا نہ تھا بلکہ اس سے اسکا مقصد آسٹریا کی "مخصوصیت" کو فائدہ پہنچانے کا تھا؛ ۷۳
ابتک جرمنی کی سیاسیات آسٹریا کی حکومت خارجہ کا انعکاس تھی؛
اور اب اس کا حشر آسٹریا کے محکمہ پولس کے ساتھ ہونے والا تھا۔ اسٹروی اور

**فرامین کارلسباڈ**

پروشوی وزرا ٹپلٹز سے براہ راست کارلسباڈ کے
جہاں پر حکومت ہائے جرمنی باڈن، میکلن برگ اور
لسباڈ کے سفرا پہلے سے جمع تھے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے صلاح
ومشورہ کرنے کی زحمت گوارا کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ دفعہ ۱۳ کا سوال
ورٹمبرگ نے کچھ ایسی ساعت میں اُٹھایا کہ اسے آخر کار اس فیصلے کی
بنا پر ٹال دینا پڑا کہ ایسا کوئی دستور منظور نہیں کیا جا سکتا جو اصول شاہی کے
منافی ہو۔ معاہدہ ٹپلٹز کی وہ تجاویز جو انتظام و تنظیم کے متعلق تھیں بغیر کسی
کد و کاوش کے منظور ہو گئیں، مجلس مشارکت کے انتظامی اختیارات کو مستحکم
بنانے کے لیئے کچھ عارضی اور ہنگامی تجاویز پاس کی گئیں۔ اور دیگر قطعی تجاویز
یونیورسٹی، مطابع اور سرانبوہوں کے متعلق وضع کی گئیں۔ انجمن ہائے طلباء
اور جمناسٹک کے تمام سلسلے منقطع ہو گئے۔ اور ہر ایک یونیورسٹی میں حکومت
کی طرف سے مؤدب و نظما مقرر کیئے گئے جو متعلم و معلم دونوں کی نقل و حرکت
کے نگران رہ سکیں۔ ایک قسم کے محکمہ احتساب کا مطالبہ کیا گیا تاکہ رسائل اور
صحائف پر خصوصیت کے ساتھ قابو رکھا جا سکے اور آخر کار مائنس (Mainz) میں ایک
مرکزی کمیشن قائم کیا گیا جو اس خفیہ سازش اور مجرمانہ ریشہ دوانیوں کا پتہ لگاتا
جو تمام جرمنی میں پھیلی ہوئی تھیں۔ شہنشاہ فرانسس نے اس کمیشن کو اختیارات
احتساب کے ساتھ اختیارات المضاف اس لیئے دینے سے انکار کیا کہ
محض اس بنا پر چونکہ ضابطہ مشارکت میں تعزیری قانون کوئی نہ تھا اس لیئے
اس سے ناانصافی کا اندیشہ ہے۔ اور اس نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ

ملزمین کے مقدمات خود انکی حکومتوں کے مطابق فیصل کیئے جائیں۔
فرامین کارلسباڈ کے لیئے ضروری تھا کہ مجلس مشارکت اسے یکزبان ہوکر پاس کردے، اور معمولی حالت میں ہرگز اعتماد نہیں ہوسکتا تھا کہ ایسا ہوجائیگا۔ گرینڈ ڈیوک آف وائیما جوارباب آسٹریا و پروشیا کے نزدیک "دو چشمہ ومنبع خیالات فاسدہ" سے کم نہ تھا اس لیئے ہی فرانکفورٹ میں یونیورسٹیوں پر نگرانی رکھنے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرچکا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ان مقامات پر خیالات اور دلائل و براہین کی آزادی محفوظ رکھنی چاہیئے تاکہ متضاد آرا پر جب کھلم کھلا بحث مباحثہ کی نوبت آئے اسوقت طلبا صداقت اور راستی پر قائم رہنے کے قابل اور ارباب حکومت کے زمرۂ پرستاراں میں شامل ہونے سے مامون رہیں۔ لیکن میٹرنخ بڑے حرفوں کا بنا تھا وہ ان بھلاووں کو کب خاطر میں لاتا تھا۔ اُس نے اُن چھوٹی چھوٹی حکومتوں کو ورغلانا شروع کیا ۷۴
جو کانفرنس منعقدۂ کارلسباڈ میں شریک نہیں کیئے گئے تھے۔ ایک گشتی مراسلے میں اس نے اٹلی میں "کاربوناری"* کی سازش کا نہایت ڈراونا خاکہ کھینچا تھا اور اس امر کا ثبوت فراہم کیا تھا کہ اُنکی ریشہ دوانیاں تمام اٹلی میں پھیلی ہوئی تھیں۔ پروشوی دفتریت ( Prussian Bureacracy ) کی رگ وپے میں "انقلاب" کا زہر سرایت کرچکا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ اس نے اسکا انتظام بھی کرلیا تھا کہ مجلس مشارکت میں کوئی پہلو اختلاف کا نہ نکل سکے۔ رواروی کی کل چار نشستوں میں کونٹ بیول نے، ان فرامین کو مجلس مشارکت کے توسط سے پیش کیا اور بغیر کسی بحث مباحثہ کے اُسے پاس بھی کرالیا۔ اور یہی نہیں بلکہ نمائندوں کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ وہ اپنی اپنی مرکزی حکومتوں کا عندیہ لے سکتے۔ جن چند لوگوں نے کچھ اعتراضات پیش کیئے اسکا تذکرہ بھی

* انیسویں صدی کی ابتدا میں اطالوی جمہوریہ پسندوں نے ایک خفیہ انجمن قائم کی تھی جسکا نام انجمن کاربوناری (کوئلہ جلانے والوں کی انجمن) رکھا تھا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ اٹلی کو مطلق العنانی کے پنجے سے نکال کر آزاد کردیا جائے۔

شائع شدہ یادداشت میں نہیں کیا گیا اور ۲۰ ستمبر کو یہ فرامین باضابطہ تسلیم
کر لیئے گئے اور جنکی بابتہ غلط طور پر مشہور کر دیا گیا کہ پاس کرتے وقت کل ممبران
ہمزبان تھے ؛

فرامین کارلسباڈ گویا جرمنی میں آسٹروی اقتدار کی انتہائی منزل سمجھے
جاتے ہیں۔ وائنا سے کاونٹ گولووکن روسی وزیر نے لکھا تھا کہ چونکہ
پروشیا اب وہ مرکز نہیں رہا جس پر جرمنی کی آزادی کی میزان رکھی جا سکتی تھی
اور چونکہ یہی منصب اور دوسرے درجے کی طاقتوں کو تفویض کر دیا گیا ہے اس لیئے
آسٹریا کا اقتدار مسلم ہو گیا* ان فرامین کے متعلق خود میٹرنخ کا خیال تھا کہ
یہ آزادی اور نجات کے دور کا پہلا باب ہے۔ ریاست ہائے جرمنی کے
نامربوط متفقیت اب ایک طاقتور حکومت مشارکت میں تبدیل ہو گئی تھی جس میں
مجلس کو قدیم شہنشاہی کے مقابلے میں زیادہ اختیارات حاصل تھے بلکہ متفرد
سلطنتوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا حق تو مجلس کو اس حد تک
تھا کہ جدید جرمن شہنشاہی کو بھی حاصل نہیں تھا۔ اور جس حکومت کی عنان صرف
خاندان ہاپسبرگ کے ہاتھوں میں تھی۔ میٹرنخ ایک جگہ لکھتا ہے کہ اگر
شاہنشاہ کو قیصر جرمنی ہونے کا شبہ ہے تو یہ اُسکی انتہائی غلطی ہے۔ اب بقول
ٹاسلے راں آسٹریا اصلی معنوں میں یورپ کا ایوان بالا سمجھا جا سکتا تھا اور جسکا فرض
یہ تھا کہ وہ طبقۂ عوام کو قابو میں رکھے ؛

لیکن ابھی تمام مراحل ختم نہیں ہو چکے تھے۔ دو بڑی بڑی طاقتوں کی ۷۵
جبروتیت سے چھوٹی چھوٹی طاقتیں نچلی نہیں بیٹھی تھیں اور شاہ ورٹمبرگ نے
مجلس کے اس اختیار کے خلاف کہ ایسی حکومتوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت
کرنے کا اختیار حاصل تھا، ۲۶ ستمبر کو ایسا آئین منظور کیا جسے قدیم ریاست بندی
اور موجودہ پارلیمنٹی حکومت کا خلاصہ کہنا چاہیئے۔ اس نے زار الگزنڈر سے
بھی ان دو طاقتوں کے خلاف اپیل کی۔ زار جسے ایک طرف تو یہ منظور تھا کہ

* مارٹنس ۴ (۱) ۲۷۱ ؛

انقلابی شورشیں فرو کر دی جائیں اور دوسری طرف اسے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ بسرکردگی
آسٹریا، جرمنی ایک زبردست قوت بن جائے، اس نے چھوٹی چھوٹی ریاستوں
کی مخالفتوں کا استیصال کرنے سے احتراز کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت
الگزنڈر نہایت خطرناک طریقے سے دو مختلف حالات کی کشمکش میں تھا۔
وہ انقلاب سے خائف تھا لیکن رجعت پسندی کے سامنے سر تسلیم بھی خم کرنا نہیں
چاہتا تھا۔ ٹھیک انھیں لمحات میں اس نے ایک اپنے نئے سیاسی عقیدے
کا اعلان کیا جس کے ہر حرف اور ہر فقرے سے لبرلزم کے مُغنّی رقاص کونٹ کاپودستریا
کے تال و سُر کا پتا لگتا تھا۔ وہ اب بھی حُرّیت کا عقیدہ رکھتا تھا لیکن صرف ایسی
حرّیت جو امن پسندی کے اصول سے کسی طرح مستغنی نہ ہو۔ وہ اب بھی آزاد
انجمنوں کا قائل تھا لیکن اسی حالت میں جبکہ ایسی انجمنوں کی بنا کمزوری پر نہ ہو یا وہ
معاہدے جو عوام کے ہر گروہوں نے بادشاہ سے بجبر حاصل کئے ہوں یا وہ
دستور جو ایک نازک موقع سے بچکر نکل جانے کے لئے وضع کیا گیا ہو + اسکا عقیدہ
تھا کہ ہر ملک کے لئے تاریخ انگلستان بہترین ضابطۂ قوانین تھا اور محض اسی وجہ سے
وہ جرمنی کے معاملات میں انگلستان کی مداخلت کو حق بجانب خیال کرتا تھا کاسلری
(Castlereagh.) خود فرامین کارلسباڈ کو حکومتہائے عظیم اور دیگر خود مختار سلطنتوں کے اندرونی
معاملات میں ایک ناروا مداخلت سمجھتا تھا اور اسی سلسلے میں اس نے روسی سفیر مقیم لندن
کونٹ لیئوون پر ثابت کر دیا تھا کہ یہ حکومتوں کے مفاد کے منافی تھا کہ وہ رعایا
کے خلاف معاہدے کرتے پھریں۔ اس طرح سے روس اور انگلستان دونوں
نے متفقہ طور پر یورپ کی کسی ایسی لیگ کی معاونت کرنے پر جو محض لغو و لاطائل
طریقے پر اپنے کو انتہائی اور مکمل ترین طاقت کا نمونہ بتلائے۔ ایک نامستحسن فعل
سمجھنا اور جو کچھ زار کر سکتا تھا وہ یہ تھا کہ ریاست ہائے جرمنی کو اپنی حالت پر چھوڑ دے
خواہ وہ اپنا کام خوش سلیقگی سے کریں یا بدسلیقگی سے[1]

روس کے اس دورخے رویئے کا نتیجہ صریح یہ ہوا کہ میٹرنخ نہایت ۷۶

---

[1] ہارٹنس ۲ (۱) ۲۶۹ تا ۲۷۱ +

پھونک پھونک کر قدم رکھنے لگا۔ کیونکہ وہ اسے کہیں بہتر سمجھتا تھا کہ اس کے چند فوائد ضائع ہو جائیں بہ نسبت اسکے کہ سب کے سب معرض خطر میں پڑ جائیں۔ ۲۰ نومبر کو وائنا میں وزراء جرمنی کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا + ہارڈنبرگ نے زار کو اس کانفرنس کی یہ وجہ بتائی کہ اس کا مقصد قانون مشارکت کو (جسے وائنا کی کانگریس نے منظور کیا تھا) مکمل اور ترقی پذیر بنانے کا تھا۔ اور اس امر کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ مبذول کرائی کہ دفعہ ۱۳ کی وسعت اختیار کو ذہن نشین کرنے اور کرانے اور خود مجلس مشارکت کے فرائض اور اختیارات کو محدود کرنا ضروری تھا + میٹرنخ کو اب معلوم ہوا کہ خود وائنا میں جس حریف کا مقابلہ کرنا ہے وہ کارلسباڈ کی مخالفت سے کہیں زیادہ مشکل ہے + ورٹمبرگ کی سرکردگی میں، دوسرے درجے کی ریاستیں مجتمع ہو کر ایک خالص جرمن اندرونی لیگ کے ابتدائی مراحل طے کر رہی تھیں اور یہ لیگ پروشیا اور آسٹریا کی مخالفت میں قائم کی گئی تھی اور یہ خاص طور پر اُن لبرل خیالات کی مجموعی ہیئت تھی جو مجلس مشارکت کی دست درازیوں کے تدارک کیلئے معرض وجود میں لائی گئی تھی + روس اور کسی حد تک انگلستان کی ہمدردی دیکھتے ہوئے، اس لیگ کے رویہ کی اہمیت کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اور پھر یہ بھی تھا کہ پروشیا خود مشارکت کے اقتدار کی کسی مزید ترقی کو دیکھ کر گھبراتا تھا کیونکہ اس طرح سے اسکے اُس اتحاد محاصل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا جسے وہ دیگر ریاستوں کے ساتھ علٰحدہ علٰحدہ قائم کر رہا تھا + میٹرنخ کو "جا ہا سپر باید انداختن" کے اصول پر بوجوہ احسن کاربند ہو جانے میں کمال حاصل تھا اور اسی بنا پر وائنا کا آخری قانون جو ۱۵ مئی ۱۸۲۰ء کو پاس ہوا اور جسے مجلس نے ۸ جون کو منظور کیا اور جس سے

**وائنا کا آخری قانون ۱۵ مئی ۱۸۲۰ء**

آسٹریا کے اقتدار و شوکت میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے لئے ناقابل اطمینان ثابت نہیں ہوا۔ بذاتہ وہ محض ۱۸۱۵ء کے قانون مشارکت کی ایک مشرح تعریف تھی اور بجائے اسکے کہ ہر ایک ریاست مرکزی مجلس کے ماتحت رہتی اس نے "عدم مداخلت" کے اصول کو نئے سرے سے مروج کیا اور طرّہ یہ کہ

دستور مشارکت میں کوئی اصولی تبدیلی اسوقت تک نہ کیجائے جب تک ہر ایک ہم زبان نہ ہو + رہا دفعہ ۱۳ کا سوال اس بارے میں میٹرنخ نے بڑی فرزانگی سے کام لیا + اس نے جنوبی جرمنی کے دساتیر میں رجعت پسندانہ تبدیلیاں کرانے کے ارادے سے ہاتھ اٹھالیا اور دوران کانفرنس میں جو خبر اسپین اور اٹلی کے انقلاب کی آئی اس نے اُسے ایک طرح پر فائدہ ہی پہنچایا۔ دفعات ۵۷ و ۵۶ جیسے کہ اب قائم کیئے گئے تھے انکی رو سے دستور میں محض دستوری طریقے سے تغیر و تبدل ہوسکتا تھا اور حکومت کا مکمل اقتدار خود حکومت کے سب سے بڑے رئیس کو تفویض ہوسکتا تھا اور بادشاہ، ریاستوں کے ساتھ اشتراک عمل پر محض چند مخصوص حالتوں میں پابند ہوسکتا تھا + اس عہد میں جتنی اور جس قسم کی سلسلہ جنبانی یا تحریک ہوئی ہے اسکا ایک مہتم بالشان تتمہ یہ تعریف کہی جاسکتی ہے یا اور جس روز اس پر سب لوگ متفق الرائے ہوئے ہیں وہ ‘‘یوم لپزگ’’ سے بھی زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے ؛

بہرحال وائنا کی کانگریس کے نتائج سے میٹرنخ کچھ آزردہ خاطر نہ ہوا۔ اسکا خیال تھا کہ جوہر ‘‘اعتدال’’ اسوقت آسٹریا سے ظاہر ہوا اس سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا عقیدہ اسکی طرف سے راسخ ہوگیا۔ باقی یہ کہ آسٹریا کے مقاصد کے لیئے یہی کافی تھا کہ جرمنی کے معاملات بدستور چلتے رہیں اور جب تک کہ کارلسباڈ کے فرامین کا شکنجہ آسانی کے ساتھ کام کرتا رہے اسکے لیئے مجلس مشارکت کا ‘‘آخری قانون’’ کے قبل کے زمانے سے بہتر یا بدتر ہونا دونوں یکساں تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ جنوبی انقلابات کے معاملے میں اوبجھ گیا۔ اسکی غرض صرف یہ تھی کہ جرمنی کے معاملات بدستور رہیں اور اگر ان میں فرق آیا تو وہ ہر ایسی کوشش کو روکنے کے لیئے تیار تھا جو دستوری طریقے سے حاصل کی ہوئی دستوری آزادی میں خلل انداز ہو + لیکن اس طرز عمل کا جسکے متعلق اسے امید تھی کہ لبرل جماعت کی تھوڑی بہت دلدہی کرے گا، اس جرمنی میں کیا اثر ہوسکتا تھا، جہاں خود اس کے قول کے مطابق اہل ملک کی روزمرہ کی زندگی عنقریب فرامین کارلسباڈ سے متاثر ہونے والی تھی ؛

اس خیال کی تصدیق بہت جلد اس صورت میں ہوئی کہ یونیورسٹیاں بے دست و پا کردی گئیں۔ اخبارات کی زبان بندی ہوئی اور وہ بھی نہ صرف اخبارات کا بلکہ علمی تصانیف کے لب و دہن بھی جکڑ دیئے گئے اور ہر چیز جس کے متعلق ذرا سا بھی شبہ ہوگیا کہ اس موجودہ نظام حکومت کے خلاف ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے اُسے بیرحمی کے ساتھ شکنجۂ عقوبت کے حوالے کردیا گیا۔ مجلس تحقیقات

مائنتز میں قائم کی گئی تھی وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے باہمی حسد و کشاکش کے سبب

۷۸ سے سوائے اس کے اور کچھ نہ کرسکتی تھی کہ سازشوں کے وجود کے بارے میں کم و بیش غیر متعلق شہادت کا انبار لگا دے کیونکہ فریڈرک ولیم تک کو یہ گوارا نہ تھا کہ پروشیا کی رعایا کی تحقیقات یہ جماعت کرے۔ لیکن متفرد ریاستوں نے مشارکتی عدالت کے نقائص کی تلافی نہایت شدومد سے شروع کردی اور ہزاروں آدمیوں کو برائے نام شہادت پر اور نہایت پوچ الزامات لگاکر، بلا لحاظ عدالتی کارروائی کی تکمیل کے جلاوطنی اور قید کی سزائیں دیدی گئیں۔ یہ سچ ہے کہ جرمنی کی آزادی کے ان شہیدوں کو اپنے ملک کے لیئے اپنا خون نہیں بہانا پڑا پھر بھی تخم ریزی ہوچکی تھی، جس سے آگے چلکر ۱۸۳۰ء و ۱۸۴۸ء میں فسادات سے خرمن "انبار در انبار" پیدا ہوئے۔

اب بھی جب کہ رجعِ عمل کا طوفان بےتمیزی برپا تھا، پروشیا میں دستور کا خیال ترک نہیں کیا گیا۔ فریڈرک ولیم وعدہ کرچکا تھا اور اسکے تمام افعال و عادات پر اسکی ضمیر پرستی فوق رکھتی تھی۔ علاوہ ازیں وہ حریت پسند پروفیسروں کو بھی سلطنت کے ضدی بچے سمجھتا تھا جو ذراسی پدرانہ تادیب سے پھر فرزندانہ اطاعت اختیار کرلیں گے۔ اس لیئے ایک طرف تو غریب "استاد ورزش خانہ" یان جیسے اپنی بے گناہی کا پورا احساس تھا اور معمولی عدالتوں نے اسے بری کردیا تھا، خاص شاہی فرمان کے ذریعے سے ایک قلعہ کے زندان میں لایا جارہا تھا۔ اور دوسری طرف ہمبولٹ اور ہارڈنبرگ کو آزادی حاصل تھی کہ ایک بار آور صوبے کے "طبقات" کے طوفان بےتمیزی میں سے ایک مرکزی قائم مقام جماعت تیار کرنے کی بےسود کوشش کریں۔ یہاں تک ہوا کہ ۷ جولائی ۱۸۲۰ء کو

بادشاہ نے ایک فرمان شائع کیا جسکی رو سے سلطنت کا قرضۂ عمومی اس مرکزی مجلس کی ذمہ داری میں دیدیا گیا جو عنقریب قائم ہونے والی تھی۔ اس فرمان کی اہمیت آئندہ چلکر معلوم ہوئی اگرچہ یہ مجلس خود کبھی معرض وجود میں نہیں آئی۔ جب اسپین اور اٹلی کے ہنگاموں کی خبر آئی اور ڈارمسٹاٹ میں بھی ایک مضحک انقلاب رونما ہوا جس نے بالآخر گرینڈ ڈیوک کو ۱۸۱۲ء کی بیش بہا ہسپانوی دستور کے اعلان کرنے پر مجبور کیا (جسے حال ہی میں اہل ڈارمسٹاٹ اپنے مقامی اخبارات میں دیکھکر مسرور ہو رہے تھے) تو پست ہمت بادشاہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اس نے پھر سے پروشیا کے قدیمی نظام کا احیاء کیا۔ اندرونی انتظامات میں ایمانداری اور محنت کے ساتھ اصلاح جاری رہی اور اپنے ملک کی حدود کے باہر پروشیا دائمی معاشی دباؤ کے ذریعے سے اپنے گردو پیش کی سلطنتوں کو
ایک ایک کر کے اتحاد محاصل میں شامل کرتا گیا۔ لیکن جب تک فریڈرک ولیم ۷۹
سوم زندہ تھا اس ملک کی پالیسی میں کسی ایسی تبدیلی کی امید نہیں ہو سکتی تھی، جسمیں جرأت اور ہمت کی ضرورت ہو۔ وہ دل و جان سے یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ آسٹریا کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھنا نہایت ضروری ہے اور اس ملک کی عزت کرنا اس نے اپنے آباو اجداد سے سیکھا تھا۔ آسٹریا کو ایک طرف تو پروشیا کی ہمدردی حاصل تھی اور دوسری طرف مجلس مشارکت کی عنان اس کے ہاتھ میں تھی اس لئے لبرل خیالات کی سلطنتوں کی ناراضی کی وہ مطلق پروا نہیں کرتا تھا۔ ادھر اہالیان جرمنی کو مٹرنخ کے نظام پولس نے سیاسیات کے دردسر سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اور جیساکہ مورخ گروینیس جلکر لکھتا ہے یہ لوگ مزے میں اپنی پوری توجہ اس چیز پر صرف کر رہے تھے جس میں انھیں بے مثل شہرت حاصل ہے، وہ کیا؟

موسیقی!

۸۰

# باب پنجم

## کانگرس ہائے منعقدۂ ٹروپاؤ اور لیئے باش

انگلستان میں اضطراب و اشتداد - فرانس مابعد ایکس لاشاپیل - اسپین میں انقلاب - اسپین کی نوآبادیوں کا مسئلہ - حکومتوں کا رویہ - پرتگال اور نیلپس میں انقلابات - پرتگال اور برازیل کا تعلق - نیلپس میں انقلاب - کانگرس منعقدۂ ٹروپاؤ - انگلستان کی صدائے ناراضگی - کانگرس منعقدۂ لیئے باش - نیپلس میں آسٹروی مداخلت - پیڈمانٹ میں انقلاب - آسٹروی مداخلت - اٹلی میں آسٹروی حکومت ؛

**فرامین کارلسباڈ** کی اشاعت اور ان کا نفاذ محض جرمنی ہی نہیں بلکہ تمام یورپ کے لیئے ایک نہایت مہتم بالشان واقعہ تھا - یہ محض اتنی سی بات نہ تھی کہ استبداد کا سکہ بیٹھ گیا تھا بلکہ اب یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ آج جو اصول و ضوابط جرمنی کے لیئے وضع کیئے گئے تھے، کل انھیں کے آگے تمام یورپ کو سر تسلیم خم کرنا پڑے گا کیونکہ آسٹریا جو اس استبداد کا سرپرست اور علم بردار تھا، مجالسۂ یورپ کی تمام حکومتوں پر اسوقت بھاری تھا، اتحاد اربعہ نے ایک جدید اور تشویشناک صورت اختیار کرنی شروع کر دی تھی - یہ صحیح ہے کہ **انگلستان** کی خاطر سے **کاسلری** نے اس قسم کے کسی رویہ سے اپنا دامن ملوث نہیں کیا تھا - لیکن دنیا اسے اب بھی **میٹرنخ** کا نام لیوا سمجھتی تھی اور انگلستان میں جو واقعات وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہے اُن سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ٹوری کابینہ ( Tory Cabinet. ) امن و عافیت کے نشر و ابلاغ میں دوسری استبدادی حکومتوں کے پہلو بہ پہلو گام فرسا ہے -

**انگلستان میں اضطراب واشتداد ۔**

زمانے کی ناگفتہ بہ حالت ، ضروریات زندگی کی مصنوعی گرانی، مشین کی اشاعت وترویج سے مزدوری پیشہ طبقے کی کس مپرسی اور انکی جمعیت کی پریشاں خاطری ، اور ان سب پہ مستزاد وہ ناممکن العمل صورت تھی۔ جو غیر اصلاح یافتہ پارلیمنٹ کے ماتحت رعایا کی جائز چیخ و پکار کو کسی آئینی اصول یا طریق کار سے حکومت کے کانوں تک نہیں پہنچا سکتی تھی ۔ یہ تمام بے عنوانیاں، ہنگامہ و شورش
۸۱ کی، کم و بیش ، ممد و معاون ہوئیں + مزدوروں کا گروہ کا گروہ ضیق گرسنگی سے جاں بلب ، تمام ملک میں غارتگری اور آتشزدگی کا بازار گرم کیئے ہوئے تھا۔ گرسنہ کاریگروں کا ٹڈی دل ، کارخانوں پر تاخت وتاراج کرنے کے لیئے ٹوٹ پڑا تھا اور انکی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی لیکن یہ زیادتیاں جنکے مقابلے میں حکام وقت کی بے بسی اور بے چارگی مسلم تھی ، اس کشمکش اور جدوجہد کے مقابلے میں کچھ نہ تھی جو ولیم کوبٹ کی سرکردگی میں عوام الناس کی طرف سے عمل میں آرہی تھیں اور جواب نہایت خوفناک طریقے پر وسعت پذیر ہو رہی تھیں اور جس نے حکمرانوں کے مخصوص اور مختصر جتھے کے وجود کو بھی معرض خطر میں ڈالدیا تھا۔ شاہزادۂ متولی سلطنت کے اعمال زشت ، اور اسکی خانگی شرمناک رسوائیوں نے عوام کو اس درجے مشتعل اور متنفر کیا کہ اُنھوں نے اس پر یکلخت دھاوا بولدیا ۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس نے خود بادشاہ کے کان کھڑے کردیئے اور جس نے خیال کیا کہ

آج وہ کل ہماری باری ہے

مانچسٹر میں تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ عوام کے ایک گروہ اور سواروں کے ایک دستے نے آپس میں ایک ہولناک ٹکر لی اور قتل اور خونریزی جو اس کے بعد رونما ہوئی ، عوام کو حکومت کے خلاف اور زیادہ مشتعل اور خون آشام بنانے میں معاون ہوئی ۔ اب وزرا کو موقع ہاتھ آیا، انھوں نے پارلیمنٹ کا ایک خاص اجلاس منعقد کیا اور باوجود اسکے کہ بروہم ( Brougham. ) لارڈ جان رسل اور دوسرے متبعین وہگ ( Whigs. ) جماعت نے مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگادیا، چھ ایسے ایکٹ، کھینچ تان کر،

روا روی میں پاس کر دیئے گئے جس سے انگریزوں کے مایۂ ناز حقوق آزادی سلب ہو گئے - نہ تو اب عام جلسے ہو سکتے تھے اور نہ زبان کو آزادی تھی اور نہ قانون احضار ملزم کا نفاذ تھا !

حکومت کے طرز عمل کا حق بجانب ہونا اسوقت ثابت ہوا جب کیٹو اسٹریٹ کی سازش عین وقت پر طشت از بام ہوئی ، اس سازش میں گوشۂ گمنامی کے چند زاویہ نشینوں نے وزرا کو ہلاک کر ڈالنے کا ارادہ اور ایک ہنگامی حکومت کے انعقاد کی فکر کی تھی - اب استبدادی طرز حکومت کی شاہراہ انگلستان کے سامنے تھی ، پھر اسکا آنکھیں بند کر کے قطع منازل کرنا ، ایک عریاں حقیقت کیوں نہ ہوتی !

**فرانس مابعد ایکس لاشاپیل**

گو اسباب و علل مختلف تھے لیکن فرانس میں بھی یہی اثرات مترتب ہو رہے تھے ایکس میں کانگرس کے اجلاس منعقد ہو رہے تھے کہ اس خبر نے حکومتوں کے حواس مختل کر دیئے ایوان کے لیئے جو انتخاب عمل میں آرہا تھا اس میں لبرل جماعت کامیاب ہو رہی تھی اور لافایٹ ، مانوئیل اور کونستان ایسے ممبروں کے انتخاب نے بالآخر اتحاد اربعہ کو از سرنو زندہ کرنے کے ارادے میں سرعت پیدا کر دی ایکس سے واپس آنے کے بعد فرانس کا معروف ترین شخص ریشلیو ہونے والا تھا - کانگرس میں اسکا اعتدال پسند اور پرسطوت رویہ ہی تھا جسکے سبب سے تاوان جنگ میں تخفیف کر دی گئی اور ارض فرانس غیر ممالک کی افواج سے پاک ہوئی ، مادی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے یہ بجائے خود ایک بہت بڑا فائدہ تھا ، لیکن ریشلیو کے کارہائے نمایاں ابھی ختم نہیں ہوئے ہیں ، اُس نے کچھ اور بھی کر دکھایا - اُس نے زار کو اس امر کی ترغیب دی ، اور اس میں اسے کامیابی بھی حاصل ہوئی ، کہ باوجود اس کے کہ ملک کی فارغ البالی روز افزوں ترقی پر تھی - فرانس کے لیئے یہ قطعئ ناممکن تھا کہ وہ اس رقم خطیر کا بار برداشت کر سکے جو تاوان جنگ یا ذاتی مطالبات کی بنا پر اس پر عائد کی گئی تھی اور جسے ، قبل اسکے کہ ملک غیر ممالک کی افواج سے آزاد ہو ، ادا کرنا لازمی ہوگا - اور یہ اسی بنا پر تھا کہ الگزنڈر نے

صفحہ (۱۰۸)

پروشیا پر خصوصیت کے ساتھ زور ڈالا کہ دوسری حکومتیں بھی اپنے اپنے مطالبات میں تخفیف کر دیں۔ لیکن ان خدمات کے صلے میں الگزنڈر نے حق المحنت بھی طلب کیا۔ ریشلیو، فرانس کو واپس آیا لیکن اس بات کا قول بھی ہارنا آیا کہ وہ قوانین انتخاب کو نافذ کرکے ایوان کو لبرلزم کے سیلاب سے محفوظ رکھے گا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ نہ تو اسکا ہمعصر

**ریشلیو کا استعفا**

ڈیکاز اور نہ خود بادشاہ اسکی حمایت کی بابت بھرتا ہے تو اس نے اپنا استعفا داخل کر دیا جو ۲۰ ستمبر ۱۸۱۸ئہ کو منظور کر لیا گیا۔ لوئی ہیژدہم کو بالآخر مجبور ہو کر زار کو لکھنا پڑا کہ اسے بادل ناخواستہ ریشلیو سے کس طرح ہاتھ دھونا پڑا۔ الگزنڈر نے بھی نہایت سرد مہری سے صرف یہی جواب دیا کہ وہ بھی ریشلیو کی علیحدگی پر لوئی سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اس کے بعد اہالیان پولینڈ کی ڈیئٹ کا افتتاح و انعقاد نامنظور کر گئے اور جرائد و صحائف پر محتسب بٹھا کر جو زار نے دور استبداد کی طرف چند قدم اور بڑھائے۔ اس لیے اب یہ امید رکھنا عبث تھا کہ وہ جدید فرانسیسی وزارت کے طرز عمل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا جسکا نظام عمل ویسول اور ڈیکاز کے ہاتھوں میں تھا۔ اور جس طرز عمل سے قوانین جرائد و صحائف کی سخت گیری کسی قدر کم ہو گئی تھی یا جس نے چند سیاسی جلاوطنوں کو فرمان عفو عطا کر دیا یا ان سب کے علاوہ جس نے

**ویسول اور ڈیکاز وزارت**

اعتدال پسند جماعت حمایت میں نوابین کے ۳۲، جدید عہدے ایوان بالا میں چند اصلاحات نافذ کر دی تھیں اور اس طرح سے لبرل خیالات کی اشاعت و ترویج میں صدد معاون ہوا تھا، الگزنڈر کے تاریک ترین خطرات سے یک بیک رونما ہو گئے، وزارت میں لبرلزم کا جو عنصر تھا اس نے اسکی (وزارت کے) دیرینہ رفقا کو غالیئین کی جماعت میں لا کھڑا کیا اور اب حکومت اس بات پر تلی تھی کہ ٨٣
کسی طرح سے ایوان میں ایک ایسا قانون انتخاب پیش کر کے پاس کرا لے جس سے آئندہ کے لیئے اس کی اکثریت متیقن ہو جائے لیکن

سن ورچہ خیالہم وفلک ورچہ خیال ، ایک ایسا حیرت انگیز اور غیر متوقع واقعہ پیش آگیا جس سے حکومت کی تمام توقعات کا شیرازہ بکھر گیا، اور یہ صوبۂ ازیریں

**گری گوار کا انتخاب**

گری گوار کا انتخاب تھا + کہ دنیا میں آج تک جتنے عظیم الشان انقلابات رونما ہوئے ہیں ان میں سب سے نمایاں ، اور ان حکمرانوں کے لیئے جو انقلاب فرانس کے بعد ایک دفعہ پھر تاج و دیہیم کے مالک ہوئے سب سے زیادہ سامعہ خراش نام اس بادشاہ کُش اور سابق، آئینی اسقف، لوٹر کا تھا جس نے علی الاعلان کہدیا تھا کہ عالم آب وگِل میں بادشاہوں کا وہی درجہ ہے جو اخلاقیات میں عفریت کا ہے۔ یہی شخص اب ایک ہزار میں سے ۰۳۵ ووٹ حاصل کر کے ایوان میں داخل ہوتا ہے! اس واقعے کا فرانس پر اس درجہ اثر ہوا کہ اسکے مقابل ایک اور اہم واقعہ یعنی منجملہ ایوان کی ۵۳ خالی نشستوں کے ۳۳ انتخاب میں حکومت کے خلاف نمائندے منتخب ہونا اسکے سامنے بالکل ہیچ ہوگیا + اسکا اثر نہایت زبردست اور جلد سے جلد مترتب ہوا ، اراکین

**حکومتوں پر اسکا اثر**

اتحاد اربعہ کی بدحواسی فرانس میں لبرلزم کے دن دونی رات چوگنی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی ، قلم و قرطاس کے مرد میدان، حکومت کے خلاف جدال وقتال کے لیئے سر بکف نظر آنے لگے، سیاسی انجمنیں قائم ہو رہی تھیں اور طلبا میں بے چینی کے آثار پیدا تھے اب سوال یہ پیش تھا ، کیا وہ ساعتیں آگئی ہیں جب چاروں حکومتیں اس عہدنامے کا نفاذ کریں جو خفیہ طور پر ایکس میں مرتب ومکمل ہوا تھا اور ایک مرتبہ پھر سلامت روی کا سبق سکھانے کے لیئے فرانس کی گردن پر ہاتھ ڈالدیں، اس خیال سے کہ کہیں معاملات نازک تر صورت نہ اختیار کرلیں، لوئی ہیژدہم نے بہ نفس نفیس ایسی تجاویز کے اختیار کرنے کا بیڑا اٹھایا جس سے لبرلزم کے مدوجزر کی روک تھام ہو سکے ، اور ایسے قوانین وضع کرنے چاہے جس سے پچھلے انتخاب کے تلخ واقعات کا سبق پھر نہ دہرانا پڑے + ڈیسول نے ان روئے کی ذمہ داریوں کے خلاف کانوں پر ہاتھ رکھا اور کابینہ سے دست کش ہوگیا۔

اور اسکے ساتھ ہی ساتھ مارشل گوویون سَین سیر ( Gouvion St. Cyr ) جس نے فوج کو از سر نو مرتب کیا تھا، اور بیرن لوئی وزیر مال نے بھی علیحدگی اختیار کرلی۔ نئی کابینہ کا رکن اعلےٰ ڈیکاز ہوا جسکا نام ہی اس بات کا کافی ضامن تھا کہ موجودہ حکومت اُن تمام اسکانی تجاویز سے سرِ مو انحراف نہ کریگی جسکی بنیاد اعتدال پر ہو۔ لیکن ایوان سے گری گوار کو علیحدہ اور رائے دینے کی آزادی کے مسئلے میں چند اصلاحات کے نفاذ کرنے کا سوال طے ہونے کو تو ہو گیا لیکن اسکا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ ایک طرف تو ( Redicals ) ریڈیکل گروہ نے اسکی تلخی محسوس کی اور دوسری طرف غالیین بھی کچھ مطمئن اور راضی نہ ہوئے!

**ڈیکاز بحیثیت سرآمدِ حکومت۔**

(صفحہ ۱۴۸)

موخر الذکر نے فرامین کارلسباڈ کو اپنی فتح و نصرت کا پیش خیمہ سمجھکر، خوب خوب بغلیں بجائیں۔ جنوری سنہ ۱۸۲۰ء میں اسپین سے ایک شورش کی خبر آئی اور ڈیکاز کی حکومت کے خلاف، اب غالیین نے اپنے حملوں کو اور تیز کر دیا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ اس شاہی، منظور نظر کی خطرناک اور سفیہانہ پالیسی تھی، جس سے بوناپارٹیت ازم اور انقلاب فرانس کا فتنۂ خوابیدہ بیدار ہو گیا تھا + لوگوں نے اسے زمانۂ موجودہ کا کاٹلین اور جدید سیجانوس کا لقب دیکر مطعون خلائق بنا دیا شاتو بریان نے اُس کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کے لیئے اپنی عدیم المثال طرز انشا کا ترکش سنبھالا لعنت ملامت کے ایسے تیر برسائے کہ الامان و الحفیظ! اور اب تو یہ بھی مشتبہ ہو گیا تھا کہ بادشاہ کی گرویدگی ،، اپنے لاڈلے فرزند، کے سینہ سپر رہ سکیگی یا نہیں۔ ایک ہولناک حادثے نے آخر اس نازک ساعت کو لا کھڑا کیا! ڈیوک آنگولیم ( Due d' Angouleime ) کاؤنٹ آرتوا کا فرزند اکبر اور تاج و دیہیم کا وارث قیاسی تھا اور لاولد بھی تھا، اسلیئے اب اس خیال سے کہ کہیں خاندانِ فرانس کے ولیعہد اکبر کی نسل منقطع نہ ہو جائے اور اس نیت سے کہ آرلینس کا قابل نفرت خاندان دودھ کی مکھی کی طرح باہر نکالدیا جائے لوگوں نے نوخیز ڈیوک ڈی بری کی طرف توجہ کی

**ڈیوک ڈی بیری کا قتل**
**۱۳ فروری سنہ ۱۸۲۰ء**

جسکی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی ۱۳ فروری کو ڈیوک مذکور تماشاگاہ سے برآمد ہو رہا تھا کہ ایک فاتر العقل زین ساز **لووِل** نامی نے اسکا کام تمام کر دیا + جیسا دستور ہے، یہ ایک ایسا جرم تھا جو دو مقاصد میں سے کسی ایک کے لیئے منفعت بخش ہو سکتا تھا، لیکن بجائے اسکے کہ اس مقصد کو نفع پہنچاتا جو ارتکاب جرم کا باعث تھا، دوسرا مقصد جو نظر میں نہ تھا حاصل ہو گیا۔ اس خبر نے پہلے پہل تو بادشاہ پرستوں کے حلقے میں ہلچل اور بے چینی پھیلادی اور گویا صف ماتم بچھ گئی لیکن کچھ عرصے کے بعد اُنھوں نے انتہائی جوش اور غضب سے از خود رفتہ ہو کر، بیجا طور پر یہ خیال کیا کہ اسکا تنہا سبب خود وزیر تھا۔ ڈیکاز کو اس طوفان بے تمیزی کی پہلے سے توقع تھی اس لیئے اس نے اپنا استعفا داخل کر دیا جسے بادشاہ نے نہایت جوش میں آکر مسترد کر دیا، اس نے کہا ”فرزند من، اُنھوں نے تمہارے نہیں بلکہ میرے نظام حکومت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے“!

توقع یہ کیجاتی تھی کہ دو چار استبدادی قوانین کا وضع کر دینا، صحافت کی زبان بندی اور **لووِل** کے جُرم کا سدباب، ایک ایسا طرز عمل ہو گا جس سے غالیئین کی اشک شوئی ہو جائے گی اور آتش غضب فرو ہو جائیگی اور پھر حکومت کی عام پالیسی کے لیئے میدان ہموار ہو جائے گا، لیکن جذبات اس درجہ مشتعل ہو چکے تھے کہ انکا فرو کرنا صرف ایک ہی صورت سے ممکن تھا اور وہ قابل نفرت وزارت کا درہم برہم ہونا تھا! بادشاہ کو نمبر(۸۵)
طوفان کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا، ڈیکاز کو ڈیوک کا عہدہ تفویض کیا گیا اور وہ بہ حیثیت سفیر معزز جلاوطنی، پر لندن بھیجدیا گیا **فرانس** میں اسکا دور دورہ اپنے اختصار اور طلعت ریزیوں کے لحاظ سے محض ایک چشمک برق تھا۔

**ڈیکاز کا زوال**

وہ محض ایک شہاب ثاقب کی زندگی تھی اور پھر کچھ نہیں!

رہا غالیئین کا سوال وہ تو اس واقعے پر مسرور تھے، اور انکی حالت کا اندازہ خود ان کی جماعت کے ایک فرد کے قول سے چلتا ہے جس نے کہا ”یہ (ڈیکاز) اپنے خون آلود راستے پر خود پھسل کر گر گیا“، کیونکہ

رشلیو کا برسر اقتدار ہونا گویا اعتدال پسندوں کی جماعت کا برسر عروج ہونا تھا لیکن ڈیکاز کا زوال تو دور استبداد کا پیش خیمہ تھا اور جو اس وقت تک باقی رہا جب تک کہ اسکا نتیجہ صریح ۱۸۳۰ء کے انقلاب کی صورت میں رونما نہ ہوا اور جس نے خاندان بوربون کے مورث اعلٰے کی نسل کو فرانس کے تاج وتخت سے ہمیشہ کے لئے محروم نہ کردیا۔ کیونکہ گو رشلیو وزارت کا رکن اعظم تھا لیکن اسکے رویئے اور طرز عمل کی اصلی باگ ویلیل کے ہاتھ میں تھی جو ( Legitimist ) موروثی اصول پسند کرنے والے فرقے کا سب سے زیادہ چالاک اور میدان عمل کا یکہ و تنہا ترکتاز تھا بادشاہ پر خود کہولت طاری ہورہی تھی اور دم خم میں انحطاط رونما تھا ڈیکاز کا اثر بھی اب

**استبداد کا دور دورہ**

اس پر باقی نہیں رہا تھا اور اب دن بدن اسپر ماڈام ڈی کاڑا کا نسوانی تصرف غالب آرہا تھا، اس لئے جب سیلاب نے اسکی طرف رُخ کیا تو یہ ایک تنکے کا سہارا بھی نہ ڈھونڈھ سکا! مطابع کی آزادی ایک مخصوص ضابطے کے شکنجے میں جکڑ دی گئی اور قانون انتخاب نے (جس نے ووٹ دہندگاں کی آزادی محدود کردی تھی) ایوان میں حکومت کے بہی خواہ اراکین کی تعداد کا اضافہ کردیا۔ لیکن بہ حیثیت مجموعی، انتہاپسندوں کے نزدیک جنھیں اپنی جدید طاقت کا کامل احساس تھا رشلیو کا رویہ لبرل جماعت کے حق میں نہایت معتدل معلوم ہوتا تھا جیسا کہ عام دستور ہے، جب سیاسی ہیجان واضطراب کو علی الاعلان ظاہر نہیں کیا جاسکتا اسوقت یہ مواد اندر ہی اندر پکنا شروع ہوتا ہے اور اب جبکہ دو چار خفیہ انجمنوں کا سراغ لگا اور فرانسیسی کاربوناری کا ایک نامکمل ہنگامہ پیرس کی سڑکوں پر رونما ہوا، غیر مطمئن اراکین کو جنکی تعداد نسبتہً زیادہ تھی، انکی ہٹ دھرمی۔ دلائل اور وجوہ کی آڑ مل گئی۔ دو اور ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے انکے اعتماد علی النفس میں اور زیادہ ترقی ہوگئی۔ ڈیوک ڈی بیری کی وفات کے ۷ ماہ بعد اسکی بیگم کو تولد فرزند کی مسرت نصیب ہوئی جس کا لقب ڈیوک ڈی بورڈو ہوا اور جو بعد کو کاؤنٹ شان بورڈ کہلایا اور ۵ مئی ۱۸۲۱ء کو

فرانس کو زندہ درگور نپولین کی واپسی کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا + ایوان کو اب ریشلیو پر اعتماد بھی باقی نہیں رہا تھا اور یہ خود اس عہدے کی پرستش نہیں کرتا تھا۔ اس لیئے اس نے کنارہ کشی اختیار کرلی اور فرانسیسی حکومت کا رکن اعظم ویلیل ہوگیا۔ آخرکار فرانس کو مخالفۂ یورپ میں دوسری استبدادی حکومتوں

صفحہ(۸۶)

**ریشلیو عنان حکومت ویلیل کے ہاتھ میں دیتا ہے**

کے پہلو بہ پہلو جگہ مل گئی اور جنوب میں جو انقلابی شورشیں رونما تھیں، ان کا استیصال کرنے کے لیئے وہ اپنے حلیفوں کا ہاتھ بٹانے میں شریک ہوگیا ؛

استبداد کی خوفناک ترین غضبناکیوں کا منظر اسپین تھا جہاں انقلاب کے اولین شرار سے ایک دفعہ پھر چشمک زنی کرنے لگے تھے۔ حکومت نے عوام الناس کی ضیافت روحانی کے لیئے احتساب دینی کو ازسرنو قائم کیا اور پادریوں کو طاقت اور دولت سے نہال کردیا، یہ سب کچھ تھا لیکن ان کے (عوام الناس) مادی مفاد کا کوئی بندوبست نہیں کیا، اسپین اور اسکی نوآبادیوں

**اسپین اور اسکی نوآبادیوں کا آپس میں دست وگریباں ہونا**

کی خستہ حال اور صبر آزما رزم آرائیاں "نہ گئیں"، ملک فلاکت زدہ تھا اور جارج سوم کا عبرت ناک انجام بھی آنکھوں کے سامنے تھا لیکن وزرا تھے کہ ان نوآبادیوں کو مفتوح اور مغلوب کرنے کا خواب دیکھنے سے باز نہ آتے تھے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب مخالفۂ یورپ نے اس خطرے کو دور کرنے کے لیئے کہ کہیں "جمہوری حکومتوں کی ایک نئی دنیا بحر اوقیانوس" کے دوسرے سرے پر قائم نہ ہوجائے، مداخلت پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ لیکن جب اسپین کی حکومت کے اوراق منتشر ہوئے تو اسکی تجارت کا وہ اجارہ جو اسے نوآبادیوں کے ساتھ حاصل تھا خودبخود سرد ہوگیا اور ایک نہایت منفعت بخش تجارت برطانیۂ عظمیٰ اور جنوبی امریکہ میں شروع ہوگئی۔ ان حالات کے ماتحت انگلستان

**انگلستان کا رویہ**

کی ٹوری کابینہ نے اپنے آپ کو ایک عجیب مخمصے میں مبتلا پایا وزرا کو یہ پڑی تھی کہ کہیں یورپ کی جمعیت پریشان نہ ہو اور پھر ( Legitimacy ) اصول وراثت پر بھی آنچ نہ آنے پائے

لیکن وہ ایسے راستے کے اختیار کرنے پر تیار نہ تھی جس سے برطانیہ کی تجارتی اغراض معرض خطر میں پڑجائیں، اس لیئے اسوقت تک جب تک کہ حکومت **اسپین** انگریزی تجارت کی اُس آزادی کے تحفظ کی ذمہ دار نہ ہو جو خود **اسپین** کی کمزوری سے حاصل کی گئی تھی، **انگلستان** کبھی ایسے ذرائع اور وسائل اختیار کرنے پر تیار نہ تھا جس سے اسپین کی نوآبادیاں پھر رشتۂ وفاکیشی میں منسلک کیجاسکیں۔ ۱۸۱۹ء تک تو حکومت نے حقیقی معنوں میں اس قسم کی کوئی کوشش نہ کی جس سے نوآبادیوں پر نئے سرے سے قابو حاصل کیا جاسکتا، اگر انگلستان کا رویہ معاندانہ تھا تو روس انتہائی ہمدردی پر تلا تھا اور اس بہانے سے کہ سلطنت کو بربری بحری ڈاکوؤں کی دست برد سے محفوظ رکھنا ضروری تھا، زار روس نے چند جنگی جہاز مستعار صفحہ (۸۷)
دیدیئے اور اسی دوران میں خستہ اور نیم مُردہ گرسنہ سپاہیوں کی انیس ہزار فوج **قادس** میں جہاز پر چڑھانے کے لیئے فراہم کی گئی۔ یہاں

### قادس میں فوجی بغاوت جولائی ۱۸۱۹ء

**مارشل اوڈانل کاؤنٹ ابسپال** کی سرکردگی میں، فوج کو بغاوت پر اُبھارنے کے لیئے ایک سازش کی گئی اور اسکے لیئے ۹ ہر جولائی مقرر کی گئی تھی۔ سازش کرنے والوں کے نزدیک سپاہیوں کا اُبھارنا کچھ زیادہ دشوار نہ تھا کیونکہ انکے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا تھا اس سے اُن میں ناراضگی پیدا ہوگئی تھی، اُنسے کہا گیا، اور اس میں حقیقت کا عنصر غالب تھا کہ امریکہ کا جانا موت کا مرادف تھا۔ بہر حال، ۷ ہر جولائی کو ابسپال نے سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا اور ایک درجن سرغنوں کو گرفتار کرلیا۔ سازش ناکامیاب رہی لیکن مہم کا روانہ کرنا بھی معرض التوا میں پڑگیا۔

یہ مہم جنوری ۱۸۲۰ء کو پھر روانہ ہونے والی تھی سپاہیوں کے خوف ودہشت کو حکومت کے خلاف ایک دفعہ اور برسرکار لایا گیا۔ ابکی بار طے یہ کیا گیا کہ اعلےٰ ترین رتبے کے افسران پر بھی اعتبار نہ کیا جائے اس دفعہ

### اسپین میں انقلاب ۱۸۲۰ء

سازش کے سرغنے دو کرنل تھے

ریئے گو اور کوئی روگا۔ پہلی جنوری کو ریئیگو نے ایک پلٹن کو اپنی سرکردگی میں
لیکر علم بغاوت بلند اور سنہ ۱۸۱۲ء کے دستور کا اعلان کیا اور جنرل اعلےٰ اور اسکے
اسٹاف کو گرفتار کر لیا۔ اب گاروکی تین اور پلٹنوں کو ساتھ لیکر، جو اس سے
مل گئی تھیں، ازلا ڈی لیون پر دھاوا بول دیا، جہاں پر تین اور پلٹنیں لیکر، ۲۷ جنوری
کو کوئی روگا آملا۔ چھوٹی چھوٹی چند فتوحات حاصل ہوئیں لیکن قادس میں
ان کا جم کر مقابلہ کیا گیا جسکی وجہ سے، میڈرڈ سے جنرل فریر ایک ایسی
زبردست فوج لیکر بڑھا جس سے باغیوں کا محصور اور تتر بتر ہو جانا بالکل یقینی تھا۔
ریئیگو پندرہ سو سپاہیوں کی فوج لیکر دشمن کے قلب میں گھستا چلا گیا اور اندلوسیہ
پہنچکر اس نے دستور کا اعلان کیا + وہ جہاں جہاں گیا لوگوں نے اسکا خیر مقدم
ادا کیا لیکن عقب سے شاہی فوج بھی یلغار کرتی چلی آرہی تھی۔ ۹ فروری کو
ملاگا میں شکست کھا کر وہ ایک دفعہ اور فرار ہوا اور سیرامورینو سے گزرتا ہوا
ایسٹرامڈورا میں داخل ہوا اور پایان کار ۱۱ مارچ کو بداجوس میں ٹھہر کر اُن تین سو
آدمیوں کو فوجی خدمت سے سبکدوش کر دیا جو اب بھی اسکے دامن سے لگے ہوئے
تھے۔ لیکن کہنے کو تو ریئیگو کی بغاوت خاک میں ملادی گئی لیکن اس سے
ایک ایسا سخت دھکا ہوا جس سے چپہ چپہ ہل گیا۔ ۲۰ فروری کو گلیسیا میں
۸۸ بغاوت کی ابتدا ہوئی اور تین دن کے بعد فیرول اور مرسیا نے بھی یہی
مثال پیش کی، جنرل مینا عرصے سے تاک میں لگا ہوا تھا، اب جو موقع ملا تو
وہ سرحد سے گزر کر اسپین میں داخل ہو گیا اور نلوار، اراگون، کیٹلونیا
میں بغاوت پھیلا کر سنہ ۱۸۱۲ء کے دستور کا اعلان اور محکمۂ احتساب کو منسوخ کر دیا۔
اس درمیان میں فرڈیننڈ نے البسپال (او ڈانل) کی سرکردگی میں لیڈرڈ کے
ہر چہار طرف فوجیں اکھٹی کرنی شروع کر دیں، لیکن نقیبے کے دہنی، اس فرزانہ سپاہی
نے دیکھا کہ ہوا بدلی ہوئی ہے اور آخرکار ۳ مارچ کو وہ بھی باغیوں سے جا ملا۔
اور جنرل فریر نے اشبیلیہ میں دستور کا اعلان کر دیا۔ اب

**فرڈیننڈ دستور منظور کرتا ہے**

فرڈیننڈ بالکل بے دست و پا تھا اور اُسے اسکے
سوا چارۂ کار نظر نہ آیا کہ جہانتک ہو سکے

سپہ جشیانہ طور پر سرتسلیم خم کر دیا جائے - یہ ایک ایسا ارادہ تھا، جو میڈرڈ میں بغاوت پھیل جانے سے اور جلد معرض عمل میں آگیا؛ دستور کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے، ۹ مارچ کو اُس نے قسم کھائی، اور دوسرے ہی روز ایک فرمان جاری کر کے محکمہ احتساب دینی کو مسترد کر دیا - اسی وقت میڈرڈ میں جنتا (مجلس شاہی) نے احکام نافذ کئے کہ ۱۸۱۲ء کے کورٹیز (پارلیمنٹ) کے فرامین پر عمل درآمد کیا جائے اور جدید کورٹیز کا جلسہ منعقد کرنیکے لئے ۹ جولائی کی تاریخ مقرر کی۔

**اسپین میں خانہ جنگی ۱۸۲۰-۲۳ء**

ان واقعات کو دیکھکر دیگر حکومتوں کے سفرا جو میڈرڈ میں متعین تھے، بالکل دم بخود رہے اور انکی خاموشی سے بدشگونی کے آثار ہویدا تھے، صرف سفیر امریکہ نے ہدیۂ " تہنیت " پیش کیا - گزشتہ حکومت کی زیادتیوں سے خواہ انھیں کتنی ہی کم ہمدردی کیوں نہ ہوتی وہ اب بھی اس امر کو شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے کہ جو تغیرات اس طرح سے عالم وجود میں لائے گئے تھے اُن سے کسی بہتری کی توقع کیجا سکتی تھی یا نہیں! جنتا نے اپنی زندگی کے دور اول میں، اس بات کو ثابت کر دیا تھا کہ اسکو اپنے اصول مجردہ، ہر حال میں عزیز تھے خواہ دنیائے عمل میں ان کا نفاذ قطعی ناممکن کیوں نہ ہو! اسکا یہ رویہ گویا اسکی افتاد طبیعت کا ترجمان تھا، اب اس نے اس امر کو قطعاً نظر انداز کر کے کہ ان ممالک نے جنھوں نے انقلاب کو کامیاب بنانے میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیا تھا فی الحقیقت مقامی وطن پرستی کے جذبے میں سرشار تھے، سلطنت کی نئی تقسیم اور ترتیب شروع کر دی، خود کورٹیز اور اس کے اراکین نے مآل اندیشی کا بہتر نمونہ پیش نہ کیا۔ ان کے سامنے سب سے زیادہ اہم مسئلہ اپنی ناگفتہ بہ مالی حالت کا سلجھانا تھا - ان اصلاحات کے لئے سب سے زیادہ ٹھوس بنیاد ان کو اس طرح حاصل ہوئی کہ اُنھوں نے کلیسا کی جاگیروں کو فروخت کرنے کے لئے کروڑگیری کی چوکیوں کا ایک زبردست نظام قائم کیا اور کلیسائی اور جاگیردارانہ رقوم واجب الادا کو فسخ کر کے، جو کچھ قلیل رقم بچتی تھی اسے محاصل دیوانی میں 89
تبدیل کر دیا - جہاں تک اصول مجردہ کا تعلق تھا، لبرل نقطۂ نظر سے ان تجاویز کے

خلاف لب کشائی کی گنجایش ہی نہ تھی ۔ لیکن پہلی مشق کے متعلق یہ کہنا ہے کہ کسی ایسے ملک میں جہاں لوگ اپنی آمدنی کو خفیہ اور ناجائز طور پر المضاعف کرنیکے عادی ہوں ، یہ تجویز دانشمندانہ نہیں کہی جاسکتی ۔ موخرالذکر فعل جنون کا مرادف تھا کیونکہ یہاں کوئی حکومت پادریوں کے متفقہ حملے کے خلاف ایک لمحے کے لیے نہیں ٹھہر سکتی تھی ، رہا تیسرا امر اس میں صرف یہ تبدیلی ہوئی کہ ابتک جو نامقبولیت جاگیردار امرا کو حاصل تھی اب اُس کا قرعۂ فال حکومت جدید کے نام نکلا ۔ اس کورانہ روےی کا جو کچھ نتیجہ ہوسکتا تھا وہ جلد ظہور پذیر ہوا ۔ ایک استبدادی جتھا موسوم بہ "علم برداران دین متین" قائم ہوئی جسکے سرغنا "جنگ جو" پادری تھے۔ اور جدید حکومت اور اس کے رفقا کے خلاف ایک قسم کی "جنگ پریشاں" شروع ہوگئی ۔ ۱۸۲۰ء سے ۱۸۲۲ء تک غریب **اسپین** مختلف سیاسی جماعتوں کی معاندانہ زور آزمائیوں کا محشرستان بنا رہا اور جس میں ہر جماعت کی طرف سے استبداد اور ستم آرائی کا ہر پہلو روا رکھا گیا ، اعتدال پسند بھی تھے اور غلو پرست بھی اطلاق پسند اور حکم بردار بھی جو صرف اس بات پر متفق تھے کہ جماعت بندی کی آتش جہنم میں اسپین کی عافیت ہمیشہ کے لیے جھونک دی جائے ، اگر کسی ملک کی بیچارگی اور بے دست و پائی ، حکومتوں کی مداخلت کبھی حق بجانب ثابت کرسکتی تھی تو وہ ساعت اب آگئی تھی !

**انقلاب اسپین اور دول یورپ کا رویہ**

لیکن یہ بھی کیا بدنصیبی تھی کہ یورپ کے خودساختہ اطبا مرض کی تشخیص یا اسکے ازالے میں کسی طرح متفق الرائے نہیں ہوسکتے تھے ، صرف **الکزنڈر** ایسا تھا جس نے فیصلے میں تعجیل کی ۔ اسکی رائے تھی کہ تمام یورپ کو متفقہ طور پر مداخلت کرنی چاہیے ، یہی نہیں بلکہ انجیل مقدس کے احکام کو اصلی معنوں میں پیش نظر رکھکر ، پندرہ ہزار روسی افواج ، علاقۂ پیڈمونٹ اور جنوبی **فرانس** میں سے گزرنیکے لیے تاکہ ستم رسیدہ بادشاہی کی مدد کرے آمادگی ظاہر کی ۔ ادھر **میٹرنخ** روسی گماشتوں کی ریشہ دوانیوں کو جو اٹلی کی خفیہ انجمنوں میں سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھیں نہایت تشویش کی نظر سے دیکھتا تھا اور معاملات کی دگرگوں حالت دیکھکر ایکدم

سراسیمہ ہو گیا اسکے نزدیک ، زار نے ازالۂ مرض کے لیئے جو معالجہ تجویز کیا تھا وہ خود مرض سے زیادہ خطرناک تھا، نظر بحالت موجودہ اس نے اس امر میں بھی شبہ کرنا شروع کیا کہ آیا کوئی مرض بھی تھا یا نہیں ! زار کے اظہار آمادگی پر اس نے جواب دیا کہ چونکہ اسپین کا مرض مادی تھا اور بقیہ یورپ کا اخلاقی، اس لیئے مداخلت کی کوئی معقول وجہ ہی نہیں ہے[1] بلکہ یہ غیر ضروری اور خطرناک بھی ہے! اسکا مفہوم خواہ کچھ ہی ہو، یہ مسلمہ تھا کہ آسٹریا، افواج کو اپنے ملک سے گزارنے پر آمادہ نہ تھا۔ اس لیئے یہ تمام منصوبے جہاں کے تہاں رہ گئے۔ اب رہا فرانس جسکی سرحد کے دوسرے ہی طرف یہ کشمکش رونما تھی، اس لیئے اسے اس مسئلہ میں سب سے زیادہ انہماک ہونا چاہیئے تھا، اسکا حال یہ تھا کہ لوئیس ہیژدہم کوئی ایسا دستور، نہیں تسلیم کرسکتا تھا جو بادشاہ سے بزور شمشیر منوایا گیا ہو لیکن اول تو ڈیوک ڈی بیری کی وفات نے فرانس کے اندرونی دوبست کو یوں ہی نہایت نازک اور تشویشناک بنا دیا تھا، دوسرے، انگلستان کی حریفانہ اور مخالفانہ نظر اس بات پر لگی رہتی تھی کہیں فرانس اپنا دائرۂ اثر اسپین میں تو نہیں وسیع کر رہا ہے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس اس تحریک میں کوئی عملی حصہ نہ لے سکا انگلستان کی یہ حالت تھی کہ کاسلری نے فرامین کارلسباڈ کے سلسلے میں اس امر پر اختلاف ظاہر کیا تھا کہ بڑی بڑی سلطنتوں کے اندرونی معاملات میں کبھی مداخلت کی جائے، اس لیئے اب اُس سے یہ کس طرح توقع کیجاسکتی تھی کہ وہ ایک ایسی ناکارہ حکومت کے لیئے مداخلت روا رکھے گا جس نے نوآبادیوں اور انگلستان کے تاجرانہ تعلقات کے خلاف اپنا رویہ ہمیشہ معاندانہ رکھا۔ اس لیئے اسوقت، اسپین کے لیئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بلا شرکت غیرے خود اپنی قسمت سنوارے یا بگاڑے !

لیکن ہمسایہ ممالک میں بھی، اضطراب اور انتشار کے بارود خانے آتشگیر مادے سے اٹے پڑے تھے، جن میں اسپین کے آتش زار سے

صفحہ (۹۰)

---

[1] ٹیپنگ بنام کیپسیل ٹرن۔ ۵ جون ۱۸۲۰ء۔ (بارٹنس۔ ۴ (۱)، ۴۷۴، ۲+

نکلے ہوئے شرارے اُڑ اُڑ کر گرتے تھے۔ خود پرتگال ایک ہنگامہ اور بغاوت کے لیئے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ ۱۸۰۷ء میں فرانسیسی تاخت کے موقع پر خود بادشاہ جان چہارم ملک چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اور برازل کو حکومت کا مستقر قرار دیدیا تھا۔ اب ۱۸۱۵ء میں بجائے واپس آنے کے اُس نے ایک اعلان شائع کیا، جس میں پرتگیزی سلطنت کو "ممالک متحدۂ پرتگال، برازل والغرب" کے نام سے موسوم کردیا اور فوراً ہی مارشل برسفورڈ کو، جو پہلی دفعہ انگریزی افواج متعینہ پرتگال کا کمانڈر تھا، اپنا قائم مقام بنا کر لسبن بھیجدیا۔

**پرتگال اور برازل**

یہ انتظام پرتگیزیوں کے نزدیک پسندیدہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ پہلے ان کو شاہی اقتدار حاصل تھا اور اب موجودہ نظام کی رو سے انکی حالت ماتحتانہ ہوگئی تھی اور ماتحتی بھی کسکی؟ خود اپنی نوآبادی کی! کیونکہ اس انتظام سے ان کے وہ تعلقات جو اس سے پیشتر برازل سے تھے، اب بالکل برعکس ہوگئے تھے علاوہ بریں، برازل کی تجارت کا پورا، اجارہ، اب تک پرتگیز (91)
کو حاصل تھا لیکن اب اس امداد و استعانت کے صلے میں، جو گزشتہ جنگ کے موقع پر پرتگال میں انگریزوں سے حاصل ہوئی تھی، وہ (انگریز) بھی اس حق میں حصہ دار بنا دیئے گئے۔ اس انتظام پر باشندگان برازل اور انگلستان نے تو جشن منائے لیکن بہت سے پرتگیز تجار کے یہاں صف ماتم بچھ گئی! اپریل ۱۸۲۰ء میں برسفورڈ، برازل کے لیئے روانہ ہوا اور اسکی عدم موجودگی ملک کے اضطراب اور انتشار کے لیئے نفخ صور کا کام کر گئی۔ اگست میں افواج متعینہ

**پرتگال میں انقلاب**

اوپورٹو نے کرنل سیپلویڈا کی سرکردگی میں علم بغاوت بلند کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام ملک میں غدر پھیل گیا متولیان ملک نے یہ دیکھکر کہ فوج میں بے اطمینانی پھیل چکی ہے، نومبر میں "کورٹیز" کا جلسہ منعقد کرنے کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ بادشاہ سے عرض کیا کہ فی الفور یورپ واپس آجائے، تاہم ۱۵ ستمبر کو افواج متعینہ لسبن بگڑ کھڑی ہوئیں، حکومت تولیت کو معزول کردیا اور ایک ہنگامی گورنمنٹ قائم کردی۔ توقع یہ تھی کہ اسپین میں جس نوعیت کی حکومت تھی اسی نمونے پر دستور عمومی حاصل ہوگا۔

ابھی یہ ہنگامہ نصف النہار پر تھا کہ بر سفورڈ کچھ اور فوج لیکر ریو سے پلٹ پڑا لیکن جنتا نے اسے خشکی پر اترنے سے روکدیا اور وہ مجبوراً انگلستان کو لوٹ گیا، یہ واقعات ایسے نہ تھے جس سے بادشاہ سپر نہ ڈال دیتا، چار ناچار پرتگال واپس آنے کے لیئے آمادہ ہوا۔ اسکا لڑکا پڈرو بہ حیثیت قائم مقام کے برازل میں رہ گیا، اور اسے اس امر کی ہدایت کردی گئی کہ اگر دونوں ممالک متحد نہ رکھے جاسکیں، تو حکومت برازل کا تاج زیب سر کرے کیونکہ یہ اس سے کہیں بہتر تھا کہ یہ ملک کسی دوسرے منچلے کا جولانگاہ بنتا۔ یہ ۱۸۲۲ء کے ناگزیر واقعات تھے اور ۱۲ اکٹوبر کو ریو کی جنتا نے برازل کی آزادی کا اعلان کیا اور پڈرو نے "آئینی شہنشاہ" کا لقب اختیار کیا۔ اسی دوران میں

**بادشاہ ۱۸۱۲ء کے دستور کو منظور کرتا ہے**

۸ جنوری کو لسبن میں کورٹیز کا اجلاس منعقد ہوا اور ایک ایسا دستور پاس کیا گیا جو اسپین کے نظام حکومت کے نمونے پر تھا۔ چھ دن کے بعد بادشاہ سلامت برازل سے واپس آئے اور ملکہ کارلوتا اور اپنے بھائی دام میگوئل کی شدید مخالفت کے باوجود، اس نے ساحل پر قدم رکھنے سے قبل، اپنے آپکو
ایک ایسے "دستور" کا پابند کردینے کی قسم کھائی جس سے اسکی تمام طاقت ۹۲
اور اقتدار فنا ہوگیا!

اس دستور کے نفاذ کے موقع پر اہالیان لسبن نے چراغاں کیا اور اسی جم غفیر میں کسی نے اسٹروی سفیر کی اہانت کردی جس سے میٹرنخ کو ایک انقلابی حکومت سے تمام سیاسی تعلقات قطع کرلینے کا بہانہ مل گیا۔ یہ لطیفہ بھی ایک طرح سے تلقین و تبلیغ اصول کا ایک بے ضرر حیلہ تھا لیکن اب دیکھنا یہ رہ گیا تھا کہ کیا پرتگال کا "مرض"، اس کے نزدیک اسپین کے "مرض" سے زیادہ تشویشناک تھا۔ کیونکہ موجودہ حالت میں اسٹریا اس متعدی وبا سے زیادہ محفوظ تھا۔ لیکن یہ حالت اسوقت بالکل بدل گئی جب یہ وبا خود اسکی سرحد پر منڈلانے لگی اور اسکے خاص حلقۂ اثر میں سرایت کرنے لگی، نیپلس میں استبداد کا دور دورہ

**نیپلس میں انقلاب جولائی ۱۸۲۰ء**

"اسپین"، رہا حتی کہ پیڈ ماؤنٹ سے

بھی کمزور تر تھا۔ میورا کے زوال کے بعد، خاندان **بوربون** آسٹریا کی
خاص حفاظت اور نگہداشت میں برسر اقتدار لایا گیا تھا، اور باوجود اسکے کہ
شاہ **فرڈیننڈ** نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کیا تھا کہ وہ آئینی مدارج کے
اتنے ہی منازل طے کرے گا جتنے **آسٹریا** منظور کرے، لیکن **مٹرنخ** نے
اپنی وضع کو ہاتھ سے نہ دیا اور اس بات پر اڑا رہا کہ مناقشات کے قبل
جو حالت تھی وہ ہر صورت سے محفوظ رکھی جائے، اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی
نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ **انگلستان** کے ساتھ ملکر اس قسم کی
تدابیر عمل میں لانے لگا جس سے ہر قسم کا جوابی انقلاب یا انتقامی داروگیر
کی روک تھام ہو سکے۔ بہ حیثیت مجموعی اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ میورا
نے بست وکشاد کا جو نظام قائم کر دیا تھا یا جو قوانین اس نے نافذ کر دیئے تھے
وہ خفیف تغیر و تبدل کے ساتھ بجنسہ رہنے دیئے گئے تھے، لیکن اس میں
کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے دربار شاہی کو غیر منصفانہ یا خود مختارانہ رویہ اختیار
کرنے کا موقع نہ مل سکتا۔ **فرڈیننڈ** اپنی جلاوطنی سے واپس آیا تو اسکے ساتھ،
حسب معمول لواحقین کا گروہ بھی ساتھ ساتھ تھا جس نے صلہ اور انعام حاصل
کرنے کے لیئے ایک طوفان بے تمیزی مچا رکھا تھا اور یہ ہنگامہ فوج میں،
اس بنا پر خصوصیت کے ساتھ عالمگیر ہو رہا تھا کہ ان (ملوکی)، افسروں کا حق،
جنھوں نے سسلی میں بادشاہ کی رفاقت کی تھی اُن لوگوں کے مقابلے میں
قابل ترجیح سمجھا گیا جنھوں نے میورا کے علم کے سایہ میں داد شجاعت دی تھی۔
اسی سلسلے میں یہ بات بھی آن پڑی تھی کہ پادریوں کو سوا اس کے کہ ان کی
وہ جائدادیں جو ان سے علیحدہ کر لی گئی تھیں، واپس نہیں دی گئیں بقیہ تمام
اختیارات انھیں تفویض ہونے لگے تھے اور لبرل تحریکات یا خیالات کے صفحہ(۹۳)
حامیوں کے خلاف نہایت شدید تعزیری کارروائیاں عمل میں آنے لگی تھیں
ایک طرف تو فوج میں اضطراب پھیلا ہوا تھا دوسری طرف لبرل جماعت
کی اولوالعزمیاں اُبھرنے کے لیئے بیقرار تھیں، آخرکار ان دونوں کو
ایک ہی مرکز پر مجتمع ہو جانے کے اسباب پیدا ہو گئے اور اس طرح پر

انجمن کاربوناری عالم وجود میں آئی، اور وہ بھی ایک ایسے قدیم اور روایتی ملک میں جہاں لوٹ اور غارتگری کی گرم بازاری اور خفیہ انجمنوں کی ریشہ دوانیاں "یاران نکتہ دان" کے لئے ایک "صلائے عام" تھی، ان حالات کے ماتحت، انقلاب اسپین کا فوری اثر کیوں نہ ظاہر ہوتا۔ ۲ جولائی کو لفٹننٹ موریلی کی سرکردگی میں، فوج کے ایک دستے نے نولا سے نیپلس پر تاخت کی، ۵ جولائی کو اس میں جنرل پیپے بھی آکر مل گیا جسکی زیر کمان "ڈریگون" کا ایک رجمنٹ تھا اور اس تحریک پر اس کثرت سے لوگوں نے صدائے لبیک بلند کی کہ وزرا اسکی روک تھام سے بالکل معذور ہو گئے۔ پیپے نے اسپین کے دستور مجریہ ۱۸۱۲ء کا فوراً اعلان کیا پہلے پہل تو بادشاہ نے ناسازی مزاج کا ایک مجہول حیلہ پیش کیا لیکن پایان کار اس نے دستور کو منظور کرنے کی قسم کھائی۔ معلوم نہیں یہ ایک وجدانی کیفیت تھی، یا اسکی وہ جبلیت جو تماشہ اور تفریح کی لطف اندوزیوں سے سرشار تھی یا پھر صرف ایک ہتھکنڈا، کہ اس نے یہیں تک دم نہ لیا، بلکہ بڑھ کر اس دائرے میں قدم رکھ دیا، جہاں اسکی حالت اور منصب کا اندازہ کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اسکی کوئی ضرورت بھی نہ تھی، اس نے یہانتک دعا مانگی کہ اگر اس کے قول و فعل میں کوئی فرق نظر آئے تو خدا فوراً اپنا غضب نازل کرے! اس نے جس شد و مد کے ساتھ اختلاف ظاہر کیا تھا اس سے شاید یہ بھی مقصود تھا کہ اس طرح قسم کھانے سے وہ آسٹریا سے اپنے تعلقات منقطع کر رہا تھا بہرحال کچھ ہی رہا ہو اس نے میٹرنخ کو فوراً خط لکھا جسمیں اسکی رائے اور صلاح طلب کی تھی۔

نیپلس کے اس ہنگامۂ رستخیز کا طشت از بام ہونا تھا کہ میٹرنخ نے اپنے نوزائیدہ اصول "عدم مداخلت" کو فوراً خیرباد کہا، لیکن باینہمہ وہ یہ بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ ایک ایسے معاملے کو جو آسٹریا سے اس طرح متعلق تھا یورپین کانگریس کے گلخن میں جھونک دے۔ اس نے یہ تحریک پیش کی کہ کسی دوسری سلطنت کے مداخلت کے بجائے یہ زیادہ بہتر تھا کہ

خود زار اور فرانسس ملکر " مداخلت " کے مسئلے کو آپس میں طے کر لیں۔ پروشیا کی اندرونی کشمکش اور بر اعظم کے مسائل مختلف فیہ سے انگلستان کی تدریجی کنارہ کشی ایسی چیزیں تھیں جو اس تحریک کو حق بجانب ثابت کرتی تھیں، لیکن الگزنڈر اب بھی اپنے اس عقیدے کو حرز جان بنائے ہوئے تھا کہ محالفہ مقدس ہی دنیا کی امیدوں کا ماوی و ملجا ہو سکتا تھا، لیکن خدا بھلا کرے آسٹریا کی سازشوں، پروشیا کی کمزوریوں اور انگلستان کے " یہ گھر رہے سلامت وہ گھر رہے مبارک "! اصول کا صرف روس ہی اس کے اصولوں کا تنہا دیکہ علم بر دار رہ گیا تھا![1] آسٹریا کو جو عظمت اسوقت اٹلی میں حاصل تھی وہ فرانس کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اس نے بھی کہا کہ اسکا فیصلہ کانگریس ہی کے ہاتھ میں دیدینا چاہیئے۔ ان حالات کے ماتحت آسٹریا کو سر تسلیم خم ہی کرنا پڑا۔ اور آخر میں یہ طے پایا کہ ٹروپاؤ میں ۲۰ اکتوبر کو کانگریس کا جلسہ منعقد ہو۔ صفحہ (۳۴۹)

**کانگریس منعقدہ ٹروپاؤ**

جلسے کے انعقاد سے پہلے ہی میٹرنخ نے ایک یادداشت تیار کی جس میں اُس نے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ نیپلس کے معاملات سے آسٹریا کے اغراض اتنے ہی وابستہ تھے جتنے خود تمام یورپ کے! اُس نے کہا، یورپ کی تمام حکومتوں کا طرز عمل صرف ایک محور پر گھومتا تھا اور وہ عہد ناموں کو سالم اور برقرار رکھنا تھا! اس لیئے انقلابی تحریک سے ہر ایک کی عافیت خطرے میں تھی اس لیئے ہر ایک کو اسکے تدارک اور انسداد کے ذرائع اور وسائل اختیار کرنے چاہئیں، پس ٹروپاؤ کی کانگریس کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہونا چاہیئے کہ کن اصول کے ماتحت، حلیف نیپلس کے معاملے میں مداخلت کر سکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان اصول کا عمل درآمد بھی فوراً شروع کر دینا چاہیئے"۔ اس کے بعد اس نے خود اپنے خیالات ظاہر کرنے شروع کیئے کہ اس اصول " مداخلت " کی نوعیت کیا ہونی چاہیئے اس نے کہا کہ

[1] مارٹنس ۴، ۲۷۲ - ۲۷۶ -

انقلاب اگر طبقۂ اعلیٰ کی طرف سے معرض وجود میں آئے تو مستحسن ہے اور اگر اسکا نفاذ طبقۂ اسفل کی طرف سے ہوا ہے تو وہ غیر مستحسن ہے۔ اول الذکر حالت میں غیر حکومتوں کی مداخلت نہ ہونی چاہیئے اور موخر الذکر صورت میں ان حکومتوں کو جنھوں نے فیصلے پر دستخط ثبت کیئے ہیں اس قسم کے تغیرات کو ناقابل التسلیم سمجھنا چاہیئے، اور یہی نہیں بلکہ اگر ایسے تغیرات خود انکی ریاستوں میں نافذ ہوچکے ہیں تو انھیں مسترد بھی کردینا چاہیئے [۱]

اب اسکے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ اسکے اس موضوعہ نظام عمل کو دوسری حکومتیں شرف قبولیت بخشیں، تاجدار پروشیا فریڈرک ولیم اپنی وضع کا پابند رہا اس نے اسٹریا کو اپنا پیر طریقت تسلیم کرلیا۔ زار کے متعلق بھی میٹرنخ کو زیادہ کاوش نہ کرنی پڑی کیونکہ تجدید مذہب کا پہلا درس جو ایکس میں دیا گیا تھا اسکے اثرات اب مترتب ومکمل ہونے لگے تھے۔ الگزنڈر بقول خود ٹروپاؤ

زار کے رویہ میں تبدیلی

میں ایک بدلے ہوئے آدمی کی حیثیت سے آیا تھا، اہالیان پولینڈ کے "دیئٹ" کی یہ ناسپاسانہ جسارت کہ اسی کا فیصلہ ناطق سمجھا جائے ایک ایسا فعل تھا جس نے الگزنڈر کے حساس ترین گوشۂ قلب کو مجروح کردیا تھا اور اس واقعے نے اسکے اس اندیشے کو اور قوی کردیا، جس سے وہ اپنی اس حرکت کا اندازہ کرتا تھا، جسکا ذمہ دار یہ خود تھا اور جو یورپ میں ایک عام انتشار اور اضطراب پھیلانے کی معین ہوچکی تھی۔ میٹرنخ سے اس نے خود کہا "تم کو کسی بات پر کف افسوس نہیں ملنا ہے لیکن مجھے ہے"، سہ پہر میں چاء نوشی کا مشغلہ تھا رازدارانہ گفت وشنید کا آغاز ہوا، کہ میٹرنخ نے روس کے خدائے وقت سے اپنے سیاسی عقائد کا اظہار کیا اور وہ ذرائع اور وسائل بھی بیان کردیئے جس سے وہ ایک دفعہ پھر دنیا میں عافیت وسکون کی برکات نازل کراسکتا تھا۔ صفحہ(۹۵)
۵ اہر نومبر کو خبر پہنچی کہ روسی گارو کے سیمونووسکی پلٹن میں غدر مچ گیا،

---

[۱] "تذکرہ میٹرنخ"، مارٹنس ۳ حصہ ۱، ۲۷۶ ؛

یہ خبر میٹرنخ کی تقویت کی باعث ہوئی، زار نے یہ خیال کیا کہ اُسے سینٹ پیٹرزبرگ میں واپس بلانے کے لیئے انتہا پسندوں نے ایک شگوفہ چھوڑا تھا، میٹرنخ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا، "لیکن"، اُس نے اتنا اور اضافہ کیا "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زار کس قدر بدل گیا ہے" اب اُسے اس بات پر رد و قدح کرنے کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی کہ انقلاب کی مخالفت سے اصلاح کی مخالفت مقصود نہیں ہوتی یا استحکام، انجماد کا مرادف نہیں ہوتا، زار نے بغیر چوں چرا کیئے ہوئے ہتیار ڈالدیئے۔

آسٹروی نقطۂ نظر سے فرانس اور انگلستان کا رویہ زیادہ قابل اطمینان نہ تھا، میٹرنخ کو یہ توقع تھی کہ اگر تین "آزاد" طاقتیں متحد ہو جائیں گی تو دو "پابند" حکومتیں انکے نقش قدم کو اختیار کرلیں گی۔ لیکن حکومتوں کے ستدِ رویئیں میں وہ شگاف نمایاں ہونے لگا تھا جو آئندہ چلکر مغرب کی لبرل اور مشرق کی استبدادی حکومتوں کے درمیان ایک خلیج بنکر حائل ہوتا۔ الگزنڈر نے انگریزی حکومتوں سے منتیں کیں کہ وہ "استبدادی محالفہ" کی رسوائی سے اپنا دامن ملوث نہ کرے لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اسکو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر انگلستان اس کانگریس سے کنارہ کش رہا تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ دوسری سلطنتیں نامحدود اور خودمختارانہ حکومت کی متمنی تھیں، وہ اپنے مخلصانہ آئینی جذبات کی ضمانت پیش کرتا تھا اور اس نے اس بات کا اعلان کیا کہ کانگریس میں کوئی ایسی بات طے نہ ہوگی جو انگلستان کی پارلیمنٹ کے روشن خیال اکثریت کے عقائد یا جذبات کے منافی ہو۔ لیکن کاسلری ٹس سے مس نہ ہوا۔

**کاسلری کا رویہ**

اُس نے کہا عہد ناموں کی ایسی کھینچ تان کی جارہی تھی کہ وہ اسکے کسی طرح متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ نہ تو خود عہد ناموں میں ایسی شرائط موجود ہیں اور نہ موجودہ حالت ہی اس بات کی مقتضی ہے کہ کوئی کانفرنس اس نمونے پر قائم کی جائے جس پر ایکس میں قائم ہوئی تھی۔ اسپین کی طرح نیپلس کے مناقشے بھی

بالکل اپنی ہی حکومت سے متعلق تھے اور گو انگلستان اس بات پر مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس انقلابی "وبا" کے خلاف عملی کارروائی کا آغاز کردے لیکن وہ کسی ایسی "بین الاقوامی مجلس" کا شریک نہ ہوگا جس میں اس مقصد کے لیئے فرامین بین الاقوامی نافذ ہوں۔ اگر آسٹریا کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ نیپلس کے ہنگامے خود اسکی عافیت کے منافی ہیں صفحۂ(۹۶) تو اسکو اختیار ہے، وہ اپنی ذمہ داری پر مناسب تدابیر و ذرائع اختیار کرسکتا ہے، انگلستان کو اس میں کوئی عذر نہ ہوگا، رہا کانگریس کی شرکت اس کے لیئے لارڈ اسٹیوارٹ بحیثیت انگریزی سفیر (جسے انگلستان کی طرف سے سیاہ سفید کا اختیار حاصل ہوگا) بھیجے گئے ہیں، لیکن وہ کانگریس کی بحث مباحثہ میں کوئی نمایاں حصہ نہ لیں گے، انگریزی حکومت کی رائے سے فرانس بھی متفق تھا اور ۱۹ار تاریخ کو جب منضبطۂ ٹروپاؤ شائع ہوا تو اس پر صرف آسٹریا۔ روس اور پروشیا کے دستخط ثبت پائے گئے۔

مضبطۂ ٹروپاؤ ۱۹ار نومبر ۱۸۲۰ء

مجالس یورپ کی جماعت کے اس طرح مختصر ہو جانے کا لازمی نتیجہ تھا کہ انکے مقاصد کا دائرہ بھی تنگ ہوگیا، وہ حالفۂ مقدس جو تمام یورپ کا عدالت العالیہ تسلیم کیا جانے والا تھا اب محض ایک ایسی جماعت ہوکر رہ گیا تھا، جو انقلاب کے دست تطاول سے شاہزادگان یورپ کو محفوظ و مصئون رکھتا+ کہنے کو تو یہ ایک بڑی چیز تھی لیکن اسکا احترام بس اتنا ہی تھا جتنا "مائنز کمیشن" یا "ویئت فرنیکفورٹ"۔ منضبطۂ ٹروپاؤ بالفاظ دیگر صرف فرامین کارلسباڈ تھے جن کی اشاعت تمام یورپ میں تھی، ایک جگہ یہ تحریر تھا کہ "وہ ریاستیں جنکے نظم حکومت میں انقلاب کی وجہ سے تغیر و تبدل ہوا ہے اور جس کے نتائج دوسری ریاستوں کے لیئے اندیشہ ناک ہیں بوجوہ متذکرہ خود بخود اتحاد یورپ کے رکن نہیں رہے، اور وہ اسوقت تک علیحدہ رکھے جائیں گے جب تک ان کا رویہ کسی باضابطہ نظم و استحکام کا ضامن نہ ہوگا اور اگر اس تغیر و تبدل سے دوسری ریاستوں کے لیئے کوئی فوری خطرہ رونما ہے تو متحدہ حکومتیں اپنے کو

اس بات کا پابند بناتی ہیں کہ وہ تمام صلح جویانہ طریقے سے اور اگر یہ ناممکن
ہوا تو بزور شمشیر مجرم ریاست کو محالفۂ عظیمہ میں شامل کردیں گے ۔ لہٰ ؎

لیکن پانچ جدید طاقتوں میں سے دو نے اس اہم اعلان کو کھلم کھلا
ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اسی وجہ سے اسکے اخلاقی تار و پود ڈھیلے ہو گئے۔
لیکن میٹرنخ کو اس بات کی توقع تھی کہ یہ نقص دور ہو جائے گا فرانس نے
کچھ قیود عائد کرنے کے بعد اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ عافیت اور یکسوئی کے
خیال سے وہ مضبطے کے اصول کو تسلیم کرلے گا لیکن جب کاسلری کو وہ شرائط
معلوم ہوئیں تو اُس نے ایک دفعہ نہایت شد و مد کے ساتھ انکی مخالفت
شروع کردی اور خصوصاً وہ اس بات پر بے حد مصر تھا کہ اسکی شرائط کسی حالت
میں اور کسی طور پر انگلستان کو پابند نہ بنا سکیں میٹرنخ اس بات کو ذہن نشیں
کرانے کی بے سود کوشش کر رہا تھا کہ حکومتوں کی نیت محض اُن اندرونی تعلقات
میں دست اندازی کرنے کی تھی جنکا اثر بیرونی تعلقات پر پڑتا ہو اور مضبطے کے (صفحہ ۹۷)
اصول محض اُن شدید شرانگیزیوں سے متعلق تھے اور ان انقلابات کا
سدِ باب کرنے کے لیئے بر سر کار لائے جا سکتے تھے جو وقتاً فوقتاً باضابطہ
حکومت کے خلاف رونما ہوتے تھے ۔ یہ استدلال اس حکومت کے سامنے
پیش کیا گیا تھا جو ۱۶۸۸ئہ کے انقلاب انگیز تصفیہ کا نتیجہ تھی جسکا انجام
یہ ہوا کہ اسکا خاک اثر نہ ہوا لیکن گو انگریزی حکومت ٹس سے مس نہیں ہوئی
لیکن کبھی کبھی محض اختلافی رائے بلند کر کے خاموش ہو جاتی تھی۔ محالفۂ عظیمہ
میں کوئی رخنہ نہ پڑا اور اٹلی میں جو معاملات رونما ہو رہے تھے اُنھیں ان کی
قسمت پر چھوڑ دیا گیا ۔ ؎

کانگرس کا آخری اجلاس ٹروپاؤ میں ۲۴ر اکٹوبر ۱۸۲۰ئہ کو ہوا،
لیکن طے یہ پایا کہ آغاز سال آئندہ تک کے لیئے بارخ میں اس کے اجلاس
منعقد ہوتے رہیں ۔ اسی دوران میں فرڈیننڈ شاہ نیپلس بھی مدعو کیا گیا کہ

---

لہ مکمل عبارت مارٹنس ۴ (۱) صفحہ ۲۸۲ میں ہے ۔ ؎

وہ شریک ہو اور ایسی تدابیر سوچے جس سے حکومتوں کے احکام کا نفاذ ہو سکے، ساتھ ہی ساتھ یہ کوشش بھی جاری رہی کہ اہالیان نیپلس کسی طرح سے زیر ہو جائیں۔ خود پاپائے روما کی طرف لوگوں نے رجوع کیا کہ تقدس مآب خود اپنے اثر کو بر سر کار لائیں اور نزار کے دست خاص کا لکھا ہوا خط پوپ کے پاس اس مضمون کا پہنچا کہ پاپائے روما خود اپنے بابرکت اثر کو کام میں لاکر اپنے اطاعت شعار فرزندان کلیسا کو انکے حق بجانب فرض، حلقہ بگوشی کی طرف مائل کریں۔ اہالیان نیپلس اپنی ضد پر قائم رہے اور ضد بھی ایسی نہیں جسکی بنیاد عقیدہ راسخ پر ہو بلکہ لاعلمی اور جہالت پر ہو، مضبطہ کی اشاعت ہوئی لیکن اسکا خیر مقدم عامۃ الناس کے جوش غضب نے کیا، اس غیظ و غضب میں، ایک دفعہ اور مد و جزر اسوقت اٹھا جب یہ خبر گرم ہوئی کہ بادشاہ سے لئے بلخ کے لیئے روانہ ہونے والا ہے۔ شرائط دستور، کے مطابق اُسے ملک چھوڑنے کے لیئے پارلیمنٹ کی اجازت یعنی ضروری تھی۔ لبرل وزارت نے یہ سمجھکر کہ دول حلفاء کے فیصلے سے سرتابی محال تھی، ایوان کو اس بات کا مشورہ دیا کہ وہ بادشاہ کو اس شرط پر روانگی کی اجازت دیدے کہ وہ چند آئینی اصول کا پابند رہے گا اور یہی اصول کانگریس میں گفت و شنید کے سنگ اساسی ہوتے لیکن باشندگان نیپلس کے من سمجھوتے کے قائل نہ ہونے والے تھے اور نہ ہوئے۔ ایوان کے فیصلے کی خبر مشتہر ہوئی تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور قبل اسکے کہ بادشاہ روانہ ہوتا اسے اس بات کی قسم کھانی پڑی کہ وہ سنہ ۱۸۱۲ کے دستور کا پابند رہے گا

صفحہ (۹۸) دستوری آزادی کے دشمنوں کے لیئے اس سے بڑھ کر کوئی موقع نہ تھا۔ نیپلس کا بوربون خاندان ایسا نہ تھا جس کے ضمیر کو سوگند و قسم، کی گرانباری کبھی محسوس ہو سکتی تھی، اپنی رعایا کی حدود سے باہر قدم نکالنا ہی تھا کہ اس نے بغیر کسی حیلۂ شرعی یا تشریح کے بڑے بڑے ممالک کے حکمرانوں کے پاس مراسلات بھیجے کہ اسکے گزشتہ اقوال و افعال

**فرڈینںڈ حکمران نیپلس اور کانگریس۔**

بالکل مسترد تصور کیئے جائیں! اس قسم کے بے تکے پن نے ایک عجیب سنسنی پھیلا دی اور یہ بھی، ان سیاسی شاطروں کے حلقے میں جنکی طبائع خصوصیت سے کے ساتھ غیر انفعال پذیر ہوتی ہیں، مٹرنخ نے خود کاپو دستریا کو ایسے افسوسناک حربے کے استعمال کرتے پر لعنت ملامت کی گینٹز نے کانگرس کو اس بات پر تہنیت بھیجی کہ کانگریس کی یہ افسوسناک صدائے ناراضی دنیا کی نظر سے پوشیدہ اس کے دفتر ہی میں مدفون رہے گی۔ کاپو دستریا نے یہانتک کہا کہ "ملوکیت" کو رسوائی سے بچانے کے لیئے ایک مقدس جعل کھڑا کیا جس میں اس نے جعلی خط وکتابت کا ایک سلسلہ جاری کرنا چاہا، وہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ باوجود اس کے کہ تمام حکومتیں بادشاہ پر دباؤ ڈال رہی تھیں کہ وہ ملک کے "آئین" کا شیرازہ بکھیر دے اور گو اُس نے اس کے خلاف نہایت شرافت اور پامردی کا اظہار کیا، لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ مگر اب یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی تھی کہ اہالیان نیپلس کی مجنونانہ حرکات آسٹریا کے سیاسی ہتھکنڈوں کے معین بنکر رہیں! کیونکہ اگر فرڈیننڈ، لیئے باخ اس ارادے سے آتا کہ وہ ایک قسم کی معتدل آئینی حکومت کے دوش بدوش کھڑا ہو گا، تو فرانس انگلستان اور غالباً روس بھی اس کی اس عہد شکنی کے خلاف صدائے ناراضگی بلند کرتے اور اس طرح آسٹریا نے جو ڈورے اٹلی میں ڈال رکھے تھے اسے سخت صدمہ پہنچتا۔ لیکن جیساکہ ہو چکا تھا، انقلاب پسندوں نے اعلان جنگ دیدیا اور ہر قسم کی گفت وشنید کا موقع ہاتھ سے جاتا رہا اس لیئے اب طے یہ ہوا کہ فرڈیننڈ کو بہ حیثیت ایک خودمختار بادشاہ کے تخت شاہی پر متمکن کرانے کا فرض آسٹریا کو تفویض کر دیا جائے اور خواہ باشندگان نیپلس گوارا کریں یا نہ کریں، ملک پر، فی الحال آسٹروی افواج قابض ودخیل ہو جائیں۔ محض سر سے ایک رسمی فرض اتارنے کی نیت سے فرڈیننڈ نے ڈیوک آف کلابریا کو یہ لکھ بھیجا کہ دول کی مخالفت کی وجہ سے دستور کا قائم رکھنا ناممکن تھا، لیکن میں اُن تمام ضروری تجاویز کو بر سر کار

لانے کے لئے مستعد رہوں گا جو ایک اچھی حکومت کی ضامن بن سکتی ہیں اور اگر باشندگان نیپلس نے موجودہ فیصلے کی مخالفت کی تو اسکا نتیجہ جنگ کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا لیکن بہرحال ہیں نے امن و انتظام کے لئے بطور ضمانت آسٹروی افواج کو ملک پر قابض و دخیل ہو جانے کی اجازت دیدی ہے۔ (صفحہ ۹۹)

یہ مراسلہ ۹ ہر فروری ۱۸۲۱ء کو نیپلس پہنچتا ہے + لیکن ۶ہر تاریخ کو آسٹروی افواج دریائے پو سے گزر چکی تھیں ۔

## نیپلس پر آسٹروی افواج کا قبضہ

اٹلی میں آسٹروی مہم ایک طرح کی عجیب وغریب (فوجی نقالی، یا (بازیگری، تھی - آٹھ مہینے تو کیل کانٹے سے لیس ہونے میں صرف ہوئے لیکن یہی فوج جب روما میں داخل ہوئی تو بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ رسد و خوراک کے لئے سالار افواج کو نیبور سے قرض لینا پڑا، حملہ آوروں کے خلاف اگر خفیف سی جدوجہد بھی کی جاتی تو اُن کا سدِباب کر دینا یقینی تھا، اور حکومتوں کی باہمی رقابت کو ظہور پذیر ہونے کا موقع دیکر آسٹریا کا پانسہ پلٹ دیا جاسکتا تھا ۔ نیپلس کی فتحیابی، شاید اٹلی کے ایک بڑے حصے کو، ان غیر ملک والوں کے خلاف لاکھڑا کرتی، لیکن نیپلس کی فوج آسٹروی افواج سے بھی بدتر حالت میں تھی جس میں نہ کوئی نظام تھا نہ کوئی ترتیب تھی اور نہ اتحاد یا پابندی، پیپے نے تو یہانتک کیا کہ وہ آبروتسی کے دشوار گزار درّوں، جسے نیپلس کا دروازہ کہنا چاہیئے، محفوظ نہ رکھ سکا، نتیجہ یہ ہوا کہ جنرل فری مانٹ نے دِ یئٹی میں جہاں انھوں نے گر پڑ کر کچھ مقابلہ کیا، اُن کا دفتر الٹ دیا ۔ اب آسٹروی افواج نے بغیر کسی دشواری کے دار السلطنت پر قبضہ کر لیا، نیپلس کی چندروزہ آزادی غیر ملک کی افواج اور غیر ملک کی حکومت اہوال و مخافات، پر نثار ہو گئی - ؀ فی الحقیقت میٹرنخ کے سیاسی ہتھکنڈوں کی معین خود تقدیر بنی رہی۔

اٹلی میں ایک عالمگیر اضطراب رونما ہونے کی خبر آئی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تجویز جسے تین حکومتوں نے مضبطۂ لباؤ کے اصول کو عمل پذیر کرنے کے لئے منظور کیا تھا، جلد سے جلد نافذ کر دیا گیا ۔ صرف نیپلس ہی نہیں بلکہ دوسری

چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بھی - حتی کہ پیڈمانٹ میں بھی - اس انقلابی تحریک

**پیڈمانٹ میں فوجی بغاوت**

کا مواد پک رہا تھا، اور اگر کہیں ایسا ہو جاتا کہ دیگر متضاد تحریکیں ایک ہی نقطے پر متحد ہو جاتیں تو اسٹروی نظام کو، صرف اٹلی ہی میں نہیں بلکہ سارے یورپ میں روز بد دیکھنا نصیب ہو جاتا، لیکن جیسا کہ ہو کر رہا، باشندگان پیڈمانٹ نے علم بغاوت اسوقت (۱۰- مارچ) بلند کیا جب دسیئے ٹی میں پیپے کو شکست کھائے ہوئے تین دن گزر چکے تھے - لیکن اس کے محرک وہی معمولی متضاد و مخالف مقاصد تھے - اس عالمگیر بے اطمینانی کا راز اس گورنمنٹ کی ناگفتہ بہ حالت میں مضمر تھا جو ایک ایسے اجتماعی نظام کے احیاء میں ساعی تھے جو معدوم و مفقود ہو چکا تھا - داخلی طور پر کسی قسم کی اصلاح یوں ناممکن ہو گئی تھی کہ جن جماعتوں کے جابرانہ حقوق انھیں از سر نو تفویض کر دیئے گئے تھے وہ اسکی مخالفت پر تلے بیٹھے تھے - نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ مساعی نامشکور ہو کر رہیں تو تغیر و تبدل کے ارمان اور زیادہ دل گداز ہو گئے - دستور پرستی، نوجوان شرفا کا شعار بن گیا، رہی فوج اس میں بیشتر ایسے افسر موجود تھے جو نپولین کی سرکردگی میں جانبازی کے مراحل گزار چکے تھے، کچھ تو ان میں آسٹریا کے خلاف قدیمی منافرت کا عنصر غالب تھا، دوسری طرف ان کے سامنے خاندان سیوائے کے زیرنگین جدید متحدہ اٹلی کی جنت نظر تھی - کاربوناری کی ترتیب اور تنظیم کی علت غائی یہی تھی کہ بے اطمینانی اور اضطراب کی مختلف قوتیں اور عناصر متحد کر دیئے جائیں اور یہی چیزیں جو اپنے نظام داخلی کو درست کر کے "جرمنی" والوں سے لڑائی مول لینے والی تھیں، اپنی نوعیت کے اعتبار سے جمہوریت سے اتنی دور جا پڑی تھیں کہ انکی آنکھیں نہایت اطمینان و اعتبار کے ساتھ خاندان شاہی کی طرف لگی ہوئی تھیں جو ان کے لیئے زینے کا کام دیتا - کاری نیانو کا شہزادہ جو بعد کو شاہ چارلس البرٹ کہلایا، انھیں ایک "ساختہ پرداختہ" زینے کی صورت میں مل گیا - صفحہ (۱۰۰)

**چارلس البرٹ اور انقلاب**

شاہزادے کی عمر ۲۳ سال کی تھی اور یہی عمر کی وہ

منزل ہے جہاں قوت فیصلہ کا اعتدال، سپر جشیمانہ اولوالعزمیوں کی
حدود سے کہیں پیچھے رہ جاتا ہے۔
عہد طفولیت کی وہ منزل جہاں سے عنفوان شباب کی سرحد شروع ہوتی ہے، اس نے
نپولین کی فوج میں گزاری تھی، اب سے لبرل جماعت کے اولوالعزمانہ توقعات سے عام ہمدردی تھی،
اس لیئے ۷ مارچ کو جب سازش کنندگاں کا ایک وفد اسکی خدمت میں
حاضر ہوا اور اس بات کی استدعا کی کہ وہ اس تحریک کی صدارت قبول
کرلے جو خاندان شاہی کے خلاف تھی بلکہ اُن غیر ملکیوں کے مقابلے کے
معرض وجود میں لائی گئی ہے، جنھوں نے خاندان شاہی کی اہانت کی اور
اُن پر جبر و سختی روا رکھی۔ اس کے بعد اراکین وفد نے اس کے سامنے
نہایت فصاحت و بلاغت سے، اسکی سرگردگی میں، متحدہ اور آزاد اٹلی
کا ایک ایسا خاکہ پیش کیا جس نے اسکی آنکھ کو خیرہ کردیا اور اس نے اس تحریک
کو شرف قبولیت بخشا، لیکن رات آئی اور رات کے ساتھ ہی ساتھ
غور و فکر کی صلاحیت بھی عود کر آئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے روز وہ اس تحریک
سے دست کش ہوگیا، اگر اس تحریک کو کامیابی کا سہرا کبھی نصیب ہونے والا تھا
تو اس فعل نے اسے ہمیشہ کے لیئے فنا کردیا۔ شاہزادے کی رضامندی حاصل
ہوجانے پر جلد جلد جو کچھ انتظامات کیئے گئے تھے وہ سب درہم برہم کردیئے گئے۔
لیکن انکا درہم برہم کیا جانا اتنا مکمل نہ تھا کہ کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی ہنگامہ کھڑا
نہ ہوتا، توقع یہ کیجاتی تھی کہ تمام فوج اس تحریک میں شریک ہوجائے گی
لیکن جب ۱۰ مارچ کو افواج متعینۂ الِسندریا نے، دستور اسپین کا اعلان کیا ۱۰۱
اور وکٹر عمانوئیل کو اٹلی کا بادشاہ گردانا تو دوسری فوجوں نے اس کی مشایعت
نہ کی البتہ ۱۲ مارچ کو افواج متعینۂ ٹیورن کے پاؤں کو لغزش ہوئی اور طلبا نے
"دستور" کے لیئے شور و شغب بلند کیا، یہ حالات بادشاہ کو ایک
فیصلہ کن نتیجے پر آنے کے لیئے کافی تھے۔ وہ بادل ناخواستہ اصلاحات
کی مخالفت کرتا تھا لیکن سیئے بارخ میں حلیفوں کے دباؤ سے وہ بے بس
ہوچکا تھا اور تاج و دیہیم سے دستکش ہوجانے پر مجبور! گورنمنٹ کو آئندہ

رونما ہونے والے خطرات سے آگاہ کردینے کے صلے ہیں، چارلس البرٹ کی وفاداری مسلم الثبوت ہوگئی، اور وہ جدید بادشاہ چارلس فیلکس ڈیوک آف جنوا کی آمد تک اسکا قائم مقام بنا دیا گیا۔ بادشاہ کے ساتھ ساتھ وزارت نے بھی استعفا داخل کر دیا تھا لیکن متولی سلطنت جو باوجود پچھلی لغزش کے اپنے لبرل خیالات وعقائد سے وابستہ تھا اور اپنے کو اس جماعت کا پابند خیال کرتا تھا، جسکا وہ معتمد علیہ رہ چکا تھا، اس بات کو ضروری خیال کرتا تھا کہ "جدید بادشاہ کے لیئے مملکت کو محفوظ رکھنے" کے لیئے یہ ناگزیر تھا کہ وہ دستور اسپین کو قبول کرے گو اسکی یہ منظوری چارلس فیلکس کی شرف پذیرائی پر مشروط تھی۔ رہا یہ کہ موخرالذکر کا کیا رویہ ہوگا، اسکے لیئے وہ عرصے تک تذبذب میں نہ رہا۔ جدید بادشاہ نے ایک نہایت معاندانہ طرز کا مراسلہ شائع کیا جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ شاہی حقوق کے ایک ذرے سے بھی دست کش نہیں ہوسکتا اور اسی سلسلے میں شاہزادے کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ فوراً نووارا چلا جائے جہاں اہالیان پیڈمانٹ کی نصف فوج جو اب بھی وفادار تھی جمع ہوگئی تھی۔ چارلس البرٹ نے سر تسلیم خم کر دیا اور آئینی جدوجہد سے انقلاب کو کامیاب بنانے کی جو توقعات تھیں اب فنا ہوگئیں۔[1]

سنان وشمشیر کی آڑ پکڑنے کے لیئے جو اپیل کی گئی وہ بھی بے سود ثابت ہوی، افواج کی متحدہ امداد کی جانب سے جو ناکامیابی ہوئی تھی اس نے لبرل جماعت کو مایوس اور افسردہ بنا دیا۔ اور گو وہ اب بھی بغیر کسی جدوجہد کے سر تسلیم خم کرنے کے لیئے تیار نہ تھے لیکن ان کے سرداروں میں صرف سنتا روزا

**حکومتوں کی مداخلت**

ہی ایسا تھا جس نے اس بات کی تحریک پیش کی کہ ایک نہایت شدید جدوجہد کا آغاز کیا جائے اور لمبارڈی پر حملہ کرکے حکومتوں کی آئندہ کارروائی کی داغ بیل ڈالدی جائے اور ۱۸۲۱
اٹلی کی قومیت کا علم بلند کر دیا جائے۔ لیکن اسکی کسی نے نہ سنی، اور فی الحقیقت ابھی کسی

---

[1] چارلس البرٹ کے رویے کے سمجھنے کے لیئے بولٹن کنگ کی کتاب "اتحاد اٹلی"، جلد ۲ تتمہ الف دیکھنا چاہیئے۔

ایسی اولوالعزمانہ مہم کی کامیابی کا وقت نہیں آیا تھا جسکی سرسبزی محض اس وقت کے لیئے مخصوص تھی جب اٹلی کا ہر متنفس اتحاد اغراض مشترک کی اہمیت کو محسوس کرنے لگتا۔ اسی دوران میں لیئے باخ میں حکومتوں نے آئندہ رونما ہونے والے خطرات کا سامنا کرنے کے لیئے اپنا رویہ متیقن کر لیا تھا نووارا میں پیڈمانٹیوں کی افواج کی امداد کے لیئے ستر ہزار آسٹروی افواج جنرل ہبنا کی سرکردگی میں ایک مرکز پر مجتمع کی گئیں، ضرورت کے لیئے "پس پردہ"، ۱۰ ہزار روسیوں کی مستحفظ فوج بھی موجود تھی۔ ۸ ہر اپریل کو یہ دونوں غیر مساوی افواج نووارا کے باہر ٹکرائیں اور جنگ کا خاتمہ لبرل افواج کے خاتمے پر ہوا۔ آسٹروی افواج نے یورپ کے امن و عافیت کو متیقن کرنے کے لیئے السانڈریا پر قبضہ کر لیا! اس کے بعد ہی جنوا نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ یہ تھا انقلاب کا انجام!!

**اٹلی میں آسٹروی حکومت۔**

بے بس و لاچار اٹلی اب آسٹریا کے پنجے میں تھی اور پنجہ بھی کیسا؟ آہنیں! اطالیوں کے متعلق مٹرنخ کو یہ فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ وہی خوش فکر و خوش مزاج لوگ تھے جنکو شاہ لیوپولڈ کے زیر حکومت کرنے صرف اپنے تاکستان اور شہتوت کے کنجوں کی فکر رہا کرتی تھی، ان لوگوں کے قلوب میں بھی انقلاب نے قومیت کے جذبات خفتہ اکسا دیئے تھے، انھیں اپنے مخصوص روایات اور مقاصد کا احساس ہونے لگا تھا۔ اس لیئے شروع ہی سے، اٹلی میں آسٹروی حکومت کو از سر نو زندہ کرنا، ایک ایسا مسئلہ تھا جسکا حل بے حد دشوار تھا، شہنشاہی ہاپسبرگ کے بقیہ حصص میں جو تناقض اور متضاد اسباب و علل کے آماجگاہ تھے، مختلف قومیتوں کو آپس میں منسلک کرنے کے لیئے، صرف جرمنی زبان، اور اسکا تمدن (خواہ یہ کتنے ہی کمزور رشتۂ ارتباط کیوں نہ ہوتے) موجود تھا، اٹلی میں البتہ یہ اسباب مفقود تھے اور وہ کیسی بری ساعت تھی جب آسٹروی حکومت کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ کمی پوری کیجانی چاہیئے، اور اس طرح سے اٹلی کو ایک عالمگیر نظام میں منسلک کر دیا جائے۔ اگر آرک ڈیوک انتھونی کو لومبارڈی اور وینیشیا کی متحدہ حکومت پر حکمرانی کا اذن دیدیا جاتا تو کیا نتائج مترتب ہوتے ایک

ایسا سوال ہے جسکا جواب دینا ناممکن ہے۔ لیکن کشاکش کا آغاز اسوقت
سے ہوا جبکہ خشک مزاج ریزر اسکی جگہ پر متعین ہوا اور اٹلی پر وائنا سے
حکومت ہونے لگی اور ٹھیک اس لمحے سے جبکہ کاونٹ لسانسکی نے
کھلم کھلا اس بات کا اعلان کردیا کہ آسٹریا۔ اٹلی کو بالکل جرمنی کے قالب
میں ڈھالدے + رعایا کی یہ کشمکش نہ صرف اپنی حق بجانب آزادی کے لئے
تصور کی جانے لگی بلکہ یہ ایک ایسی قوم کے فنا و بقا کا مسئلہ بنگیا جسکے ساتھ
۱۰۳ مہتم بالشان روایات وابستہ تھیں۔ اسٹریا نے "صوبہ داری اجتماع" کے
نظام میں حکومت خود اختیاری کا خفیف عنصر شامل کردیا تھا لیکن ۱۸۱۵ء میں
جب اجتماع ملان نے حکومت وائنا کو درخواست پیش کی اور اسمیں نظام حکومت
کی چند نہایت علانیہ بےعنوانیوں سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی استدعا کی تو اول تو
اس درخواست کو پیش کرنے پر بہت کچھ سخت وسست کہا گیا اس کے بعد یہ
طاق نسیاں پر رکھدی گئی۔ اب فی الحقیقت غیور اور خود دار اطالیوں کے لیئے
سوا اس کے کہ وہ انقلابی شورشوں کی آڑ پکڑیں یا خفیہ انجمنیں قائم کریں اور
کوئی چارہ نہ تھا، آسٹروی نقطہ نظر سے، ان باتوں کے لیئے ضرورت اسکی متقاضی
تھی کہ خفیہ پولس قائم کی جائے۔ اب اٹلی میں اسٹروی ممالک کے تمام
معاشرتی تار و پود شک وشبہ، اور سوء ظنی کی الجھنوں میں پھنس گئے
اور سازشوں اور جوابی سازشوں کی دار و گیر نے تمام ملک کو چھلنی کرڈالا، ہر جگہ
جاسوس متعین تھے یہانتک کہ بڑے بڑے سرکاری افسر جو اس نظام کے
دست و بازو تھے قابل اعتماد نہیں خیال کیئے جاتے تھے۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس
تھی۔ کہ پولس کا افسر اعلیٰ، حکومت کی نظروں میں، وائسرائے سے زیادہ اہمیت
رکھتا تھا، لیکن بوالعجبی یہ تھی کہ خود وہ بھی قابل اعتماد نہیں خیال کیا جاتا تھا، یقین
اور تیقن اور زیادہ متیقن کرنے کے لیئے ایک محکمۂ پولس کھولا گیا، جو پولس کی
نگرانی کرتا تھا۔ اس نظام کا موجد اسٹراسولدو اور پولس کا افسر اعلیٰ
توری سانی دونوں، محتسب اعلیٰ بہ مبیلا کی زیر نگرانی تھے اور بہ مبیلا خود مالادیسی
نامی ایک شخص کی نگرانی میں! ۱۸۴۹ء میں جب بہت سے راز ہائے سربستہ کا انکشاف ہوا،

اسوقت معلوم ہوا کہ تقریباً ہر بڑے افسر کی مہر کی دوسری نقل ناظم ڈاکخانجات بولنگ کے آفس میں موجود تھی [۱]

جس نظام کی بنیاد اس اصول پر ہو اسکی ستم شعاری کے مسلم ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ ابھی نیپلس اور پیڈمانٹ میں انقلاب کی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی لیکن ستم شعاری کا بازار گرم تھا، اسوقت سے گویا سفاکیوں نے دن دونی رات چوگنی ترقی کرنی شروع کر دی۔ ملک موریویا کے اور زندان اسپیلبرگ میں شاہ فرانسس نے لومبارڈی کے ان پرستاران وطن کو زندہ درگور کر دیا تھا جو اسکی پدرانہ طرز حکومت کے قائل نہ تھے
۱۰۴ اور جن کو پیڈمانٹ سے یہ امید تھی کہ وہ انکی مصیبتوں اور تکلیفوں کا خاتمہ کر دے گا۔ لیکن دوسری طرف اٹلی میں عوام اپنی عادت کے مطابق ان تمام حالتوں کا جو خاکہ ایک مختصر سی راگنی میں پیش کرتے تھے:

اٹلی کی تین آفتیں جو اسکے لیے سوہان روح ہیں
اسکے مذہبی بھکاری، جرمن اور بخار ہیں!

---

[۱] اٹلی میں آسٹروی پولس کے حالات کے لیئے اسپرنگر کی کتاب "تاریخ آسٹریا" ۱، ۲۸۹ اور گروینس ۱، ۶۳۱ دیکھنا چاہیئے۔

# باب ششم

## کانگرس منعقدۂ ویرونا

کانگرس ہائے منعقدۂ ٹروپاؤ وسبلئے باخ کا اثر۔ مسئلہ مشرقیہ۔ ترک یورپ میں۔ حکومتوں کا رویہ ٹرکی کی جانب۔ روس، مشرق میں۔ بابعالی کی عیسائی رعایا کی حالت۔ مذہبی حکومت۔ راسخ الاعتقاد جماعت قسیسین کا مذہبی اور سیاسی اثر۔ حکومت عثمانی کی خرابی کے اسباب۔ یونانی بغاوت کی ابتدا۔ ہیلنیزم (یونانیت) کا احیاء۔ یونانی تجارت اور بحری طاقت کا نشوونما۔ ہتائریا فلیکے ۔ یونانیوں کی قومی تحریک۔ حکومت ترکی کی بوسیدہ حالت۔ یانینا کے علی پاشا کی بغاوت۔ رودبار ڈینوب کے حلقہ ہائے آبادی میں بغاوت (بسرکردگی ہپسلانٹی)۔ زار کا رویہ ہنگامے کا خاتمہ۔ اسپین میں انقلابی کشمکش۔ فرانس کا رویہ۔ موریا میں یونانی بغاوت۔ یونانی بطریق کا قتل۔ روس کی مداخلت۔ میٹرنخ کا رویہ۔ دول یورپ کی مداخلت۔ آلگزنڈر مجالسہ۔ یورپ کے مفاد کو روس کے ان اغراض پر ترجیح دیتا ہے جو ٹرکی سے وابستہ تھے۔ کاسلری کی وفات۔ کیننگ وزارت خارجہ پر۔ کانگرس منعقدۂ ویرونا۔ مجالسۂ یورپ سے انگلینڈ قطع تعلق کرتا ہے۔ فرانس یورپ کے حکم بردار کی حیثیت سے اسپین میں نئے سرسے امن پھیلاتا ہے۔ انگلستان کی صدائے ناراضی۔ کیننگ۔ اسپین کی نوآبادیوں کی خودمختاری تسلیم کرتا ہے۔ پریسیڈنٹ منرو کا پیغام۔ پرتگال کے معاملات۔ انگلستان کی مداخلت۔

* * * *

نیپلس اور پیڈمانٹ میں لبرلزم کی تباہی پر میٹرنخ نے خوب خوب بغلیں بجائیں۔ ان تحریکوں کے تہس نہس ہو جانے سے جنکی بابتہ کسی وقت یہ اندیشہ تھا کہ وہ "حق بجانب" حکومتوں کا انکے گہوارے ہی میں گلا گھونٹ دیں گے" ان حکومتوں کی پائندگی ہر طرح سے متیقن ہوگئی، مزید براں روس کا انقلاب (فرانس) کے

سانحہ جو نافرجام اتحاد ہو گیا تھا اور جو ۱۸۱۵ء سے آج تک آسٹروی سیاسیئین کی فضائے تخیل میں کابوس بنکر پھر رہا تھا، اکناف عالم میں مشتہر کیا گیا، اور وہ بھی ان محسوس و مرئی مظاہرات کے ساتھ جو محض کسی خواب کے نقش برآب تار و پود کہے جا سکتے ہیں۔ آسٹریا کا صدا بلند کرنا ہی تھا کہ ایک لاکھ روسی افواج پیش قدمی کر کے آگئیں لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ اسٹریا خود بلا امداد غیرے اٹلی کی کشمکش کو قابو میں رکھ سکتا تھا اسوقت اسی کے الفاظ تھے جن سے یہ افواج بڑھتے بڑھتے رک گئیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ بجائے خود زار کی ان تمام تقاریر اور معاہدے سے زیادہ وقیع تھا جسے وہ "مخالفین" کو یہ اطمینان دلانے کی غرض سے عمل میں لایا تھا کہ وائنا کے ایوان سیاست کے زبردست عزم و آئین کی پشت پناہی کے لیئے سلطنت روس کی ناقابل مدافعت قوتیں موجود تھیں۔ مٹیرنخ کے نزدیک نپولین کے زوال سے آج تک فضائے سیاست اتنی ساکن اور سنجیدہ نظر نہیں آئی تھی۔ اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ "خیر و برکت کی شعاعیں عنقریب مطلع شہود پر منقش ہونے والی ہیں"، لیکن اپنے اس حسن خیال کے باوجود وہ اس لکۂ ابر کو دیکھکر دل ہی دل میں مضطرب ہونے لگا جسکے تودے افق مشرق پر نمودار ہو رہے تھے اور جو باوجود حقیر ہونے کے کسی آنے والے طوفان کا ایک نافرجام پیش خیمہ معلوم ہوتا تھا کیونکہ ۱۹ مارچ ۱۸۲۱ء کو ایک سوار قاصد نے لیئے باخ میں الگزنڈر کو یہ خبر پہنچائی کہ حلقہ ہائے رود ڈینوب میں دولت عثمانیہ کے خلاف علم بغاوت بلند ہو چکا ہے جسکی غرض و غایت حکومت یونان کو از سر نو مشرق میں برسر اقتدار لانیکی تھی۔ اب یہاں سے ابتدا ہوی ہے سلطنت ترکی کے اس مسئلے کی جس سے اسکی آخری قسمت وابستہ تھی اور جس سے وہ تعلقات بھی منسلک تھے جو دول یورپ نے اسکے لیئے روا رکھے۔ یہی وہ چیز ہے جو آئندہ چلکر مسئلہ مشرقیہ کے نام سے موسوم ہوئی ؕ ۱۰۶

**مسئلہ مشرقیہ** "یہ کمبخت مسئلۂ مشرقی"، ایک روسی مدبر نے کئی سال کے بعد کہا تھا، "وجع مفاصل مرض کے مانند ہے، کبھی تو یہ

پاؤں پکڑ لیتا ہے اور کبھی ہاتھ میں ٹیس پیدا کر دیتا ہے اور واقعی وہ شخص نہایت خوش نصیب ہے جسکا معدہ اسکی تگ و دو سے محفوظ ہے،، یہ ایک نہایت موزوں استعارہ ہے، کیونکہ **یورپ** کے اضطراب و کشمکش کا گزشتہ اور موجودہ راز صرف یہی ہے کہ اسکے نظام الاعضا میں ایک غیر متجانس شئے داخل ہوگئی ہے جو نہ تو نکال باہر کیجا سکتی ہے اور نہ جزو بدن ہوسکتی ہے ارض یورپ پر چار سو صدیوں تک ترک اپنے خیمہ و خرگاہ کے ساتھ متمکن رہے۔ لیکن چونکہ اپنے مذہب اور ملت کی وجہ سے وہ مفتوح اقوام اور مغربی تمدّن سے الگ تھلگ رہے اس لیئے انکی حیثیت محض ایک خانہ بدوش ایشیائی قافلے کی سی رہ گئی تھی اور کہا جاتا تھا کہ ان میں اِس ترقی پذیر تمدن کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہ تھی جو انھیں دوسری اقوام یورپ کے دوش بدوش کھڑے ہونے کے قابل بنا دیتی۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائے کار ہی میں یہ قیاس کر لیا گیا تھا کہ **یورپ** کے مناقشات میں انکی جنگجویانہ خوبیاں ایک حد تک فیصلہ کن حیثیت رکھیں گی اور انکی سیاسی حقوق سے محرومی کہیں اسوقت جاکر مسترد ہوئی، جب ملت عیسوی کی نام نہاد رسوائی کے باوجود، **فرانسس** اول نے **سلیمان** شاندار (The Magnificent) سے آسٹریا کے خلاف اتحاد قائم
کیا۔ اسوقت سے آج تک **فرانس** میں کسی قسم کی حکومت برسر کار کیوں نہ ہوئی، ۱۰۷
باب عالی سے رابطۂ اتحاد کی جو روایات قائم ہوگئی تھیں، **فرانس** نے انھیں ہمیشہ نباہا اور ہمیشہ دولت عثمانیہ کی وفاشعاری اور رفاقت کا خصوصیت کے ساتھ متوقع رہا۔ آغاز صدی میں **آسٹریا** اور **انگلستان** نے دیکھا کہ **روس** کا روز افزوں عروج اسلطانِ ٹرکی کے زوال سے کہیں زیادہ تشویشناک تھا، آسٹری حکومت کو یہ پڑی تھی کہ کسی طرح سے جنوب میں روسی اقتدار کی روک تھام ہوسکے، اس لیئے اس نے منکرانِ مذہب کیتھولک کے خلاف اپنے سخت ترین جوش و خروش کو بھی طاق نسیان پر رکھدیا اور سلطنت عثمانی کے استحکام کو اپنے سیاسی عقائد کا ایک جزو بنا لیا اور سلطان کو دیگر اولی الحکمرانوں کی صف میں جگہ دیدی، **انگلستان** بھی بحر روم پر مکمل دسترس حاصل کرکے مشرقی تجارت کے راستوں کو محفوظ

بنانا چاہتا تھا، اس لیئے ٹرکی کی حفاظت اور استحکام کو اپنے سیاسی عقائد کے مسلمات میں داخل کر چکا تھا اس طرح پر دول عظمیٰ میں کسے صرف تاجدار روس جسکی رگوں میں بازنطینی قیصروں کا خون جوش مار رہا تھا اور جس نے یہی خطاب بھی اختیار کر لیا تھا، ایسا رہ گیا تھا جو ٹرکی کے صرف اس حقیقی تعلق کو تسلیم کرتا تھا جو اسے یورپ کے ساتھ حاصل تھا اور اپنے روایتی اور لاتغیر روایات کے قدیم تعصبات کو برقرار رکھا ؛

**روس کا رویہ**

محالفۂ مقدس میں سلطان کی عدم شمولیت دوسری حکومتوں کے نزدیک اس بات کی ترجمان تھی کہ الگزنڈر دولت عثمانیہ پر تاخت روا رکھنا چاہتا تھا اور اپنے آپ کو چند تکلیف دہ پابندیوں سے زیر بار نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ روس کے نزدیک ترکوں کی اصلی جگہ یورپ نہیں بلکہ ایشیا تھی اور اپنے قدیم تجربے کی بنا پر وہ اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا کہ ایشیائی نژاد باشندوں کے لیئے "خلوص وارتباط باہمی" کے وہ اصول جن پر یورپ کے سیاسی تعلقات کا مدار تھا، بر سر کار نہیں لائے جا سکتے - روس اس بات کا قائل تھا کہ ایشیائی ممالک میں عہد و پیمان کی بنیاد صرف باہمی خوف و دہشت پر تھی اور اگر دہشت و بیم میں کوئی شائبہ اس قسم کی کسی امید کا شامل ہو جائے کہ کسی دوسری طاقت یا طاقتوں کو اس بات کا حق حاصل تھا کہ وہ اپنی نیک خدمات اس معاملے میں پیش کر سکتی ہیں تو پھر اس بنیاد کا متزلزل ہو جانا بالکل یقینی تھا اس لیئے دیگر ایشیائی ممالک کی طرح ٹرکی کے ساتھ اسکا تعلق محض "خانگی" تھا جس میں کسی دوسری حکومت کو دخل در معقولات کا حق نہیں حاصل تھا*
اس لیئے ابتدا ہی سے اس مسئلۂ مشرقیہ کے متعلق حلیفوں میں نہایت نازک ۱۰۸
اور اہم اصولی اختلافات رونما تھے، بیشتر حکومتیں ٹرکی کو ریاست ہائے یورپ کے سیاسی خاندان کا ایک فرد تصور کرتی تھیں، روس کے نزدیک ٹرکی کا وجود بالکل اٹل اور ایک حد تک غیر طبعی تھا۔ ترکی کو متحد یا متجانس ریاست

* نیسلروڈ بہ لیون ۳۰ اپریل ۱۸۱۶ء - ماٹینس جلد یازدہم صفحہ ۲۶۵ -

کہنا تو درکنار، بقول کیننگ اس پر "قومیت" تک کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ روس کو اسلام کی "مذہبیت" کا علم تھا اور اس نے خلیفہ کے اس حق کو کہ اسکی تمام مسلمان رعایا اس کی حلقہ بگوشی کا دم بھریں۔ کبھی متنازعہ فیہ نہیں خیال کیا، لیکن یورپ میں مسلمان نسبتۃً قلیل التعداد تھے اور عیسائی آبادی کی اکثریت عثمانی نظم حکومت میں کوئی اہم یا وقیع امر نہیں خیال کیا جاتا تھا بلکہ ان کا سیاسی اور مذہبی نظام بالکل علیحدہ اور ماتحتانہ حیثیت رکھتا تھا اور انکا وجود ایک طرح سے "چشم پوشی" پر منحصر تھا اور اتفاق سے ان میں سب سے جدید نظام وہ تھا جسکے، فرمانروایان روس صدیوں تک علم بردار رہ چکے تھے

**راسخ الاعتقاد و جماعت قسطنطینیہ ٹرکی میں**
**The Orthodox Church in Turkey**

اور جسے عرف عام میں، کلیسائے راسخ الاعتقاد کہتے تھے۔ ۱۴۵۳ء میں جب بازنطینی سلطنت پر زوال آیا، اسوقت حکمراں سلطانوں کو یہ کلیسائی نظام اس وجہ سے بے حد پسند آیا کہ ان کے لئے یہ محض ایک تیار شدہ آلہ تھا جس سے وہ حکومت کے فرائض انجام دے سکتے تھے اور قسطنطنیہ کا بطریق دولت عثمانیہ کی "راسخ الاعتقاد" رعایا کا محض مذہبی ہی نہیں بلکہ دینوی پیشوا بھی ہوگیا اور جو ان رعایا کی سلامت روی کا ذمہ دار بھی بنادیا گیا اور جس طرح سے اس بطریق کے زیر نگین تمام حلقۂ کلیسا تھا اسی طرح ہر اسقف کے تحت میں اسکا علیحدہ حلقہ تھا اور یہ دینی اور دینوی دونو معاملات میں اسے سرکاری عہدہ دار کی حیثیت تفویض کی گئی تھی جو عیسائی فریقین کے درمیان قضایا کا فیصلہ کرتا تھا اور کبھی کبھی اسے عیسائی اور مسلمان فریقین میں ثالث کی حیثیت بھی حاصل ہو جاتی تھی۔ آخر میں ہر قریئے میں گرجا کا پادری ہوتا تھا جو تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اپنے گروہ میں کوئی متمائز حیثیت نہیں رکھتا تھا، یہ ہر خاندان کو کلیسائی نظام سے وابستہ رکھتا تھا جب تک دولت عثمانیہ میں دم خم رہا، باب العالی کے نقطۂ نظر سے یہ نظام بخوش اسلوبی کار فرما رہا۔ سلطان بطریق کو نامزد کرتے تھے جو ہمیشہ اسکی جنبشِ ابرو کا بندۂ بے دام ہوتا۔ اپنی یونانی رعایا پر حکمرانی کرنے کے لئے سلطان اس لچکدار آلے کو خوب کام میں لاتے تھے اور یہ ایک ایسا اقتدار تھا جو

خلیفۂ اسلام ہونے کی حیثیت سے ، سلطان کو بغیر اس آلے کے لغیب ۱۰۹
نہیں ہو سکتا تھا ۔ لیکن جب ترکی سلطنت کا زوال شروع ہوا اور شمال میں
ایک نہایت زبردست " راسخ الاعتقاد " حکومت کا عروج ہوا ، اسوقت حالات
بدل گئے ۔ یونانی عیسائی اپنے کو سلطان کا نہیں بلکہ اپنے کلیسا کے پیشوا
کا حلقہ بگوش سمجھتے تھے ، انکی راسخ الاعتقادی انکے وجود قومی کی ضامن بن گئی تھی
وہ اپنے آپ کو ترکی " قوم " کا جزو نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک علیحدہ قوم تصور
کرتے تھے جو کسی وقت شاہانہ سطوت و جبروت کے ساتھ ملک پر حکمرانی
کر چکی تھی اور اب اسی ملک میں غلامی کی زندگی بسر کر رہی تھی ۔ یہ عثمانیوں
سے دو وجوہ سے متنفر تھے اول تو یہ کہ وہ فاتح تھے اور دوسرے کافر!
اور چونکہ اب ان پر روسیوں کا سایہ پڑنے لگا تھا اس لیئے یہ اب بے یار و مددگار
نہیں رہ گئے تھے اور نہ بغیر کسی آئندہ توقعات کی زندگی بسر کر رہے تھے ۔
باغی یونانی فی الحقیقت ۱۸۲۹ء میں بلکہ کتھیرین کی خبط کی قربانگاہ پر چڑھا دیئے
گئے ، لیکن عہدنامۂ کچک کنی نارجی میں ایک دفعہ ایسی تھی جو اپنے اثر کے
اعتبار سے محض قسطنطنیہ کے ایک ہی کلیسا تک محدود تھی لیکن وہ فرمانروایان
روس کے آئندہ مطالبے ( کہ سلطان کے " راسخ الاعتقاد " رعایا کا محافظ روس ہوگا )
کی ایک گونہ تمہید ثابت ہوئی ۔ یہ ابتدا ہے اس زمانے کی جب سے اول الذکر
کی آنکھیں شمال کی طرف اٹھنے لگیں اور انھوں نے اپنی آخری نجات
کے لیئے روس کی طرف ٹکٹکی لگانی شروع کر دی !

**عیسائیوں کی حالت ٹرکی میں ۔**

میکیاویلی نے اپنے آپ " پرنس " میں لکھا ہے کہ مفتوح
قوم سے سلوک کرنے میں دو امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے
یا تو انھیں بالکل ملیامیٹ کر دیا جائے یا پھر ان سے
صلح و ملاطفت سے پیش آئے ۔ یونانیوں سے سلوک کرنے میں ترک ان
دونوں اصول میں سے کسی ایک پر بھی کاربند نہ ہوئے ۔ انھوں نے اپنی رعایا
پر حکومت کرکے انکی عصبیت اور وقار کو ذلیل تو کیا لیکن ان کو انکے احساس
دلگیری یا ناراضی سے محروم نہ کر سکے ۔ کیونکہ حکومت عثمانیہ کے مرتب اور مسلسل

جبروتیت کی بھی مظہر نہ تھی، ایسا ہو چکا ہے اور اب بھی دیکھا جاتا ہے کہ کسی اصلی یا مفروضہ خطرے کے وقت حکومت اس درجے خوف زدہ ہو جاتی ہے کہ اسکی غضب ناکیاں ایک دم بھڑک اٹھتی ہیں۔ لیکن جس چیز نے واقعی حکومت کو ظالم اور کمزور بنا دیا وہ اسکے مرکزی نظام حکومت کی عدم قابلیت اور بے عنوانی اور اسکے اعضا و جوارح کی بوسیدگی تھی۔ ۱۸۲۱ء میں یونانی بغاوت کا راز صرف حکومت کی کاہلی اور تن آسانی تھی جس نے رعایا کو اس قابل بنا دیا کہ وہ کسی تحریک کے طفیل میں آزادی اور خودمختاری کی لذتوں سے شیریں کام ہوئے لیکن پھر اس درجہ فارغ البال ہوئی کہ اپنے طوق و سلاسل کی سختیوں کو محسوس کرنے لگی۔
عثمانی دور حکومت میں عیسائی رعایا کی حالت کا موازنہ، شروع صدی میں، فی الحقیقت اُن ممالک کی رعایا سے، نہایت خوبی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے جنھیں تہذیب اور تمدن کی صف اولیں میں جگہ مل چکی تھی۔ مذہباً انکو جن نامساعدات
۱۱ سے رونما ہونا پڑتا تھا وہ کہیں کم تھیں ان رکاوٹوں اور دقتوں سے جنھوں نے کتھولک فرقے کو آئرلینڈ میں اور جماعت پروٹسٹنٹ کو آسٹریا میں پیس کر خاک میں ملا ڈالا۔ بابعالی کی عیسائی رعایا اپنے مذہبی شعائر پر پابند رہنے کے لیئے آزاد تھی، وہ کسی قسم کی تعلیم حاصل کر سکتی تھی اور نہایت فراغت اور اطمینان سے دولت جمع کر سکتی تھی۔ بارگاہ حکومت کے عالیشان مناصب سے محروم رکھنے کے لیئے کوئی شرط یا پابندی نہ تھی وہ بابعالی کا ترجمان ہونیکی آرزو کر سکتا تھا یا کسی مشہور ملک کا والی مقرر ہو سکتا تھا۔ عیسائی کسان طبقے کی یہ حالت تھی کہ روس کے فلاکت زدہ "موجک"، گلیشیا کے مظلوم زرعی غلام، ٹرانسلوینیا کے بیچارے محاصل سے لدے ہوئے عوام یا انگلستان کے فاقہ کش مزدور انکی حالت پر رشک کھا سکتے تھے کیونکہ اگرچہ یورپی عیسائیوں کا خیال ہے کہ وہ شریعت اسلامی کی رو سے غلاموں کا درجہ رکھتے تھے تاہم وہ کسی جاگیردار رئیس کے محض اسباب منقولہ نہ تھے بلکہ وہ خود اپنی اراضی کا معافیدار کسان تھا اور ایک ایسے ملک میں جہاں مذہب کے علاوہ کسی اور ذات پات کی قید نہ تھی اسے اس بات کی آزادی حاصل تھی کہ

وہ اپنے مخصوص کلیسائی حلقے کے باہر بھی اپنی زندگی کی شاہراہ خود بنائے؛
ترکی کسانوں کی اصلی شکایت، محاصل کے جمع کرنے کا ناروا طریقہ تھا جو عیسائی
اور مسلمان دونوں کے نزدیک یکساں طور پر ناقابل برداشت تھا جیسا کہ
پہلے دستور تھا، اور اب بھی ہے، مسلمانوں پر دیگر خدمات کے علاوہ
فوجی خدمت مستزاد ہے، جسکی وجہ سے وہ مدتوں وطن سے دور رہتے ہیں
لیکن اسکا انھیں کافی معاوضہ نہیں ملتا؛

**ٹرکی میں مقامی خود مختاری**

بہت سے روایتی نظام، حکومت عثمانیہ نے، مقامی حکومت
کے نظم و نسق کے لیئے برقرار رکھے تھے جو بمنزلہ مشین
کے تھے، جسکی مدد سے، اور اسی سے انھیں غرض بھی تھی،
محاصل کی وصولیابی میں سہولتیں پیدا ہوتی تھیں۔ خصوصاً موریا میں یونانی
طبقہ راعیاں کے خود اپنے منتخب کردہ گاؤں اور ضلع کے سرکاری عہدہ دار
ہوتے تھے جو "ڈیمو گیرونت"، یا سردار اور مرشد کے نام سے موسوم تھے؛
موخرالذکر نمود و دولت میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور ہر سال ترپولتزا
میں پاشا کی خدمت میں حاضر ہو کر شاہی محاصل کی تشخیص اور تقسیم میں صلاح
و مشورہ کرتے انکی جماعت ایک طرح سے اُمرا کی جماعت بن گئی تھی جو جنگ
آزادی میں پادریوں کے دوش بدوش کسانوں کے رہبر بن گئے تھے۔ لیکن
یونانی نسل کی روح آزادی نے اپنے لیئے سب سے زیادہ محفوظ گوشہ پہاڑوں
اور جزیروں میں ڈھونڈ نکالا تھا۔ ترکوں کے خلاف انکی قومی اور مذہبی منافرت
کا مظہر انکی قتل و غارتگری تھی۔ موریا کے آخری جنوبی گوشے کی وحشی قومیں جنھیں
ملنوطیس کہتے ہیں اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ اُنھوں نے باجگذاری کو کبھی محاصل
ادا نہیں کیئے اِلّا بزور شمشیر! کلفیتون کے گروہ نے ان جنکے قبضے میں کوئی پاشا
نہ تھا بلکہ محض شمشیر عریاں تھی"، تجارتی شاہراہوں پر اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی
اور عثمانی کسانوں سے خراج وصول کرتے تھے۔ ترکی حکام کو ان خرابیوں
کے ازالے کی اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ انکے چند [illegible]
کو تنخواہ دار ملازم بنا دیا اور اس طرح سے انھوں نے [illegible]

کھڑی کر دی جو "ارماطولی" کے نام سے موسوم ہوئی، جنکا آج گلفتیوں سے مقابلہ کرنا اتنا ہی یقینی تھا جتنا دوسرے دن خود ترکوں سے بھڑ جانا یقینی تھا، اگر برّاعظم کی اقوام کو کچھ نہ کچھ آزادی اور خودمختاری حاصل تھی تو پھر جزائر کے متعلق تو یہ کہنا عبث نہ ہوگا کہ وہ حکومت عثمانیہ کے ساتھ اور بھی پھس پھسے طریقے سے وابستہ تھے، ان میں بہت سے ایسے تھے جو یونانی بغاوت سے پہلے ہی اچھی خاصی آزادی حاصل کر چکے تھے۔ ان میں بعض بعض تو بالکل خودمختارانہ حیثیت رکھتے تھے جو محض برائے نام محاصل ادا کرتے تھے اور عثمانی بیڑے کے لیئے کچھ ملّاح فراہم کر دیا کرتے تھے۔ جزائر کے باشندے، سمندر جن کے عہد طفولیت کا گہوارہ تھا، نہایت اعلےٰ درجے کے ملاح تھے اور اپنی اس حالت سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے اچھی خاصی بحری تجارت قائم کر لی تھی۔ ۱۷۷۴ء میں صلحنامہ "کینارجی" کے بعد یونانی سوداگر روسی جھنڈے کے سایے میں سمندر پیمائی کے عادی ہو گئے تھے۔ اسی زمانے سے انکے جہاز عریض اور ان کے سفر طویل ہونے لگے۔ بربری بحری ڈاکوؤں کے لگاتار خطرے نے اس بات کی ضرورت محسوس کرائی کہ جہاز مسلح رکھے جائیں اور اس طرح سے خود عثمانی حکاموں کے دیکھتے دیکھتے اور انکی آنکھوں کے سامنے وہ یونانی بحری طاقت معرض وجود میں آئی جو جنگ آزادی میں اتنا مہتم بالشان حصہ لینے والی تھی!

**ادبی تحریک**

اس طرح سے یونانی کچھ تو اپنے دلیرانہ رویے سے اور کچھ بابعالی کے فقدان مآل اندیشی سے اپنی قومی شیرازہ بندی اور احساس ملّی کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ جیسا کہ دوسری حالتوں میں دیکھا گیا ہے۔ اس احساس کو بیدار کرنے کے لیئے ایک علمی اور قدیم روایات کو زندہ کرنے والی تحریک کی ضرورت تھی رہا یہ امر کہ موجودہ یونانی فی الحقیقت
۱۱۴ یونان کے عہد زریں کے رہنے والے یونانیوں کے قائم مقام تھے یا نہیں اس کے متعلق صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ یونان کی گزشتہ سطوت و جبروت کی روایات کو فراموش کر چکے تھے، انکا ذہن اس یونان کی طرف نہیں منتقل ہوتا تھا جسکی آغوش میں کبھی ہومر اور پیرکلیز بھی موجود تھے بلکہ اب انکی

وابستگی محض سلطنت بائزنطینی سے رہ گئی تھی وہ اپنے کو ہیلینیز نہیں بلکہ رومی (رومن) کہتے تھے لیکن یورپ کی نوزائیدہ یونانیت نے جسے نشاۃ جدیدہ کا طفل نوخاستہ کہنا چاہیئے اس صدی کے اوائل ہی میں "خوش آمدید" کا مژدۂ جانفزا اپنی پیدائش کی قدیم سرزمین میں سنا مشمول یونانیوں نے جابجا مدرسے کھولنے شروع کردیئے تھے، جہاں یونانی اور لاطینی زبان کے مشغلین راسخ الاعتقاد قسیس کے زانو بزانو تعلیم پاتے تھے۔ اب ہیلینیزم کے نصب العین کو مقبول عام بنانے کے لیئے ایک تحریک شروع ہوئی تاکہ یونانیوں کو اپنی گزشتہ عظمت اور تفوق کا دور پھر یاد آجائے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے وہ یونانی زبان کو بھی ستھری اور پاکیزہ بنانے کی کوشش کرنے لگے تاکہ لوگوں کو اپنی قدیم اور نادر زبان کے ادبی جواہر پاروں کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہوجائے اس قسم کی اشاعت و تبلیغ کا مرد میدان اڈمنٹوس کورائس تھا (Adamantios Korais) جس نے پیرس میں تعلیم پائی تھی اور جس نے اپنی زندگی کو محض اس مقصد کے لیئے وقف کردیا تھا کہ وہ جدید یونانیوں کے لیئے قدما کی مہتم بالشان تصانیف کو ایک ایسی زبان میں پیش کرے گا جسمیں اجنبیت کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ اس کام میں امید سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ جس طرح لوتھر کی انجیل جرمنی جدید کی علمی زبان کی بنیاد تھی اسی طرح کورائس کے یونانی اور لاطینی زبان کے ایڈیشن (اشاعت) یونان جدید کے لیئے نمونے کی طور پر کام آئے، روزمرہ کی زبان تو وہی عامیانہ بول چال رہی جو عوام میں مروج تھی لیکن عالمانہ مباحث اور استدلال میں قریب قریب وہی زبان بولی جاتی تھی جو کبھی افلاطون اور طوسی دیدش کی زبان و قلم کی رہین منت رہ چکی تھی۔ یونان کے اس دور انقلاب پر یونانی اور لاطینی زبان کی نئی زندگی نے جو اثر ڈالا تھا اُسکا تذکرہ غلو کی حد تک کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکا اثر یونانیوں کے مزاج اور طبیعت پر اتنا گہرا نہیں پڑا جتنا خود یورپ کے رویے پر! لیکن اول الذکر اتنے سادہ لوح نہ تھے کہ وہ اس جذبے سے انتہائی فائدہ

نہ اٹھانے جس نے ان کے مقاصد کو اُس نسل کے نزدیک دلچسپ بنا دیا تھا جنکی آنکھیں تخئیلیت کے سراب سے خیرہ ہو چکی تھیں - یہ امر مسلمہ ہے کہ جہانتک خود انکا تعلق تھا انھوں اپنے آپ کو ایک مرتبہ پھر ہیلینیز کہنا شروع کر دیا لیکن وہ قوت جس نے انکو ترکوں سے ٹکرا دیا اور لڑائی کو قائم رکھا وہ انکی ہیلینیزم نہ تھی بلکہ انکی "راسخ الاعتقادی" تھی اور وہ خواب جو آغاز انقلاب میں ۱۱۳
انکی آنکھوں کے سامنے تھا، قدیم ہیلاس کی ایک متحدہ مملکت کا نہ تھا بلکہ مشرقی کی راسخ الاعتقاد شہنشاہی کا از سر نو زندہ ہونا تھا؛

**"ہیتائریا فیلکے"**

یہ یونانی بائزنطینی سلطنت کا احیا تھا جسکے لیئے ۱۸۱۴ء میں اوڈیسہ میں ایک نہایت جید خفیہ انجمن "ہیتائریا فیلکے" ( Hetairia Philike ) (انجمن برادران) قائم ہوئی، اسکی شاخیں انتہائی سرعت کے ساتھ، تمام اکناف عالم میں جہاں کہیں یونانی زبان بولی جاتی تھی، بلکہ اس سے بھی آگے سلاف قوم میں بھی جو یونانی مذہب کی پیرو تھی، پھیل گئیں - یہ دولت عثمانیہ کی غفلت شعاری تھی جسکی وجہ سے یہ انجمن اپنے مقاصد کے نشر و تبلیغ کا کام ایک حد تک علی الاعلان کرتی تھی، رنگروٹ بھرتی اور اسلحے فراہم کرتی تھی* تا آخر الامر اپنے آپ کو سزا و جزا سے بالاتر یا مستغنی سمجھکر اس نے کھلم کھلا علم بغاوت بلند کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہر گوشہ اور ہر جگہ ہیں اسکے اراکین اس بات کے معتقد تھے کہ وقت پر روس امداد کے لیئے آکھڑا ہوگا۔ ممکن ہے کہ انکے اس حسن اعتقاد کو کاؤنٹ کاپو دستریاس کے ہمدردانہ رویئے سے تقویت پہنچی ہو جو اسوقت زار کا مشیر تھا لیکن اس حقیقت کو فراموش نہ کر سکا تھا کہ وہ یونانی الاصل بھی تھا؛ بہرحال ۱۸۲۰ء میں جب ہیتائریا کی جانب سے حسب قاعدہ، یونانی نصب العین کو عالم وجود میں لانے کی اہمیت سپرد کی گئی، تو اُس نے اسے اس بنا پر نامنظور کر دیا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا جب اس تمام تگ و دو کی کامیابی کی کوئی توقع کیجا سکتی ہو۔ اس نامنظوری نے بھی

* "ہم نے ایک عرصے سے حکومت عثمانیہ کو اسکی اطلاع دے رکھی ہے لیکن وہ اسکے وجود کو اہمیت نہیں دیتی" میٹرنخ کا روزنامچہ باب سوم صفحہ ۲۳ -

ارباب سازش کے اس حسن ظن کو متزلزل نہیں کیا جو روس کی جانب سے ان کے گوشۂ قلب میں جاگزیں تھا، وہ اس تحریک کو برابر اکساتے ہی گئے حتیٰ کہ اس کی امامت کے لیئے پرنس الگزنڈر ہپسلانٹی مل گیا جو قسطنطنیہ کے یونانی پیٹریشین (خاندانی طبقۂ امرا) خاندان کا ایک فرد تھا اور اس روسی فوج میں میجر جنرل کے عہدے پر فائض المرام تھا جو نقل و حرکت کے لیئے تیار رکھی گئی تھی، ہپسلانٹی کو زار کی طرف سے حسن عقیدت تھا اور غالباً وہ کاپودستریاس کے اعتبار اور اطمینان دلانے سے غلط فہمی میں مبتلا ہو چکا تھا، غرض کہ اس نے استدعا قبول کر لی لیکن کم سے کم اسے یہ ضرور یقین تھا کہ روس کی طرف سے مادی استعانت نہ سہی اخلاقی معاونت تو ضرور حاصل ہوگی۔ یونانی نصب العین کے لیئے امام موجود ہی تھا، اب محض علم بغاوت بلند کرنے کے لیئے کسی موزوں موقع کا انتظار تھا۔

**یانینا کے علی پاشا کی بغاوت**

صفحہ (۱۱۴)

بابعالی اور علی پاشا یانینا میں جب جنگ چھڑی تو اس موقعے کو یونانی سرغناؤں نے اس درجہ غنیمت سمجھا کہ اسکی طرف سے غفلت برتنا کسی طرح گوارا نہ کیا۔ اس چالباز سابق لیٹرے نے جزیرہ نمائے بلقان کی جنوب میں اپنے لیئے ایک سلطنت کی داغ بیل ڈالدی تھی اور اب، سلطان اپنے آقا کی حکومت و اقتدار کو الٹ دینے کے لیئے، ایک آخری جنگ کی دست برد میں تھا، اس نے بجائے خود یونانیوں کو ابھارنے میں کچھ کم تگ و دو نہ کی تھی۔ جری ایسا کہ مآل اندیشی سے مستغنی "اندھیر اور اندھا دھند" مچانیوالا البانیہ کا یہ نبیزر بورجیا، یونان کے کوہستانی علاقوں کے وحشیوں کا رستم داستان (ہیرو) تھا اور آج تک بلند علاقوں میں بود و باش کے جتنے جھونپڑے ہیں، ان میں اسکی تصویر عفیفہ مریم کی شبیہ کے ساتھ آویزاں ملتی ہے۔ یہ اسی کے اکھاڑے کے مرد میدان تھے جنکی جانبازی کے کارناموں، دغابازیوں اور سفاکیوں نے یونان کی تاریخ آزادی کے اوراق کو گاہے تابناک اور گاہے شرمناک بنایا۔ علی نے جسکے سر میں موریا کو اپنے ملک میں شامل کر دینے کا

سودا تھا اور جو جزیرہ ادریاٹک اور مجمع الجزائر میں ایک ایسی بحری قوت معرض وجود میں لانا چاہتا تھا جو الجزائر کے ڈیے حکمرانوں کی حریف ہو، محض اپنی غرض اور مقصد کی بنا پر یونان میں شورش پھیلا دی تھی اس نے تو اشارۃً کنایۃً یہانتک ظاہر کر دیا تھا کہ وہ نجات یافتہ ہلاس کو اپنی سرکردگی میں لے لینے سے اغماض نہ کرے گا، گو وہ حرف شناس تک نہ تھا لیکن تیور سے یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ یونانی علوم کا مربی ہے بلکہ اس نے تو یہانتک کیا کہ حضرت مریم کے جام صحت نوش کیئے اور ظاہر کیا کہ اسکا ارادہ خود "لا دین متین" قبول کر لینے کا تھا، لیکن پاشا کی فلک پیما اولوالعزمیاں خود اپنے حدود سے تجاوز کر گئیں۔ بابعالی ہر کلفت ومحن کو اسوقت تک برداشت کر سکتا تھا جب تک کہ محاصل ملک خزانۂ عامرہ میں پابندی سے داخل ہوتے رہیں، بالآخر اس خطرے کی طرف سے چوکنا ہوا جو یانینا کی طرف سے خروج کر رہا تھا اور متمرد رعایا سردار کو زیر زبر کر دینے کے لئے خورشید پاشا کی سرکردگی میں ایک مہم روانہ کر دی، علی کے معاونین جنکے اگر خود اسکے لڑکے دشمن سے جا ملے۔ یانینا کے شیر نے اپنے آپ کو پستانی آرامگاہ میں ایک زبردست فوج کے نرغے میں پایا، لیکن اسکی جانبازی اور اسکے زبردست ذرائع ووسائل نے عثمانی کمانڈر کے کام کو آسانی سے انجام پذیر نہونے دیا۔ مہینوں گزر گئے لیکن قلعۂ یانینا جہاں کا تہاں رہا۔

**یونانی بغاوت کا آغاز مارچ سنہ ۱۸۲۱ء** (۱۱۵)

ادھر تو ترکی افواج کا بڑا حصہ یوں مصروف تھا اُدھر باقی یونانیوں کے باغی سرغناؤں کو اپنے ارادوں کو کامیاب بنانے کا میدان اور موقع مل گیا۔ یہی وہ وقت تھا جب ۶ مارچ سنہ ۱۸۲۱ء کو چند اُن یونانی افسروں کی معیت میں جو روسی فوج میں متعین تھے پرنس الگزنڈر ہیپسلانٹی دریائے پروتھ سے گزرتا ہوا روس سے مولداویہ داخل ہوا اور بغاوت کے ابتدائی مدارج طے کرنے لگا۔

ادھر یہ حالات رونما تھے دوسری طرف روسی رعایا عام طور پر اس ہنگامے سے ہمدردی ظاہر کرتی تھی۔

**زار یونانی بغاوت سے بے تعلقی کا اظہار کرتا ہے**

تیسری طرف **یونان** کی نافرجام توقعات تھیں جن کو وہ اب بیانگ دُہل مشتہر کرتے تھے اور سب کے آخر میں **الگزنڈر** کی انفعال پذیر اور متزلزل طبیعت تھی، ان تمام حالات کے ماتحت، ان لوگوں کے نزدیک، جو یورپ کی نجات اور عافیت کے لئے ترکی حکومت کی پائندگی ضروری خیال کرتے تھے، ایک نازک ساعت آگئی تھی۔ **میٹرنخ** دل ہی دل میں باغ باغ ہو رہا تھا کہ ایک ایسے نازک موقعے پر **کاپودستریاس** کے ان مفر اثرات کو جو الگزنڈر کے دل و دماغ پر مستولی تھے اپنے ذاتی رسوخ کے فیضان سے نسیاً منسیاً کر دے گا۔ لیکن جیسا کہ ہو کر رہا، اسے عرصے تک کاوش نہیں کرنی پڑی، زار ابھی تذبذب ہی میں تھا اور میٹرنخ کی اس تنبیہ کو گوش گزار کرنے والا ہی تھا کہ روس کا ایک متنفس بھی اگر پروتھ سے گزر گیا تو تمام **یورپ** میں انقلاب کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ **کاسلری** نے بھی شاہنشاہ روس کو لکھ بھیجا کہ جو واقعات اسوقت ٹرکی میں رونما تھے وہ ایک "عالمگیر مرتب اور منتظم باغیانہ شورش" کے محض ایک جزو تھے اس لئے شہنشاہ کو چاہیئے کہ "وہ علی الاعلان یونانی مقاصد سے، جو فی نفسہ انقلاب آمیز تھے، بے تعلقی کا اظہار کر دے"[*]

ان دلائل سے متاثر ہو کر الگزنڈر نے ایک مرتبہ پھر اپنی "وفاکیشی اور شرافت نفس" کا ثبوت دیا اور اپنے حکمراں برادر والی آسٹریا سے اس امر پر اتفاق کیا کہ "اُس معاملے کو اسکی حالت پر چھوڑ دیا جائے"۔ اسی دوران میں اس نے فوج میں سے ان تمام یونانیوں کو چھٹی دے کر علیحدہ کر دیا جو بغاوت میں شریک تھے، اور کاپودستریاس کو ہدایت کر دی کہ وہ ہپسلانٹی کو اس امر کی اطلاع دیدے کہ یونانی باغیوں کی کسی قسم کی مدد نہ کیجائے۔ اور اسے اس بات پر نفرین کر دے کہ اس نے اپنے بادشاہ کا نام لے کر بیجا فائدہ اٹھایا! میٹرنخ کو اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ باوجود اس کے کہ آثار اس کے بالکل مخالف تھے۔

[*] روزنامچہ کاسلری جلد ۱۲، صفحہ ۴۰۳ و ۴۰۵

زار کو اس ہنگامے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ رہا خود یہ واقعہ اسکے متعلق اسکا مقولہ تھا کہ اسکو "بیرون دائرۂ تمدن" سمجھنا چاہیئے۔* (صفحہ ۱۱۶)

اس مختصر جملے میں اس پالیسی کی "تعریف" مضمر تھی جسے آسٹریا نے مسئلہ مشرقیہ کے متعلق اختیار کر رکھا تھا۔ ترکی سرحد کے پار کم وبیش کسی قتل و خونریزی کا وقوع پذیر ہونا اتنا وقیع اور اہم نہ تھا جتنا خود یورپ کا امن! اور اگر جذبات سلیم کی کجروی ددل یورپ کو اس معاملے میں دخل درمعقولات کرنے پر مجبور کرتی تو دولت عثمانیہ کے بوسیدہ تار و پود میں پیوند لگانے کی کوشش خود قبائے سلطنت کی دھجیاں اڑا دیتی اور پھر خدا ہی بہتر جانتا ہے یہ اثرات کن کن عالمگیر آفتوں کے مؤیدہ ہوتے۔

## شمالی بغاوت کا زوال

موجودہ ہنگامے کے متعلق میٹرنخ کا خیال تھا کہ اسکا انجام یونانیوں کے حق میں بہتر نہ ہوگا اور بعد میں جو نتائج مترتب ہوئے اُن سے یہ قیاس صحیح ثابت ہوا۔ اسکی ابتدا محض اس اعتقاد پر کی گئی تھی کہ روس اسکا ممد و معاون ہوگا اور گو مولداویا کے ہوسپودار پرنس سوتزو نے اس تحریک کو بہ نظر پسندیدہ دیکھا لیکن ملک میں اسکی مقبولیت عامہ اس لئے غیر متیقن تھی کہ لوگ ترکوں سے زیادہ تو یونانیوں سے متنفر تھے۔ اگر ایک طرف ہپسلانٹی کی نااہلیت اور تمکنت نے اسے ابتدا ہی سے تمسخر انگیز بنا دیا تھا، تو دوسری جانب اسکی اس دیدہ و دانستہ چشم پوشی سے جس سے کتنے معصوم مسلمانوں کو دغا دیکر قتل کر دیا گیا، یہ تحریک نہایت شرمناک ہوگئی اسلئے جوں ہی اسکی طرف سے زار روس کے کانوں پر ہاتھ دھرنے کی خبر آئی یہ تمام ہنگامہ محض ایک طوفان بے تمیزی ہو کر رہ گیا۔ لیکن چند متفرق واقعات مثلاً "لشکر مقدس" کا دراگاشان میں ایک ایک کرکے موت کے گھاٹ اتر جانا یا اسکولینی میں یونانیوں کی آخری ثابت قدمی، ایسی بھی پیش آئی جس سے یونانیوں کی یہ پہلی شورش بالکل قعر مذلت میں گر کر فنا

* روزنامچہ کاسلری۔ باب ۳۔ صفحہ ۵۲۵۔

ہو جانے سے محفوظ رہی، لیکن اواخر جون ۱۸۲۱ء میں اس تحریک کا جو کبھی نہایت طمطراق سے معرض وجود میں آئی تھی، اسکے سالار لشکر کے نہایت شرمناک طریقے سے آسٹریا کی سرحد کے پار مفرور ہو جانے سے فاتحہ پڑھ لیا گیا، میٹرنخ اب اس بات کی توقع کر سکتا تھا کہ وہی ترک جنھوں نے نہایت آسانی سے اس تحریک کا سدّباب کر دیا تھا جو کسی وقت میں نہایت تشویشناک صورت اختیار کر چکی تھی اُن ہنگاموں کو بھی فرو کر دیں گے جو اسی دوران میں موریا میں رونما ہو گئے تھے مشرق کی آگ اگر ایک دفعہ علیحدہ کر دی جا سکے تو پھر وہ خود بخود جل بجھکر رہ جائے گی اور اُس وقت دول یورپ کی توجہ اس آتش زدگی کی طرف مائل تھی جو گھر کے آس پاس بھڑکنے والی تھی ؎

**اسپین میں اضطراب فرانس کا رویہ**

یہ اسپین کی نازک حالت تھی جس نے شاہنشاہ الگزنڈر کی توجہ کو مسئلہ یونان سے ہٹا کر دوسری طرف منعطف کرنے کے لیئے۔ ایک ناپسندیدہ موقع دیا۔ صفحہ (۱۱۷)

کوہ پرینیز کی دوسری طرف عرصے سے جو مسلسل کشاکش جاری تھی وہ فرانسیسی حکومت کے لیئے شرمناک بھی تھی اور خطرناک بھی۔ اگسٹ ۱۸۲۱ء میں اسپین میں زرد بخار پھیلا، اس حیلے سے فرانس نے مشاہدہ اور معائنے کی غرض سے فوج کا ایک دستہ متعین کر دیا، بہانہ یہ کیا گیا کہ یہ سب کچھ اصول حفظان صحت کے ماتحت تھا۔ اب باوجود اسکے کہ حکومت اسپین نے بار بار اسکے خلاف اظہار ناراضی کیا اور بخار بھی اب غائب ہو گیا تھا لیکن یہ فوج بڑھتے بڑھتے دس ہزار تک پہنچ گئی۔ لیکن اسپین کے ایوان حکومت میں غالیین اس بات کے لیئے چیخ رہے تھے کہ بوربون شہزادے کی جیسی کچھ اہانت ہوئی ہے اسکا اقتضا یہ ہے کہ فرانس مداخلت کرے اور اسکا انتقام لے۔ مگر حکومت فرانس کے لیئے یہ اشد ضروری تھا کہ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھے۔ انگلستان اس امر کا بے حد مخالف تھا کہ اسپین کے معاملات میں فرانس کسی قسم کی مداخلت روا رکھے۔ انگلستان نے نپولین کو جزیرہ نمائے

اسپین سے بدر کرنے میں اپنا خون اس لیئے نہیں بہایا تھا اور اپنی دولت اس لیئے نہیں پھونکی تھی کہ خود اسکا (نپولین کا) جانشین نہایت اطمینان سے سریر آرائے سلطنت ہو اور یہ یوں ہی تکتا رہ جائے اور پھر یہ بھی تھا کہ ان تمام سیاسی ہتھکنڈوں میں انگریزی حکومت کے پاس ترپ کا پتا تھا اسکے سامنے وہی راہیں کھلی تھیں جنھیں بعد میں کیننگ نے اختیار کیا، اس کو اس بات کا اختیار حاصل تھا کہ وہ اسپین پر فرانس کا تصرف روا نہ رکھے اور جنوبی امریکہ کی نوآبادیوں کی خود مختاری تسلیم نہ کرے لیکن اسے اسکا یقین نہیں تھا کہ وہ وقت آگیا ہے جب ان باتوں پر عمل درآمد کیا جائے لیکن ہاں وہ ہر طرح سے کیل کانٹے سے درست تھا اور وقت کا منتظر رہا۔ اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا تو گویا اصول "لانسبیت" کو ایک کاری زخم لگتا۔ اور اسپین کے سریر سلطنت کا نصف خدم وحشم فنا ہو جاتا۔ ان واقعات کے ماتحت حکومت فرانس کسی تنہا کارروائی کرنے سے محترز رہی اور اس بات کا ارادہ کرلیا کہ اگر اسپین کے معاملات میں دخل دینے کا قصد ہوا بھی تو اسکی اجازت مجالسۂ یورپ سے حاصل کرلے گی؛

۱۸۲۱ء کے موسم بہار میں کانگریس منعقدۂ سیلئے باخ صرف ملتوی کردی گئی تھی اور اس بات کا فیصلہ کردیا گیا تھا کہ آئندہ موسم گرما میں اس کا جلسہ ویرونا میں منعقد ہو مٹرنخ، انگلستان کی مخالفت پر غالب آنے سے مایوس نہیں ہوا تھا، اسے یہ بھی توقع تھی کہ وہ یورپ کے معاملات طے کرنے کے لیئے ایک مرکزی کمیٹی بھی قائم کرسکے گا؛

**مشرق کی حالت کا یوماً فیوماً نازک ہونا، روس اور باب عالی**

صفحہ (۱۱۸) جرمنی سے چھوٹی چھوٹی بادشاہتوں کی صدائے مظلومیت دول یورپ کی بارگاہ عدالت تک برابر پہنچتی رہی۔ تمام یورپ میں بے اطمینانی کی کچھ ایسی آگ سلگ رہی تھی کہ ان حکمرانوں کو اپنی نظر برابر اسی طرف لگائے رکھنی پڑتی تھی، لیکن موجودہ حالت میں دو مسئلے، مسائل اسپین و یونان ایسے پیش تھے جنھوں نے دوسرے معاملات کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

موخرالذکر، جسکے متعلق گینٹز ( Gentz ) نے کہا تھا کہ اسکی لیئے باخ
ہی میں "تجہیز وتکفین" ہو چکی ہے، اُسوقت غیر معمولی طریقے پر طوالت پکڑ رہا
تھا۔ درۂ دانیال میں ان جہازوں کی گرفتاری جن پر روسی جھنڈے لگے
ہوئے تھے، موجودہ عہد ناجات کے ماتحت ترکوں کے صوبہ جات
مولداویہ و دالافیہ خالی کرنے سے انکار کرنا اور مزید برآں اس قتل خونریزی
کے انتقام میں جو یونانیوں سے سرزد ہوئی تھیں" یونانی بطریق کا قتل کر دیا جانا،
کچھ ایسے اسباب تھے جن سے ان مسائل کی طرف سے روس کا رویہ بالکل
بدلا ہوا نظر آتا تھا، اب یہ مسئلہ بالکل "بیرون دائرۂ تمدن" نہیں رہ گیا
تھا بلکہ اسکا اثر روس کے اُن حقوق پر پڑتا تھا جو اسے عہد ناجات کی رو سے
حاصل ہوئے تھے، جس سے خود زار کے وقار کو ٹھیس لگی تھی اور جس سے
"کلیساء یونان" کے جذبات مجروح ہوئے تھے۔ تمام روس میں صرف
زار یکہ و تنہا جنگ کے خلاف مستعد نظر آتا تھا، لیکن عامتہ الناس
صدائے شور و شیون سے مجبور اور اپنے وزرا اور افسروں کے رویّے سے
بے بس ہوکر اس نے اتنا البتہ کہا کہ بابعالی سے تمام سیاسی تعلقات
منقطع کرکے اس بات کا اعلان جنگ بھیجدیا کہ روس کے جتنے نقصانات
ہوئے تھے انکی تلافی کی جائے۔ لیکن اس خیال سے کہ اسکی "محبوب اختراع"
مشارکت یورپ کو چشم زخم نہ پہنچے اس نے کسی مزید اور مخصوص کارروائی پر
عمل کرنے سے احتراز کیا اور اس نے اس میدان میں قدم بھی رکھا تو
اس خیال سے نہیں کہ وہ روس کے جائز حقوق کا مطالبہ کرے گا بلکہ
ترکی مظالم کو روکنے کے لیئے وہ اُن اختیارات کو عمل میں لانا چاہتا تھا
جو اسے یورپ کے سیاسیات میں بحیثیت "یورپ کے حکم بردار" حاصل
تھے جنرل تاتی چیف کار خاص پر وائنا بھیجا گیا تاکہ آسٹریا سے چند شرائط
کے متعلق گفت و شنید کرے۔ روس نے لیئے باخ اور ٹروپاؤ میں
آسٹریا کی رفاقت ادا کی تھی اور اب اسے امید تھی کہ آسٹریا بھی اسکا بدلہ
کرے گا۔ آسٹریا نے یورپ کی جانب سے نیپلس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگر ترکوں سے

روس کے اعلان جنگ کو نامنظور کیا تو روس دریائے ڈینوب کے صوبوں پر "مخالفہ عامہ" کی طرف سے قبضہ کرنے پر تیار ہوگا اور ایسی حالت میں اسے توقع تھی کہ روس کے اس فعل کو "حق بجانب" ثابت کرنے کی غرض سے دوسری حکومتیں بھی اپنے اپنے سفیروں کو قسطنطنیہ سے واپس بلالیں گی۔ صفحہ(۱۱۹)
یہ منطق بہمہ وجوہ کمل اور میٹرنخ کو خلفشار میں ڈال دینے کے لئے کافی تھی۔ آسٹریا کا نیپلس پر قبضہ ہو جانا ایک بات تھی لیکن روس کا دریائے ڈینوب کے صوبوں پر حملہ کرنا بالکل دوسری بات تھی! اور ہر حال میں اسکا سدباب لازمی تھا دفع الوقتی اور حیلہ شرعی کا تو یہ امام وقت تھا ہی، اس نے حسب معمول اپنے پرانے ہتھکنڈے کی آڑ پکڑی اور روس کے ذاتی اغراض اور مقاصد کی چند در چند پیچیدگیوں میں سے

**لڑائی کی روک تھام کرنے میں میٹرنخ کی مساعی**

اُن مسائل کو علیحدہ کیا جو بالکل یونان سے متعلق تھے، اس نے کہا کہ روس کی پیش کردہ دلائل نے دو مختلف تنقیحات "حقوق مجردہ" اور "مقاصد عامہ" کو آپس میں خلط ملط کر دیا تھا اول الذکر کے متعلق آسٹریا اس امر کے لیئے تیار تھا کہ وہ ٹرکی پر اس حقیقت کو منکشف کر دے کہ اُسے عہد ناموں کی ان شرائط کا احترام کرنا چاہیئے جن پر یورپ کے سیاسی نظام کا انحصار تھا اور روس کے حق بجانب مطالبات یعنی۔ انخلائے صوبہ جات اور بغاوت سے پیشتر کی صورت حال کی واپسی کو تسلیم کرنا چاہیئے، موخر الذکر کے متعلق آسٹریا دوسرے حلیفوں سے اس بات کا مشورہ کرنے کے لیئے تیار تھا کہ کونسی ترکیب عمل میں لانی چاہیئے جس سے ٹرکی میں کسی ایسے دور حکومت کا تیقن ہو جائے کہ آئندہ پھر کبھی یورپ کو موجودہ مصائب سے دو چار ہونا نہ پڑے۔
دول یورپ کی کانگریس ستمبر میں منعقد ہونے والی تھی لیکن معاملات کچھ اس درجہ نازک ہو چکے تھے کہ اس مسئلہ کو یقینی طور پر طے کر دینے کے لیئے ایک ابتدائی جلسہ وائنا میں ہونا قرار پایا اس دوران میں میٹرنخ اس جنگ کو روکنے کی اندھا دھند کوشش کر رہا تھا جسکے اندیشے سے وہ لرزہ براندام تھا۔

اس نے انگریزی سفیر لارڈ اسٹرٹنگ فورڈ متعینہ قسطنطنیہ کو اپنا رازدار بنایا کہ
روسی مطالبات کا محض خفیف ترین جزو منظور کرلیا جائے، فرانسیسی اور پروشوی
سفراء نے بھی زور لگایا اور اس متحدہ دباؤ سے مجبور ہوکر بادل ناخواستہ بابعالی نے
ایک قدم پیچھے ہٹا دیا اور صوبہ جات ڈینوب کو خالی کر دینے پر رضامندی
ظاہر کی۔ رہا زار وہ خود صلح و آشتی کے لیئے ہر نوع تیار تھا۔ بابعالی نے
اعلان جنگ کی پہلی دفعہ کو منظور کیا تو روس نے انگریزی و آسٹروی سفراء کے (صفحہ ۱۲۰)
توسل سے گفت و شنید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس معاہدے پر دستخط ثبت ہونے کے
بعد جسکی رو سے درۂ دانیال تمام اقوام کے جہازوں کے لیئے کھلا رہتا
فسیا کی (جو قسطنطنیہ میں اپنی حکومت کی جانب سے صلح و عہد نامے کی
شرائط کے متعلق سیاہ و سپید کا مالک تھا) کا مراسلہ شائع ہوا لیکن تمام
سیاسی تعلقات اس بات پر مشروط تھے کہ ترکی سلطنت میں ایک ایسا
باضابطہ نظام قائم کیا جائے جسکی وجہ سے پھر کبھی ایسے مناظر نہ پیش آئیں جو
اسکو (نظام کو) درہم برہم کرنے میں معین ہوتے ہیں۔

آسٹریا کے سیاسی ہتھکنڈے کا یہ وار بھرپور پڑا روس نے
اعلان جنگ دیدیا تھا اور میدان جنگ میں پھسل پڑنے والا ہی تھا لیکن
یہ مٹرنخ کے استدلال کا تصرف تھا کہ اسے جنگ سے کھینچ لایا اور استدلال
بھی ایسا جسکا مدار ایسی مجالسۂ یورپ کے تار و پود پر تھا جس نے زار کے
دل و دماغ کو بالکل جکڑ رکھا تھا۔ روس کا حاکم مطلق ایک مرتبہ پھر وائنا آیا
اور ہوف برگ کے پیغمبر کے سامنے زانوئے عقیدت تہ کر دیا اور
دول یورپ کی کونسل، بارگاہ ماسکو کی روایات کے خلاف اس کے
"خانگی معاملات" پر فیصلہ صادر کرنے کے لیئے تیار ہوئی۔ مٹرنخ کس
شد و مد کے ساتھ شاہنشاہ فرانسس کو لکھتا ہے "غالباً یہ عظیم ترین فتح
تھی جو ایک کابینہ کو دوسرے کابینہ پر حاصل ہوئی" کیونکہ قسطنطنیہ میں
روسی وقار کو فنا کرکے اس نے "ایک ہی وار میں پیٹر اعظم اور اس کے
جانشینوں کے تمام کارناموں کا دفتر الٹ دیا تھا" لیکن اس میں شک نہیں کہ

اس بیان میں مبالغے کی کافی گنجائش ہے۔ گو یہ بھی صحیح ہے کہ اگر ہمیشہ کے لیئے نہیں تو کچھ عرصے کے لیئے جنگ روس و ترکی کا سدباب ہوگیا تھا۔ رہا بقیہ امور کا فیصلہ اسکے متعلق میٹرنخ کا خیال تھا کہ آئندہ کانگریس میں اسپین کے معاملات پر ایسا طوفان تلطم برپا ہوگا کہ حکومت عثمانیہ کے معاملات میں کسی موثر طریقے پر مداخلت کرنے کا مسئلہ کسی کے ذہن میں بھی نہیں آسکے گا۔

**کاسلری کی وفات ۲ اگست ۱۸۲۲ء**

لیکن ایک ایسا سانحہ پیش آگیا جسکی وجہ سے میٹرنخ کی تمام خوشی خاک میں ملگئی، اور حلیفوں کی مجالس پر اداسی چھاگئی۔ اکتوبر ۱۸۲۱ء میں آسٹروی صدر اعظم نے جارج چہارم اور اس کے وزیر خارجہ سے ہنوور میں ملنے کی دعوت قبول کرلی تھی۔ گفت و شنید کی خوش اسلوبی سے طے ہوجانے سے اُسے توقع تھی کہ اگر بادشاہ خود نہیں تو لارڈ لنڈنڈری (کاسلری) وائنا میں منعقد ہونے والی ابتدائی کانفرنسوں میں ضرور شریک ہوگا اور آئندہ کانگریس میں عملی حصہ لینے کے لیئے انگلستان کو پابند کردیگا لیکن وائنا کے لیئے روانہ ہونے سے پیشتر لارڈ لنڈنڈری نے خودکشی کرلی اور اس واقعے نے آسٹروی صدر اعظم کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا، میٹرنخ کے لیئے یہ سانحہ اتنا ہی المناک ثابت ہوا جتنا یہ غیر متوقع تھا۔ انگریزی کابینہ میں کاسلری کی موجودگی اس بات کی ضامن تھی کہ اگر انگریزی پالیسی بالکل ہمدردانہ نہ رہی تو میٹرنخ کے خلاف کوئی عملی حصہ بھی نہ لیگی۔ میٹرنخ نے کہا "وہ مجھے سمجھ چکا تھا اور اب کوئی دوسرا اعتبار اور اعتماد کے اس درجے پر پہنچنے کے لیئے سالہا سال لے لیگا۔" صفحہ (۱۲۱)

فی الحقیقت مجالس یورپ کے لیئے یہ شگون بد تھا کہ ٹھیک اُسی مہینے میں (ستمبر ۱۸۲۲ء) جبکہ ویرونا میں کانگریس منعقد ہونے والی تھی، انگلستان کی وزارت خارجہ کی عنان جارج کیننگ کے ہاتھوں میں آئی، لیکن یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ نتائج مترتب ہوئے وہ اتنے مہتم بالشان تھے۔ جیسا کہ

**جارج کیننگ**

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کیسلری Castlereagh کی وفات سے پہلے ہی کیننگ کابینہ کا رکن تھا اور اسکا اثر

اس "عدم مداخلت" کی پالیسی کا ذمہ دار تھا جسکے اعلان کرنے کے لیئے لارڈ لیورپول کی حکومت مجبور ہوئی تھی۔ **کیننگ** نے اس پالیسی کو بغیر پوشیدہ مقصد کے، جس سے کاسلری کے فرائض میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی، اس پالیسی کو اسکے منطقی نتائج پر پہنچا دیا اور اس پر عمل پیرا بھی ہوا۔ موخرالذکر کا یہ عقیدہ تھا کہ **یورپ** کے امن و عافیت کے لیئے مجالسۂ یورپ بمنزلہ ایک لنگر کے ہے، **کیننگ** کا خیال تھا کہ یہ **انگلستان** کی اسقدر عمل (بر اعظم کی مختلف پابندیوں سے جسقدر آزاد ہوئی اتنی ہی زیادہ قوی ہو سکتی تھی) کے لیئے ایک سنگ گراں ہے لیکن کیسلری (Castlereagh) نے براعظم کی پالیسی کی کبھی کورانہ تقلید نہ کی اور اس امر کا ہمیشہ مخالف رہا کہ دول یورپ کو ریاستہائے **یورپ** کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی حق حاصل ہو۔ کانگریس منعقدۂ **ایکس** میں اس کے کارنامے، ۱۸۱۹ء میں اسکا **الگزنڈر** کی اس تحریک کو نامنظور کر دینا کہ **فرانس** کے اندرونی معاملات پر نظر رکھنے کے لیئے سفرا کی ایک انجمن قائم کی جائے، اور اسکا بار بار اُن فیصلوں کے خلاف صدائے ناراضی بلند کرنا جو ٹروپاؤ اور لئی باخ میں صادر ہوئے تھے، وہ حقائق ہیں جو اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیئے جا سکتے ہیں۔ وہ **کیننگ** کی طرح صفحہ (۱۲۲) خود اس بات کا مخالف تھا کہ انگلستان کا علمی مفاد محض جذبات پر قربان کر دیا جائے اسکا مقولہ تھا کہ "زار کا نظام ایسے کمال کیطرف رجوع تھا جو نہ اُس زمانے کے مطابق اور نہ بنی نوع انسان کی حالت کے مناسب تھا وہ محض ایک نظر فریب خیالی پیکر تھا جسکی پابندی انگلستان پسند نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ "انتخیلی سیاسیات انگلستان کے دائرہ عمل سے باہر ہے"* زار کا یہ عزم کہ تمام حکومتیں عام طور پر اسلحہ و سامان جنگ سے کنارہ کش ہو جانے پر مجبور کی جائیں، اسکے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس راستے میں بہت سی عملی اور ناقابل تسخیر دشواریاں ہیں، لیکن اُس نے نہایت خشک ظریفانہ انداز سے یہ بھی کہا کہ اگر اس معاملے میں خود روس

* لیون کی رپورٹ ۲۵ اکتوبر ۱۸۲۰ء، مارٹنس باب ۱۱ صفحہ ۲۷۸۔

پیشقدمی کرے تو تمام یورپ کے لیئے نہایت کارآمد مثال ہوگی۔ (لیون کی رپورٹ ۲۵ اکتوبر ۱۸۲۰ء مارٹنس ۱۱۔صفحہ ۲۶۱) اگرجادۂ حقیقت سے منحرف ہوئے بغیر اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ کیننگ جزریت (جسکی تنگ نظری جزائر انگلستان ہی تک محدود تھی) کا زیادہ دلدادہ تھا اور اسکے مقابلے میں ان معاملات کو نظر انداز کر دیتا تھا جو عام طور پر یورپ کے مفاد سے متعلق تھے تو پھر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کاسلری حقیقت کو امکان پر قربان کر دینے کے لیئے تیار تھا یا وہ یورپ کے مفاد کو انگلستان کی اغراض و مقاصد پر ترجیح دیتا تھا ؛

اگر شاہ جارج چہارم کا ذاتی دباؤ نہ پڑتا اور وہ زار پر یہ حقیقت منکشف نہ کر دیتا کہ وہ خود یورپ کی اخلاقی حالت کو سدھارنے کے لیئے بے حد فکر مند تھا تو ممکن ہے ویرونا میں انگلستان کا کوئی نمائندہ نہ ہوتا، لیکن خیال یہ تھا کہ وہاں مشرقی مسئلہ اٹھایا جائے گا اسی بنا پر انگریزی کابینہ کو شرکت کی ترغیب ہوئی، خبر یہ گرم تھی کہ اسپین کے معاملے میں فرانس مداخلت کرے گا۔ لیکن جو بات انگلستان کو کبھی گوارا نہ تھی اور جسکے خلاف وہ صدیوں برسرپرخاش رہا، وہ بعض خاندانی اثرات کو از سر نو برسرکار لانے کی کوشش اور اسکی نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اشاعت تھی۔[1] اس لیئے ۲۰ اکتوبر کو جب کانگریس کا افتتاح ہوا تو انگریزی مختار کل ڈیوک آف ولنگٹن نے بموجب ہدایات اپنا رویہ بالکل جھول اور خاموش تماشائی کا سا رکھا، اور وہ اس لیئے اسکا اور پابند رہا کہ وائنا میں مٹرنخ کو اسکی امید سے زیادہ کامیابی ہوئی تھی اور یونان کا مسئلہ پھر دفن کر دیا جانے والا تھا اب صرف اسپین کے معاملات محض بحث میں آنے والے تھے اور اس مسئلے میں انگلستان کا فیصلہ قطعی طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ ولنگٹن کی تعیناتی سے چند لمحوں کے لیئے

کانگریس منعقدۂ ویرونا اکتوبر ۱۸۲۲ء

[1] (اسٹیئٹن باب ۱ - ۱۴۶)

میٹرنخ کی توقعات سرسبز ہونے لگی تھیں لیکن یہ فوراً ظاہر ہوگیا کہ ڈیوک صفحہ (۱۲۳)
کے ذاتی خیالات خواہ کچھ ہی رہے ہوں اسکے "ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے"

**مسئلہ اسپین**

اسکو ہدایت کی گئی تھی کہ اسپین کے معاملات میں دول یورپ کی مداخلت پر اظہار مخالفت کرے کیونکہ "یہ فعل اصولاً قابل اعتراض اور عملاً ناقابل نفاذ تھا" بہر حال اسی دوران میں فرانسیسی سفیر ( M. Demontmorency ) دے مون موران سی نے کانگریس کے سامنے ایک مرتب شدہ تحریک پیش کی کہ اگر اسپین کے خلاف فرانس اعلان جنگ پر مجبور ہوا تو کیا اُسے اتحادیوں کی اخلاقی اور مادی استعانت کی توقع رکھنی چاہیئے، روس، آسٹریا اور پروشیا کی جانب سے اسکا امید افزا جواب موصول ہوا۔ لیکن انگلستان نے ایسی شدید مخالفت کی کہ مون موران سی کسی قطعی معاہدے پر دستخط ثبت کرنے سے مجبور رہا۔ اب یہ تجویز ہوئی کہ ایک ہی مضمون کے مراسلے تمام اتحادیوں کی جانب سے میڈرڈ میں پیش کیئے جائیں اور حکومت اسپین کو سلامت روی کی ہدایت کی جائے، انگلستان نے پھر مخالفت کی، اُس نے کہا کہ وہ اتحادیوں کی ہمنوائی نہ کرنے کے علاوہ خود حکومت اسپین سے اس قسم کی کسی گفت وشنید کے لیئے تیار نہ تھا کہ اسکے اسپین سے کیا اور کس قسم کے تعلقات تھے۔ لیکن جب دوسری حکومتوں نے اصرار کیا تو ولنگٹن کو اس بات کی ہدایت کی گئی کہ وہ مزید بحث مباحثے سے احتراز کرے۔ یہ تھا محالفۂ عظیمہ میں پہلی شکست وریخت کا باضابطہ سبب!

انگریزی کابینہ کی ہٹ دھرمی سے حلیف اتنے متحیر نہیں ہوئے جتنے رنجیدہ، بقول کیننگ انگلستان کی صدائے ناراضی ہوا ہوگئی، اور باقیماندہ اراکین مجالسۂ یورپ نے اسپین میں مداخلت کرنے کے لیئے شرائط مرتب کرنے شروع کیئے۔ بحث یہ آن پڑی تھی کہ اس معاملے میں اجتماعی قوت سے کام لیا جائے یا فرانس کو اسپین میں اُن کارروائیوں کو عمل میں لانیکی اجازت دیدی جائے۔ جو آسٹریا کو نیپلس میں حاصل تھیں۔ زار کے

نزدیک، ایک لاکھ فرانسیسی سپاہ کو پیرینیز کے جنوب میں، ایسی جگہ بھیجنا جہاں انقلاب کی متعدی وبا پھیل رہی تھی، بے حد خطرناک تھا، اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ اس کام کے لیئے روسی افواج براہ پیڈمانٹ اور جرمنی بھیجدی جائیں۔ اس تجویز نے میٹرنخ کے دل میں اُن تمام خطرات کو از سر نو پیدا کر دیا جو اسی قسم کی تحریک سے دو سال پیشتر پیدا ہوئے تھے۔ اس حقیقت نے انگلستان کی مخالفت سے ملکر کچھ ایسی حالت پیدا کر دی کہ کسی مجوزہ متحدہ مداخلت کے عمل پذیر ہونے کی توقع نہ رہی۔ اب اسپین کی قسمت کا مدار فرانسیسی حکومت کے رویہ پر تھا پیرس میں خود اتفاق آرا نہ تھا۔

**فرانس میں عام رائے**

موں موران سی، وزیر خارجہ، معاملات اسپین میں مداخلت کو اصولاً بہتر سمجھتا تھا کیونکہ اسکا عقیدہ تھا کہ انقلاب کے استیصال ہی میں کُل یورپ کی عافیت مضمر تھی۔ ویلیل اس تمام مسئلے کو بالکل فرانس کے نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا اور وہ اس بات کا متمنی تھا کہ اگر ممکن ہو سکے تو اسکا فیصلہ صلح و آشتی سے ہو، اسکا مقصد یہ تھا کہ میڈرڈ میں فرانسیسی اثر از سر نو بحال کیا جائے، اسکا خیال تھا کہ نو آبادیوں کو ایک مرتبہ پھر دست تصرف میں لانے کے لیئے اگر اسپین کی مدد کی جائے گی تو فرانس کو چند نہایت گرانقدر تجارتی فائدے حاصل ہو جائیں گے، اس خیال کا مؤید خود بادشاہ اور ویلیل کے متعدد دیگر ہمعصر تھے، موں موران سی نے استعفا داخل کر دیا۔ لیکن جنگ اب بھی ناگزیر تھی، حکومتوں کے مراسلات پیرس سے میڈرڈ بھیجے گئے اور چونکہ تین دن کے اندر اندر کوئی جواب موصول نہیں ہوا اسلیئے حلفا نے دربار اسپین سے اپنے سفرا واپس بلا لیئے۔ دوسروں سے نسبتۂ زیادہ معتدل ظاہر ہونے کی غرض سے ویلیل نے فرانسیسی مراسلات کی روانگی معرض تعویق میں ڈالنی چاہی لیکن ایک پیش نہ گئی۔ فوج جو سکون اور انجماد سے تنگ آ گئی تھی اور تجارت پیشہ طبقہ جنکا ۲۰ کروڑ فرانک اسپین کے قرضے میں لگا ہوا تھا، جنگ کے لیئے شور مچا رہا تھا گورنمنٹ کو چارنا چار سر تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔ انگریزی وزارت نے بیچ بچاؤ کرا دینے کیلیئے

اپنی خدمات پیش کیں لیکن سب نامنظور کر دی گئیں اور ۱۸ جنوری سنہ ۱۸۲۳ء
کو لوئی ہیژدہم نے ایوان حکومت میں، تخت شاہی پر متمکن ہو کر ایک تقریر کی
جسمیں کہا کہ اس نے اپنے سفیر کو میڈرڈ سے واپس بلا لیا ہے اور ایک لاکھ
فرانسیسی افواج خود اس کے خاندان کے ایک شاہزادے کی سرکردگی میں
عنقریب مہم پر روانہ ہونے والی تھیں۔ اُس نے "ہنری چہارم کے ایک
وارث کے زیر نگین اسپین کے تاج و دیہیم کو محفوظ اور اس اعلیٰ سلطنت
کو یورپ کے ساتھ نباہ دینے کی توفیق عطا کرنے کے لیے سینٹ لوئی
کے خدا سے دعا مانگی"۔ اس نے کہا "فرڈیننڈ کو اپنی رعایا کو اس قسم کی
تنظیمات دینے کی آزادی ہے جن کو اسکی رعایا صرف اسی حالت میں
قبضے میں رکھ سکتی ہے جبکہ وہ فرڈیننڈ کے ہاتھوں سے ملی ہو"۔ انگلستان کی
حکومت خواہ توری جماعت کے ہاتھ میں ہوتی یا اس میں وہگ عنصر
غالب ہوتا، اعلان کا یہ فقرہ ایک ایسی حکومت کے کام و دہن کے لیے
ضرورت سے زیادہ تلخ تھا جسکی بنیاد سنہ ۱۶۸۸ء کے تسلیم کردہ اصول پر ہو۔
**کیننگ کا رویہ** اسوقت فرانس اور انگلستان کے تعلقات صفحہ (۱۲۵)
نہایت نازک ہو رہے تھے۔ جدید فرانسیسی وزیر
شاتو بریاں کو ایک مرتبہ پھر کیننگ نے مطلع کیا کہ انگلستان مداخلت
کا مخالف تھا۔ جیسا شاہی تقریر کے لب ولہجہ سے ظاہر ہوتا تھا فرانس کا
یہ دعویٰ کہ دوسری اقوام بھی اس معاملے میں اسکی پیروی کریں ایک ایسا فعل تھا
جسکے خلاف کیننگ برابر اپنی آواز بلند کرتا تھا، خصوصاً اس بنا پر وہ اور زیادہ
مخالفت پر تلا تھا کہ دونوں سلطنتوں کے حکمرانوں کا آپسمیں خاندانی رشتہ رکھنے کے
یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ اپنے مطالبات تسلیم کراتے پھریں۔ اسی دوران میں
غیر جانبداری کا اعلان جو بادشاہ کی تقریر میں شامل کر دیا گیا تھا نکال دیا گیا۔
اراکین حکومت کی "مخالف" جماعت ("مخالفت") نے اس قدیم اصول کی
بنا پر کہ دول یورپ کی ملکی اور جنگی طاقت ایک معین حد تک رہنا چاہیے
اس امر پر زور دینا شروع کیا کہ چونکہ فرانس نے ایک آئینی سلطنت پر حملہ کرنے کی

نیت کی ہے اس لیئے اسکے خلاف جنگ کا اعلان کر کے اسے اس حرکت سے باز رکھا جائے لیکن **کیننگ** نے اتنی سختی روا نہ رکھی۔ ۱۸۲۳ء کا فرانس ۱۸۰۸ئہ کا **فرانس** نہ تھا۔ اور اب جب کہ **اسپین** کی نوآبادیاں اس سے کھنچ کھسک چکی تھیں اسکی دنیا میں بڑی طاقتوں میں شمار ہونے والی حیثیت جو اُسے **لوئی چہاردہم** کے زمانے میں حاصل تھی اب باقی نہیں رہ گئی تھی۔ آخری ترکیب یہ تھی کہ اگر **فرانس** نے جزیرہ نمائے اسپین پر قبضہ کر بھی لیا تو برطانیہ عظمیٰ جنوبی امریکہ کی جمہوری حکومتوں کو تسلیم کر کے اُن تمام فوائد کی کسر نکال لے گی جو **فرانس** کو بحالت متذکرۂ صدر حاصل ہو سکتی تھی۔ بہرحال افتراق ونفاق کی روک تھام کے لیئے آخری کوشش یہ کی گئی کہ **ولنگٹن** بحیثیت **ڈیوک سیوڈادرودریگو** حکومت **اسپین** پر اپنا اثر ڈالکر جذبۂ ملوکیت کے لیئے بروقت کچھ رعایات حاصل کرے لیکن یہ سعی ناشکور ہو کر رہی اور معاملات اپنی حالت پر چھوڑ دیئے گئے۔[1]

**اسپین پر فرانیسی تاخت ۱۸۲۳ء**

۷ اپریل کو ۹۵۰۰۰ فرانیسی افواج **ڈیوک ڈانگولیم** کی سرکردگی میں دریائے بیداسوا سے گزریں۔ دول یورپ دم بخود ہو کر اسکا مشاہدہ کر رہے تھے۔ یہ پہلا اتفاق تھا کہ مارشل گوویون سنت سیر کا نیا فوجی نظام کسوٹی پر چڑھایا گیا اور ۲۴ سال میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ فرانیسی افواج اس علم کے نیچے سرگرم پیکار ہونے والی تھیں جس پر خاندان **بوربون** کا امتیازی نشان "گل سوسن" بنا ہوا تھا۔ ایک نازک لمحہ اسوقت معرض وجود میں آیا جب یہ حملہ آور فوج سرحدی نالے سے گزرتے ہوئے اُن پرستاران **بوناپارٹ** کے آمنے سامنے آئی جو جلاوطنی میں تھے اور جنکا علم سہ رنگ تھا۔ لیکن شاہی افواج کے گرانڈیل سپاہیوں نے تذبذب کی کوئی علامت ظاہر نہ ہونے دی حکم پاتے ہی اُنھوں نے علم انقلاب پر بندوق کی باڑھ ماردی اور جب دھواں ہٹا، اسوقت ظاہر ہوا کہ صفحہ ۱۲۶

[1] اسٹیفن باب ۱ صفحہ ۲۱۹ وغیرہ۔ دیوورژئے دے ہوران جلد ۷ صفحہ ۱۲۸ وغیرہ

سہ رنگ علم کے ساتھ فرانسیسی فوج سے زندہ روایات بھی غائب ہو چکی تھیں۔
اسپین میں فرانس کی رزم آرائی جسکے متعلق نہایت اندیشہ ناک تصورات ذہن میں پیدا ہوتے تھے محض ایک فوجی پریڈ ظاہر ہو کر رہ گئی۔
انگولیم کی ترکیب یہ تھی کہ جس طرح جلد ممکن ہو سکے یلغار کرتا ہوا میڈرڈ پہنچ جائے، راستے کے قلعہ جات سے نپٹ لینے کے لئے فوجی دستے چھوڑتا گیا اور یہ سب محض اس نیت سے کہ حکومت کو دفاعی ساز و سامان کی ترتیب دینے کی مہلت نہ ملے اور سب سے زیادہ خیال تو اس امر کا تھا کہ "جنگ پریشان" کی آڑ پکڑنے کے لئے گروہ اور ٹولیاں نہ قائم ہو سکیں۔
یہ تدبیر جسکے متعلق مشہور ہے کہ ویرونا میں ولنگٹن نے مون موران سی کو بتائی تھی، ہر طرح سے کامیاب ثابت ہوئی۔ کورٹیز بادشاہ کو لیکر اس سے قبل ہی اشبیلیہ بھاگ چکی تھی حملہ آور کچھ اس سرعت کے ساتھ آگے بڑھے تھے کہ حکومت اسپین کی تمام ترکیبیں جہاں کی تہاں رہ گئی تھیں اور اسپین کے سپہ سالاروں میں نا چاقی اور مخالفت کی گرم بازاری شروع ہوئی۔
ال بیال نے ایک مرتبہ پھر غداری کی اور ۶ ا مئی کو میڈرڈ میں کورٹیز اور آئین کے خلاف ایک اعلان شائع کیا لیکن فوج میں بغاوت ہو جانے کی وجہ سے وہ مفرور ہونے پر مجبور ہوا گو اسکا جانشین مارکوئیس ڈی کاسٹل ڈوس ریوس ( Marquis de Castel dos Rios ) دار الحکومت کو عرصے تک قبضے میں نہ رکھ سکا اور بالآخر استری میڈورا ( Estremadura ) کو لوٹ گیا۔ ۲۳ مئی کو میڈرڈ پر انگولیم کا قبضہ ہو گیا اور اس نے فوراً اسپین کی پسپا ہونے والی افواج کے تعاقب میں دو پلٹنیں بھیجدیں کورٹیز نے جب دیکھا کہ اشبیلیہ میں بھی جان بچتی نظر نہیں آتی تو بادشاہ کو لیکر قادس میں پناہ گزین ہوئی۔ یہ ۱۳ جون کا واقعہ ہے، ۲۴ جون کو فرانسیسی افواج نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اسی دوران میں اسپین کی منتشر افواج کی خبر لیجاتی رہی۔ مورلو نے اس ہنگامی حکومت کی اطاعت قبول کر لی تھی جو انگولیم کی منظوری سے میڈرڈ میں قائم کی گئی تھی۔ کوئیروگا ( Quiroga ) جو

کورونا ( Corunna ) میں اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوا تھا
اپنے اسٹاف سمیت انگلستان بھاگ گیا، مرسیا میں بار بار پے در پے شکستیں کھاکر آخر کار فرانس کے ساتھ معاملہ کرنے پر مجبور ہوا اور قطلونیہ میں مینا کو بارسیلونا کی ایک زبردست فوج نے نرغے میں لے لیا تھا اب صرف اتنا اور باقی رہ گیا تھا کہ قادِس پر غلبہ حاصل کرکے مقابلہ و مدافعت کی بنیاد ہی اکھاڑ دی جائے اور بادشاہ پکڑ لیا جائے۔ ۱۶ اگست ڈیوک وانگولیم شہر کے سامنے نمودار ہوا بادشاہ کے پاس ایک خط بھیجا گیا جسمیں اس سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ عفو عام کا اعلان کردے اور قدیم کورٹیز کو از سر نو برسرکار لائے، لیکن جو جواب موصول ہوا اُس میں فرڈیننڈ کی طرف سے اسپین پر حملہ کرنے کے خلاف اظہار ناراضی کیا گیا تھا۔ اب محاصرہ اور سختی کے ساتھ شروع کیا گیا۔ ۳۱ اگست کو فرانسیسی افواج نے ٹروکیڈرو کو جسے کاڈز کی کلید کہنا چاہیئے توپوں پر دھر لیا، ۱۶ ستمبر کو دو گھنٹے کی مسلسل گولہ باری اور پھر ۲۰ کو جزیرۂ سین پیڑی پر قبضہ ہو جانا، ایسے امور تھے جسکی بنا پر کورٹیز نے مقابلہ کرنا بے سود خیال کیا ادھر انگولیم نے کچھ ایسے معتدل شرائط پیش کیئے کہ محصورین نے ہتھیار ڈالدینے میں اور عجلت کی۔ ۳۰ کو فرڈیننڈ نے عفو عام اور لبرل افسروں کو انکی جگہ پر بحال رکھنے کا حلف اٹھایا اور اس طرح وہ فرانسیسی کیمپ میں انگولیم سے معاہدہ کی شرائط طے کرنے کے لیئے جانے دیا گیا اسپین میں ابھی چند ایسے مقامات تھے جنھوں نے مقابلہ ختم نہیں کیا تھا لیکن عملاً جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا فرانس کے حامیان نسبیت کے پرستاران ملوکیت جسقدر چاہیں تعلّی کی لے لیں، کیونکہ جو بات نپولین ۷ سال کی مدت میں ختم نہ کرسکا تھا، خاندان بوربون کے ایک شاہزادے نے اتنے ہی ہفتوں میں ختم کر دیا!

**اسپین میں حکومت مطلقہ کا احیاء**

اس تمام رزم آرائی میں ڈیوک وانگولیم کے رویہ سے اعتدال پسندی اور فرزانہ منشی مترشح ہوتی رہی۔ لیکن

افسوس یہ ہے کہ یہ اس عفریت کو قابو میں نہ رکھ سکا جسکو اس نے آزاد کر دیا تھا جب تک بادشاہ پر پابندیاں عائد رہیں، ڈیوک ہر قسم کی استبدادی ریشہ دوانیوں کا استیصال کرتا رہا لیکن بادشاہ کے آزاد ہو جانے سے خود اس کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے۔ پہلی اکتوبر کے بعد جب وہ "معاف کرنے اور بھول جانے" کی قسم کھا چکا تھا فرڈیننڈ نے نہایت احترام کے ساتھ اپنے اُن تمام افعال اور اقوال کی تردید کر دی جن کے ایفا کا وہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۲۰ء سے وعدہ کرتا آرہا تھا اور اسمیں وہ عفو عام بھی شامل تھا جسکا صرف ایک روز قبل اس نے اعلان کیا تھا۔ اسے استبداد کے عہد ہول انگیز کا آغاز کہنا چاہیئے اور فرانسیسی، مجبور اور بے بس تماشائیوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر اُن جرائم کا نظارہ کر رہے تھے جس نے انکی شمشیر اور سنان کی تابناکیوں کو داغدار بنا دیا تھا۔ انگولیم نے پہلے تو ہر طرح سے اس امر کی کوشش کی کہ بادشاہ کسی طرح سے اعتدال کو کام میں لائے اور رعایا کے لیئے فرانس کے نمونے پر ایک منشور کی منظوری دے لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہ ساری مساعی بے سود ثابت ہوئیں تو اس امر کے اظہار کے لیئے کہ وہ بذاتہٖ شاہی کارروائیوں کو ناپسندیدہ سمجھتا ہے اُن امتیازی نشانات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جو بصلۂ خدمات اسے عطا کیئے جا رہے تھے۔

۱۲۸

**خاص حکم شاہی اور کارلیت**
**The pragmatie Sanction**

اسپین پر فرانس کا تسلط سنہ ۱۸۲۸ء تک رہا لیکن اس سے فرڈیننڈ ہفتم کو جو مطلق العنانی حاصل تھی وہ باوجود ان معدودے چند، سسک سسک کر اُبھرنے والے ہنگاموں کے اسوقت تک قائم رہی جب تک کہ ستمبر سنہ ۱۸۳۳ء میں خود فرڈیننڈ اس دنیا سے رحلت نہ کر گیا، ایک خاص حکم شاہی کی رو سے اُس نے اپنی وفات کے قبل اس سالوی ( Salic ) قانون کو بالکل معطل کر دیا جس کی رو سے خاندان شاہی کے کسی صنف نازک کو تاج و دیہیم تفویض نہیں کیا جا سکتا، اور اپنی دختر ازابیلا کو تاج و نگین کا وارث بنا دیا، اور وہ اپنی ملکہ کرستینا کے زیر تولیت ملکہ بن گئی، لیکن اسکے اس حق کی مخالفت میں اسکا چچا ڈون کارلوس

اُٹھ کھڑا ہوا جو سابق بادشاہ کا چھوٹا بھائی تھا اور اس (ازابیلا) کے حق کو مستحکم کردینے کے لیئے اعلان شاہی (Estatude Real) شائع کردیا گیا جو صرف اصول حکومت مطلقہ اور آئین حریہ ۱۸۱۲ء کا درمیانی راستہ تھا۔ اسوقت سے اسپین دو اصولوں کی کشاکش میں پڑ گیا تھا۔ کارلوی (متبعین کارلوس) تو امارت مطلقہ اور حقوق منجانب اللہ کے علم بردار تھے دوسری جماعت جو کسی حکومت یا خاندان سے وابستہ کی جا سکتی تھی لبرلزم اور کسی ایسی حکومت کے لیئے سربکف تھی جو مقبول انام ہو، یورپ کے مورخ کے نزدیک کارلوی جنگ دلکش اور دل ہلا دینے والے واقعات اور سانحات سے کتنی ہی لبریز کیوں نہ ہوا سے حدود پیرینیز کے پیچھے "بیرون دائرۂ تمدن" جان کر جھگڑ ختم ہو جانے دیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہانتک مجالسعہ یورپ کا تعلق ہے، اسپین کو اب اپنی لڑائیاں خود لڑنے کا اختیار تھا فرداً فرداً ہر حکومت نے اپنے اپنے خیالات اور آرا کی بنا پر ہمدردی کا اظہار کیا لیکن اس طویل جنگ میں کسی نے کسی خاص جماعت کو شاذ و نادر ہی کسی قسم کی استعانت دینی گوارا کی۔ لیکن وہ خاندانی مناقشات جو اسپین کو بیخ و بن سے ہلا رہے تھے، حدود پیرینیز سے باہر صرف دو بار کوئی خاص اثر پیدا کر سکے۔ ایک تو اندلسی کتخدائیاں تھیں جنھوں نے لوئی فلپ اور انگلستان کے اتحاد باہمی کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ دوسرے تاج اسپین کے لیئے لیوپولڈ ہوہنزولرن (Leopold of Hohenzollern) کی امیدواری تھی جو آگے چلکر ۱۸۷۰ء کی جنگ فرانس اور جرمنی کا حیلۂ شرعی ثابت ہوئی ورنہ یورپ کو خود اپنے ہی نہایت اہم معاملات سے دم مارنے کی فرصت نہیں اور اسکو اسپین کی ناقابل تسخیر مصیبت پر مبہوت ہونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ فرق شاہی بصد تمکنت اب بھی اسی جبۂ شاہی میں ملبوس تھا، جسکا آب و رنگ دھندلا ہو رہا تھا، جسکے تار تار علیحدہ ہو رہے تھے جسمیں رخنے پڑ گئے تھے جسمیں گہرے شگاف لگ چکے تھے اور جو ہر طرح سے چاک چاک ہو رہا تھا۔ اور یہ سب تھا کسکا فیضان ؟ خود فرزندان

اسپین کی خنجر آزمائی کا !

### انگلستان اور نوآبادیہائے اسپین۔

اسپین میں فرانس کی کامیابی نوآبادیہائے ١٢٩
اسپین کے رتبہ اور حیثیت کی ایک نہایت قدیم
اور متنازعہ فیہ سوال کے بعجلت تمام انجام پذیر
ہونے میں معاون ہوئی، جبوقت انگلستان، ویرونا اور پیرس میں
اسپین کی اغراض ومقاصد کے تحفظ میں جان کھپا رہا تھا، میڈرڈ میں
اپنے مطالب ومفاد کی وکالت کرنے پر مجبور ہوا اور ان انگریزی تجارتی جہازوں کی
گرفتاری پر صدائے ناراضی بلند کر رہا تھا جو جنوبی امریکہ کے بندرگاہوں سے
سلسلۂ تجارت قائم کیئے ہوئے تھے انگریزی امیرالبحر کو ایسے اختیارات
تفویض کیئے گئے جنکی رو سے وہ ساحل کیوبا پر اتر کر ان بحری ڈاکوؤں کے
"انگھونسلوں کو" تہس نہس کر دے جو اندلسی علم کے سایۂ عاطفت میں جزائر
غرب الہند کی تجارت کو خاک میں ملا رہے تھے یہ مسئلہ عرصے سے
نہایت تکلیف دہ اور نازک ہو رہا تھا لیکن اس کا فیصلہ برابر معرض تعویق میں
پڑتا گیا، اسکا کچھ تو یہ سبب تھا کہ ویرونا میں اسپین کی حیثیت کو کوئی صدمہ
نہ پہنچے اور کچھ کورٹیز کو اس بات کا موقع بھی دینا تھا کہ وہ کچھ عملی کارروائی کر سکے،
لیکن جب یہ یقین ہو گیا کہ اسپین پر فرانس کا حملہ ناگزیر ہے تو کیننگ نے
فرانسیسی گورنمنٹ کو یہ اطلاع دی کہ انگلستان کو یہ کبھی گوارا نہیں ہو سکتا کہ
غیر ملک کی افواج نوآبادیوں کو بالجبر مسخر کریں [1] لیکن قطع نظر اس اندیشے کے
کہ فرانس محض اپنی اغراض کے لیئے اسپین کو اس قسم کی امداد دے جس سے
وہ اُن مقبوضات کو پھر حاصل کر سکتا ہو جو اسکے ہاتھ سے نکل چکے تھے، ایک خطرہ
یہ بھی تھا کہ کہیں دول عظمیٰ باہم ملکر اس مسئلہ کو اس طرح پر نہ طے کر دیں کہ انگلستان،
کا خسارہ ہی خسارہ رہے اسپین نے فرانس کی تائید پر یہ تحریک پیش کی کہ

[1] یہی رویہ ( Castlereagh ) کا بھی تھا، ملاحظہ ہو، لیون کی رپورٹ
مورخہ ۱۸ فروری سنہ ۱۸۱۸ء مارٹنس جلد گیارہ صفحہ ۲۷۰ -

پیرس میں ایک کانفرنس منعقد کیجائے۔ کیننگ نے اس تحریک کی
نہایت شد و مد کے ساتھ مخالفت کی، اس نے کہا "حلفا کی مجالس میں آخر
ہماری سنتا ہی کون ہے، لئے باخ میں ہم نے صدائے مخالفت بلند کی،
ویرونا میں ہم نے ردو قدح کی لیکن ہماری درخواست کی روسی سکے ایک ٹکڑے
سے زیادہ وقعت نہیں کی گئی اور ہماری گفت و شنید فضائے خاموش میں جذب
ہوکر رہ گئی"، اب انگلستان "اپنے محور پر خود گردش کرے گا" اور
انگلستان کی اغراض و مقاصد، مدبرین انگلستان کی سیاسی روش
کی سنگ اساسی ہوں گے۔[1] کیننگ کے اس رویہ کو ممالک متحدہ امریکہ
کی بروقت کارروائی سے اور تقویت پہنچ گئی اور اس مسئلہ کو سلجھانے میں
120 امریکہ کا بھی فعل فیصلہ کن ثابت ہوا ۲ دسمبر ۱۸۲۳ء کو پریسیڈنٹ منرو نے
کانگریس میں اپنا مشہور پیغام بھیجا جسمیں دول یورپ نے جنوبی امریکہ کے معاملات

**منرو کا اصول**

میں مداخلت کرنے پر اظہار ناراضی کیا تھا اور یہ بھی بتا یا دیا تھا کہ
اس قسم کی کوئی مداخلت ممالک متحدہ امریکہ کے نزدیک
غیر دوستانہ تصور کیجائے گی، فی الحقیقت "اصول منرو" کی تعریف یہی تھی
اور جسکا ملخص یہ ہے "امریکہ برائے امریکن"، اور جسکی مکمل اہمیت ابتک ظہور پذیر
نہیں ہوئی تھی، بہرحال کیننگ کے اس مقصد کو کہ جنوبی امریکہ کی ریاستیں،
خواہ وہ جمہوری ہوں یا ملوکی اور خواہ محالفہ مقدس کی بیخ و بنیاد ہی کیوں نہ ہل جائے،
خود مختار بنادی جائیں، حلیفوں نے بغیر چون وچرا کے تسلیم کر ہی لیا اور اسکی
ابتدا اس تجارتی معاہدے پر دستخط ثبت کرنے سے ہوئی جو برطانیہ عظمیٰ اور
برازیل کے مابین ۲۳ جولائی ۱۸۲۴ء کو عمل میں آئے اب رہا دوسری حکومتوں کا
اسے تسلیم کرنا، یہ اسوقت کے لئے ملتوی کیا گیا جب یہ اپنی قوت اور استحکام کی
ضمانت دیں، اسی سال دسمبر میں کولمبیا اور میکسیکو کی بھی سیاسی حیثیت تسلیم
کرلی گئی، آسٹریا، روس اور پروشیا نے بھی شرکت کی لیکن دبی زبان یہ بھی

---

[1] اسٹیپل ٹن - ۱، ۴۸۹ -

کہدیا کہ یہ "ایک ایسی حرکت تھی جس سے اُس انقلابی روح کو تقویت پہنچتی ہے جسکی روک تھام خود یورپ میں بہ مشکل ہو سکتی تھی"، کیننگ اول تو خود بڑا لفاظ تھا اور پھر اس عہد میں تھا جب لفاظی کا دور دورہ تھا، اس نے کہا کہ "ہم لوگوں نے ایک نئی دنیا تعمیر کی ہے جو پرانی دنیا کے توازن کی تلافی کر دیگی"

**پرتگال میں استبدادی حکمت عملی**

بہر حال اسی سلسلے میں فرانسیسی مداخلت کے معاکسۂ عمل نے کچھ ایسی نازک صورت اختیار کی کہ انگلستان کا اصول "عدم مداخلت"، ایک عجیب ضغطے میں پڑ گیا، شاید تمام براعظم میں کسی حکومت سے انگلستان کے مراسم اتنے دوستانہ نہ تھے جتنے پرتگال سے اور موخر الذکر کے اندرونی معاملات کچھ ایسی نازک صورت اختیار کرنے لگے کہ انگلستان کے تجارتی اغراض و مقاصد، خطرے میں پڑ گئے۔ انگلستان اور فرانس کے نمائندوں میں ایک عرصے سے لسبن میں سیاسی نوک جھونک چلی آرہی تھی، اول الذکر تو قائم شدہ حکومت کی تائید میں تھا، لیکن موخر الذکر دوم میگوئل سے جو بادشاہ کا بھائی اور استبدادی مخالفین حکومت کا سرغنہ تھا، ساز باز کر رہا تھا۔ اسپین میں جب استبدادیوں کی فتح ہوئی تو دوم میگوئل کو

131 "ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق"

کا سودا سمایا، ایک فوجی ہنگامہ جسکا وہ خود سرغنہ تھا ہر طرح سے کامیاب ہوا لوگوں نے "آئین" کے خاتمے پر ویسے ہی نعرۂ مسرت لگایا، جیسا اسکی ابتدا پر غلغلۂ تہنیت بلند کیا تھا۔ مرنجان مرنج جان ششم نے جدید نظام کو بخندہ پیشانی تسلیم کیا لیکن قدیم باغیانہ منصبداریت کا از سر نو بحال ہونا ہی تھا کہ اسکا ردّ عمل شروع ہو گیا اور بادشاہ نے پھر اصلاح کے مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا پالمیلا کی صدارت میں نیا آئین مرتب کرنے کے لیئے ایک کمیشن بٹھایا گیا روسی، آسٹروی اور پروشوی سفرا نے اس تجویز کی نہایت سختی سے مخالفت شروع کی۔ اسکو دیکھتے ہوئے اور میگوئل اور اسکے حواریین، قسیسین ( Apostolicals ) مخوفانہ رویے کا اندازہ کرکے، برطانوی اتحاد کی طرف دار پالمیلا نے ایک تحریری درخواست انگلستان بھیجی

جنہیں حکومت کے بقا و قیام کے لیئے فوج روانہ کرنے کی منت سماجت کی تھی ؛

انگریزی کابینۂ وزارت عجیب مشغلے میں تھا فوج بھیجنے کے یہ معنی تھے کہ
ان کے پچھلے اقوال بالکل لغو اور مہمل تھے اور ایک حد تک اُن سے ویسا ہی
فعل سرزد ہوگا جیسا پیڈمانٹ اور نیپلس کے معاملے میں آسٹریا سے
سرزد ہوا تھا۔ اور پھر یہ بھی تھا کہ روانہ کرنے کے لیئے فوج بھی نہ تھی، آخرکار
بطور مِن سمجھوتہ یہ طے ہوا کہ سواروں کی ایک پلٹن دریائے ٹیگس پر بھیجدی
جائے جو گورنمنٹ کے لیئے بطور ایک اخلاقی امداد کے کام دے گی ؛

**کیننگ کی کارروائیاں**

لیکن اسی دوران میں کیننگ نے کسی آئین کے متعلق
وعدہ وعید کرنے سے انکار کردیا لیکن جب یہ بات
تیقن ہوگئی کہ فرانس خود اپنے نفع کی غرض سے دوسری حکومتوں کی مستبدانہ
مخالفتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ یعنی لِسبن سے انگریزی اثر کو بالکل زائل
کردینا چاہتا تھا۔ اور ان سے ملکر جدید آئین کو خطرے میں ڈالنا چاہتا تھا اسوقت
اس نے صاف اعلان کردیا کہ لِسبن کے معاملات میں اگر کسی غیر حکومت نے
مداخلت کی تو انگلستان بزور شمشیر اسکا سدباب کرے گا لیکن اسی سلسلے
میں مابین ستمبر ١٨٢٣ء و اپریل ١٨٢٤ء وزارت لِسبن میں متضاد مقاصد و اصول
کی کشاکش جاری رہی، مسئلہ زیر بحث صرف مارشل بِرسفورڈ کا داخلہ اور انگلستان
یا فرانس کی معراج اقتدار کا تھا۔ ٣٠ اپریل ١٨٢٤ء کو ڈام میگوئل نے
(جو ابتک فوج کی کمان کررہا تھا) ایک دوسرا سیاسی وار کرنا چاہا۔ ابتدا میں تو
اسے کامل طور پر کامیابی ہوئی، وزارت کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور پلمیلا نے انگریزی ١٣٢
جنگی جہاز پر جاکر پناہ لی بادشاہ کے لیئے بھی، انگریزی جہاز جس پر جھنڈا لہرا رہا تھا،
جائے پناہ ثابت ہوا، لیکن بادشاہ کی مفروری نے میگوئل کا تمام اندازہ
درہم برہم کردیا، موخر الذکر نے انتہائی کمزوری ظاہر کی، جہاز پر حاضر ہوکر طلبگار
عفو ہوا اور عفو حاصل کرکے جلاوطنی پر چلا گیا۔ ١٤ مئی کو بادشاہ اپنے محل کو

**انگلستان اور فرانس میں رقابت**

واپس آیا کچھ عرصے کے لیئے میگوئل کے
منچلے پن سے ایک گونہ یکسوئی ہوگئی تھی لیکن

انگلستان اور فرانس میں جو کشاکش جاری تھی وہ بدستور قائم رہی، کچھ عرصے کے لیئے فرانس چیرہ دست رہا تھی کہ وہ وزرا جو انگلستان کی ہر طرح سے حمایت کرتے تھے اس کے اس رویتے سے کشیدہ ہو گئے تھے جو اُس نے برازیل کی خودمختاری کی طرف سے جسکا ابھی ابھی اعلان ہوا تھا اختیار کر رکھا تھا۔ برسفورڈ کابینہ وزرات سے خارج کر دیا گیا اور فرانس کا حامی ڈی سبیسرا وزیر اعظم بنا یا گیا۔ فرانسیسی سفیر موسیو دی نو ویل کی اغوا سے انگلستان کے اثر کو بالکل زائل کر دینے کے لیئے ڈی سب سیرا ایک نہایت عیارانہ چال چلا اُس نے انگریزی گورنمنٹ سے التجا کی کہ وہ حکومت کے تحفظ کے لیئے چار یا پانچ ہزار انگریزی یا ہنوودری فوج بھیجدے۔ اگر اسکی یہ التجا نامنظور کی جاتی اور جیسا یقیناً ہوتا، پھر انگلستان، فرانس کو ایک ایسے فرض کی انجام دہی میں موردِ الزام نہ ٹھہرا سکتا جسکے پورا کرنے سے اس نے خود احتراز کیا لیکن یہ تمام سازش اس معاندانہ رویتے کی رو میں آکر فنا ہو گئی جو استبدادی حکومتوں نے پیرس کی کانفرنس میں جدید آئین کی طرف سے اختیار کر رکھا تھا اور یہ ایک ایسا رویہ تھا جس نے لسبن میں نو ویل کے اثر کو بالکل فنا کر دیا۔

جولائی ۱۸۲۵ء میں آسٹریا، انگلینڈ، برازیل اور پرتگال کی ایک کانفرنس لندن میں اس غرض سے منعقد ہوئی کہ برازیل سے دوسری حکومتوں کے کیا تعلقات ہونے چاہیئیں، اجلاس کے دوران ہی میں یہ پتہ چلا کہ سب سیرا حکومت برازیل سے بالکل علحدہ طور پر شرائط وغیرہ کے متعلق گفت و شنید کر رہا تھا کیننگ نے اس پر سختی کے ساتھ اعتراض کیا اور سب سیرا کو معزول کرا دیا، اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد نو ویل جو لسبن میں انگلینڈ کی پالیسی کا اصلی مخالف تھا واپس بلا لیا گیا انگلستان کی سیاسی چالیں ہر طرح سے کامیاب ہوئیں اور ۲۹ اگست ۱۸۲۵ء کو جان ششم نے شہنشاہ پیڈرو کے زیر حکومت برازیل کی خودمختاری تسلیم کر لی۔ چھ ماہ کے بعد جب بادشاہ نے رحلت کی،

**برازیل کی خودمختاری ۲۹ اگست ۱۸۲۵ء**

(۱۳۳) اسوقت پیڈرو نے تخت پرتگال پر متمکن ہونے کا حق اپنی لڑکی شہزادی ماریا لا گلوریا کو تفویض کر دیا لیکن

ایسا کرنے سے قبل اُس نے ملک کو ایک ایسا آئین عطا کیا جو بالکل انگلستان کے آئین کے نمونے پر تھا۔ مخالف جماعتوں کو راضی کرنے کے لیئے اُس نے ہفت سالہ ماریا کی منگنی اس کے چچا دوم میگوئل سے کردی اور یہ انتظام کردیا کہ وہ اسوقت تک برازیل ہی میں رہے جب تک کہ آئین کا پورا پورا تسلط ملک پر نہ ہو جائے اور شادی کے معاملات انصرام پذیر نہ ہو جائیں۔ پرتگال میں اسکا اثر یکساں نہ ہوا فوج کے کچھ حصے نے تو ماریا کے لیئے حلف اٹھایا اور کچھ حصے نے علم بغاوت بلند کرکے اسپین کی سرحد پر تاخت روانہ کردی اور فرڈینینڈ ہفتم کی شہ پاکر میگوئل مطلق العنانی کی حمایت میں جنگ چھیڑ دی۔ جنگ مختلف کروٹیں لیتی رہی یہانتک کہ ملکہ کی اپیل پر لسبن میں برطانوی سپاہ اتاردی گئی مقصد یہ تھا کہ میڈرڈ کے ایوان حکومت پر جو دباؤ ڈالا جارہا تھا اسے قوی تر کردیا جائے۔ استبدادیوں کی بغاوت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور اس بات کی بے سود

**ڈام میگوئل متولی سلطنت ۔**

کوشش کرتے ہوئے کہ تمام جماعتوں کے اغراض و مقاصد کو پورا کرکے امن و عافیت کو بقائے دوام کا جامہ پہنادے، پڈرو نے میگوئل کو تولیت تفویض کردی اور خورد سال ملکہ کو اُس ملک میں بھیجدیا جسکی حکومت اس کی قسمت میں لکھی تھی۔

**کیننگ کے عقائد سیاسی**

پرتگال اور اسپین کے معاملات میں انگلستان کا رویہ، اور محالفہ مقدس سے علیحدگی، ایسے اسباب تھے جنکی بنا پر یہ خیال عالمگیر ہوگیا تھا کہ کیننگ لبرلزم (حریت) کا رستم داستان بنناچاہتا تھا، اور "حق بجانب"، حکومت کا مخالف! لیکن شاید اس سے زیادہ حقیقت سے دور، اور کوئی واقعہ نہیں ہوسکتا۔ جیسے خود انگلستان میں کسی قسم کی اصلاح گوارا نہ ہو وہ بھلا دوسری جگہ انقلاب کا رونما ہونا کس طرح برداشت کرسکتا تھا اپنے تمام سیاسی امور خارجہ میں صرف ایک بات اس کے دل سے لگی ہوئی تھی اور وہ انگلستان کا مفاد تھا! کاسلری نے اپنے ملک کو شہنشاہ روس کی عجیب و غریب اسکیم کا

پابند بنانا گوارا نہ کیا۔ لارڈ گرے نے **کیننگ** پر یہ الزام دھرا کہ وہ
**اسپین** کے معاملات میں نہایت غیر فیاضانہ رویہ رکھتا تھا اور خود **کیننگ**
کے خلاف اُسکے اُن الفاظ کو دھرایا جو اُس نے کسی موقعہ پر کہے تھے ،

(۱۳۴) "کوئی فیاضانہ اور سیر چشمانہ بے لوثی جو بجا طور پر کسی ہیرو کو بقائے دوام
عطا کرتی ہے ، کسی سیاسی طرز عمل کی علت غائی نہ کبھی ہو سکتی ہے اور نہ ہونی چاہیئے ،
کیونکہ قومیں نہ تو محض[1] تخئیلیت کی ، دلدادہ ہوتی ہیں اور نہ محض فروسیت کی شیفتہ !"

فی الحقیقت **کیننگ** ، کاسلری کے اصول زیادہ مرتب طریقے سے
بر سر کار لا سکتا تھا ، وہ عمومیت اور جمہوریت کے اصولات مجردہ کو آپس میں ٹکرانا
نہیں چاہتا تھا۔ وہ یہاں تک خواہشمند تھا کہ دو متضاد آرا کا توازن قائم رکھ سکے ۔
اور عمداً وہ کبھی کسی ایسی پالیسی کا ذمہ دار نہیں گردانا جا سکتا جسکی وجہ سے انقلاب
کے جتنے عناصر تھے وہ سب برطانیۂ عظمی کے اغراض و مقاصد کی کامیابی کے
معین ہوئے اور جب اسباب و واقعات نے اسکو اپنی توجہ مسئلۂ مشرقیہ کی طرف
مبذول کرنے پر مجبور کیا تو یہ کچھ اسکے حب یونان کے جذبات ہی نہ تھے جنھوں نے
اسے **یونان** کی نجات کا اصلی آلہ بنایا ۔

---

[1] ( Chivalry ) کے لیئے فروسی اصطلاحات کمیٹی نے تجویز کر دیا ہے ۔

(۱۳۵)

# باب ہفتم

## یونان کی جنگ آزادی

موریا میں ہنگامہ - ۱۸۲۱ء - بغاوت کی عام حالت - اور ترکوں کو اسکے فروکرنے میں ناکامیابی کے اسباب - یونان پرستی ("فلیلینزم") کا اثر - یونانیوں کا خونریزی اور قتل کا مرتکب ہونا اور ترکوں کا انتقام لینا - بطریق کا مقتول ہونا - یورپ پر اسکا اثر - روس اور ٹرکی میں ناچاقی - خیوس کی خونریزی - یونان کا رویہ مجمع الجزائر میں - کیننگ اور مسئلہ مشرقیہ - وہ یونانی علم کو تسلیم کرلیتا ہے - اسکا اثر انجمن اتحاد یورپ پر - الگزنڈر اول اور مداخلت - کانفرنس منعقدۂ سینٹ پیٹرسبرگ - آسٹریا اور انگلستان کا رویہ - محمد علی کی مداخلت - ابراہیم موریا میں ۱۸۲۵ء - انگلستان مداخلت کی تحریک پیش کرتا ہے - الگزنڈر اول کی وفات - ماسکو میں فوجی سازش - نکولس اول اور مسئلہ مشرقیہ - مضبطہ مرتبۂ سینٹ پیٹرسبرگ ۴ اپریل ۱۸۲۶ء - ٹرکی کو روس کا آخری پیام - ینی عسکریوں کا قتل وخون - معاہدۂ عکرمان ۷ اکتوبر ۱۸۲۶ء - مسئلۂ مشرقیہ کے متعلق انگریزی روسی معاہدہ - ٹوری جماعت میں تفرقہ صلحنامۂ لندن ۶ جون ۱۸۲۷ء - کیننگ کی وفات - جنگ نوارینو - اسکا اثر حکومتوں پر - ولنگٹن کی وزارت جنوری ۱۸۲۸ء - جنگ روم و روس - اسکا اثر مسئلۂ مشرقیہ پر - فرانسیسی مہم کا موریا بھیجا جانا - مضبطہ مرتبہ ۲۲ مارچ ۱۸۲۹ء - صلحنامۂ ادرنہ - کانفرنس منعقدۂ لندن پر اسکا اثر - مسئلۂ یونان کا تصفیہ، فی ۱۸۳۲ء -

مٹرنخ کی دلی آرزو کے خلاف، پرنس ہپسلانٹی کا تباہ شدہ اور ناکام مظاہرۂ یورپ کو مشرقی مسئلے کی عفریت سے آزاد نہ کرا سکا، یا تھا ئے ڈینوب کے ہنگاموں کو یونانی انجمن برادران نے متفقہ طور پر پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جنکے سرغناؤں کو بجا طور پر یہ توقع تھی کہ یونانی مقاصد کی کامیابی اسوقت زیادہ متیقن ہو سکتی ہے

جب انکا علم خود سرزمین یونان پر لہرانے لگا بالفاظ دیگر تمام تحریکوں کی ابتدا خود یونان کی سرزمین سے کرنی چاہئیے، اسلیئے اسوقت جبکہ ہپسلانٹی، یاسی، بخارسٹ میں تضییع اوقات کر رہا تھا۔

### موریا میں یونانی بغاوت سنہ ۱۸۲۱ء

انجمن کے جاسوس موریا میں بغاوت پھیلانے کے لیئے ہمہ تن مشغول تھے۔ لیکن یہاں بھی نہ تو متحدہ قوت سے کام لیا جارہا تھا اور نہ کوئی مرکزی حکومت اعلیٰ تھی۔ غیر ذمہ دار شورش پسند گاؤں گاؤں گشت لگاتے پھرتے تھے اور ہلال کے خلاف جنگ صلیبی کا اعلان کرتے تھے اور تمام (۱۳۶)
یونانیوں کو "وحشی بے دینوں" کی طوق غلامی کو اتار کر پھینکدینے کی ترغیب دیتے تھے، رومانوی کسانوں کی کند اور غیر حساس طبیعت پر یونانیوں کی صدا کا تو کوئی اثر نہیں ہوا لیکن جنوبی یونان میں انکی آتش نوائیوں کے شرارے گویا آتشگیر مادوں پر جا کر گرے۔ بارود کے ان تودوں کا مشتعل ہونا تھا کہ آتشزدگی کا وہ کرۂ نار بھڑک اٹھا کہ عثمانیوں کے کمزور اور بعد از وقت مساعی کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور نہ خود ساختہ یونانی رہبروں سے کچھ کرتے دھرتے بن پڑا، کیونکہ نسبتہً یہ شمالی ہنگاموں کی

### بغاوت کی عام حالت۔

طرح مٹھی بھر منچلوں یا جوشیلے لوگوں کا اٹھایا ہوا فتنہ نہ تھا بلکہ کل آبادی بغاوت پر تلی ہوئی تھی جو اپنے جذبات اور جنون کے سیل طوفان خیز میں اپنے سرغناؤں کو بہائے لیئے جارہی تھی اور جو باوجود انکی خود غرضی اور نااہلیت کے پایان کار، منزل مقصود پر پہنچنے میں کامیاب ہو کر رہی۔ شقاوت اور قساوت، ابتدا ہی سے، اس جنگ کی ممتاز خصوصیت رہی۔ یونانی پادریوں نے پتراس کے اسقف اعظم گرمانوس کی سرکردگی میں ابتدا ہی سے اس جنگ کا مقصد "بے دینوں" کو بدر کرنا ظاہر کیا اور موریا کے مسلمانوں پر چونکہ یہ آفت یکایک نازل ہوئی اس لیئے وہ اس کی روک تھام کی کوئی تدبیر نہ کرسکے، ہنگامے کی ابتدا میں انکی (مسلمانوں کی) تعداد ۲۵ ہزار دی رفوح تھی، چھ ہفتے کے اندر ہی اندر پسماندگان میں، سوائے اُن چند لوگوں کے جنھوں نے قلعہ بند

شہروں میں بھاگ کر پناہ لی تھی ایک متنفس بھی باقی نہیں رہ گیا لیکن جوں جوں یہ مضبوط مقامات ضیق گرسنگی سے تنگ آکر ہتھیار ڈالتے گئے، یہ بھی انتہائی وحشیانہ بیرحمی کے ساتھ ذبح کردیئے گئے۔ اس تاریخ بغاوت کے پہلے باب کا اختتام تریپولتزا کے قلعہ کو توپوں پر دھر لینے اور دو ہزار مسلمان قیدیوں کو جنہیں ہر عمر اور ہر جنس کے ذی روح تھے اور جنھوں نے اشتعال کا کوئی موقع بھی نہیں دیا تھا، دیدہ و دانستہ، انتہائی درندگی کے ساتھ قتل کردیئے جانے پر ہوا، ۱۸۲۱ء کے آخر میں باستثناء چند قلعہ جات، جنہیں ڈاکوؤں اور کسانوں کے وحشی گروہ نے گھیر رکھا تھا، تمام موریا ترکوں سے پاک صاف کردیا گیا۔ اور اسی دوران میں بغاوت کے شعلے خاکنائے کورنتھ سے گزر کر براعظم کے پورے یونان پر مسلط ہوکر، کوہستانی دروں سے گزرتے ہوئے تھسلی بلکہ مقدونیہ تک پہنچ گئے۔

یونان کی جنگ آزادی کے تفصیلی واقعات کیسے ہی دلکش اور دلوں کو گرما دینے والے کیوں نہ ہوں، یورپ کی عام تاریخ میں انکی حیثیت کچھ زیادہ وقیع نہیں ہے۔ یہاں پر محض یہ بیان کردینا کافی ہوگا کہ اس کشاکش کی عام حالت اور کیفیت کیا تھی اور اس پر بین الاقوام سیاسیات کے کیا اثرات (۱۳۷) منقش ہوئے۔ ابتدا ہی سے یہ جنگ (یورپی اقوام کے نزدیک) دو وحشی قوموں کی لڑائی تھی۔ ہنگامے کی خبر جب پہلے پہل مشتہر ہوئی تو چند تعلیم یافتہ یونانیوں نے جنہیں پرنس دیمتریاس ہپسلانٹی اور پرنس ماوروکورداتوس خاص طور پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے، فوراً موریا پہنچکر اس تحریک کو اپنی سرکردگی میں لے لیا لیکن ایک غیر منتظم جنگ کے لیڈر کی حیثیت سے، اُن کو بُری طور پر ناکامی ہوئی اور جیسا کہ خیال تھا، انکی مخلصانہ مساعی کا، کہ ملک کو مغربی نمونے پر ایک مکمل آئین عطا کیا جائے، انجام نہایت حسرتناک کشاکش اور محشر خیزیوں پر ہوا، جب تک کہ کاپو دستریاس نے یونان کے صدر اول کی حیثیت سے امارۂ مطلقہ قائم نہ کردی، نہ صرف مرکزی حکومت غیر موثر ثابت ہوتی رہی بلکہ مقامی عضو نشین جو قدیم زمانے سے اسقفوں کے تحت میں چلے آتے تھے، ہنگامے کے

زمانے میں یونان کو بالکل بغاوت کے گرداب میں پھنس جانے سے روکتے رہے، یونان کے حقیقی قومی رہبر جن میں سے نمایاں فوقیت کولوکوتر ونیس کو حاصل تھی، اور جنہیں منجملہ دیگر رہبروں کے انگنوسٹراس، نوٹاراس اور پٹراس بے ساکن مینا تھے سب کے سب علی پاشائے یانینا کے شاگرد رشید راہزن ڈاکو تھے۔ دلکش وحشی جو جنگ پریشان کے ہر نشیب و فراز میں طاق تھے! جس وقت ترکوں کو یہ لوگ خشکی پر روکے ہوئے تھے، یونانی جزائر کے ملاح، عثمانی حکومت سے سمندر میں دست و گریبان تھے۔ حرب و ضرب کے طریقے دونوں جنگوں میں تقریبا یکساں تھے۔ کیونکہ یہاں بھی جانبازی اور بزدلی، بدترین خود غرضی اور بلند ترین بے لوثی کا ایک عجیب معجونِ مرکب نظر آتا تھا۔ میاؤلس کا بلند پایہ جذبۂ وطن پرستی اور کنارس جان نثاری اور جان بازی نے سمندر پیما یونانیوں کی بدنامی کو رفعت اور منزلت کے نورانی حلقے میں مطلع الانوار بنا دیا تھا، لیکن یہ ایک حقیقت تھی کہ یونانی باغی جس طور پر بحری نقل و حرکت عمل میں لا رہے تھے وہ رفتہ رفتہ سمندری ڈاکہ زنی میں تبدیل ہو گئی، جس کی وجہ سے دول یورپ کی مداخلت ناگزیر ہو گئی اور وہ بھی اس وجہ سے نہیں کہ اس سے یونانیوں کے مقاصد اور اغراض کی بہبودی مدنظر تھی بلکہ تمام اقوام کا تجارتی مفاد منظور تھا؛

اس ہنگامے کو ابتدا ہی میں فنا کر دینے میں بابعالی کو دو اسباب مانع تھے علی پاشا نے اس سلسلے میں جو کچھ کر دکھایا، اُسکا ابھی ابھی تذکرہ ہو چکا ہے اس نے ایک حد تک عثمانی حکومت کے اُس اقتدار کو جو خشکی پر تھا بالکل بے تاثیر کر دیا اور پھر یونانی جزائر کی بغاوت نے بابعالی کو اُن بہترین مقامات سے محروم کر دیا جہاں سے فوجی ملاح
بھرتی کئے جاتے تھے۔ اس لئے جب ترکی بیڑے نے الجزائر کے ملاحوں پر تکیہ کیا جو ایشیائی بندرگاہوں (۱۳۸)
اور سواحل قسطنطنیہ کے حمالوں کے زیر اہتمام درۂ دانیال چھوڑ رہا ہے اسوقت

**ابتدائے جنگ میں حکومت عثمانیہ کی کمزوری۔**

جنگی بیڑوں کی یہ بھدی قطار مجمع الجزائر میں ٹھیکے کے لیئے ۱۱ جیسا کہ انگریزی ملاحوں کا مقولہ تھا۔ یونانیوں کی سبک سیر ہلکے پھلکے، دو دو مستول والے

جہازوں کے سامنے بالکل بے بس تھے! یہ ہے یونانیوں کی کامیابی کا راز جس نے کسی وقت ایک عالم کو مسحور کر رکھا تھا۔ جنتے کہ جب یانینا فتح ہو گیا اور علی پاشا نے وفات پائی اور اس طرح پر کچھ فوجیں خالی ہو گئی تھیں، اسوقت بھی جنگ غیر مساوی نہ تھی۔ وہ فوج جسکی معیت میں رشید پاشا نے مغربی یونان پر حملہ کیا یا وہ لشکر جسکو لیکر ورا ما کا علی پاشا، موریا فتح کرنے نکلا ہے، وہ بھی محض غیر ترتیب یافتہ جنگجویوں کا ایک غیر منظم گروہ تھا اور جب تک وہ سمندر پر قبضہ رکھ سکتے تھے یونانی انکے نہایت آسانی کے ساتھ بدمقابل ہو سکتے تھے۔ ورا ما کے پاشا کی پسپائی اور اسکی فوج کا درہ ڈیورناکی میں ۶ اگست ۱۸۲۲ء[۱] کو بالکل نیست و نابود ہو جانے کا اصلی سبب یہ تھا کہ عثمانی بیڑے کو کمک پہنچانے میں ناکامیابی ہوئی مسولونگی کی جانبازانہ مدافعت اسی وقت تک تھی جب تک میا ڈلس دلدلی جھیل میں سامان رسد پہنچاتا رہا لیکن ۱۸۲۳ء کے موسم گرما میں جب محمد علی والئ مصر نہایت مرتب اور سازو سامان سے درست فوجی بیڑے کو لیکر آیا ہے اسوقت بحری جنگ کا پانسہ تو پلٹ ہی گیا دوسرے سال اسکی باقاعدہ فوج نے خشکی پر بھی جنگ کا خاتمہ ہی کر دیا اب اسوقت سے یونانیوں کی آخری امید محض یہ رہ گئی تھی کہ وہ مغربی طریق کار کو مغربی ہی طریق کار سے ٹکرا دیں اور اگر انھیں بچا لینا ضروری تھا تو پھر دول یورپ کی مداخلت بھی ناگزیر تھی ؛

**یونان پرستی اور مسئلہ مشرقیہ**

شروع صدی میں اہالیان یورپ کا یونانی بغاوت کی طرف جیسا کچھ رویہ رہا جب اسکا موازنہ اس نسل کے بے پروایانہ طریق عمل سے کیا جاتا ہے جو اسی صدی کے آخر میں مشرقی مسئلہ کی گتھی کے نہ سلجھنے سے عاجز ہو چکی تھی اور اخبارات کے ذریعہ سے قتل وخون کی گرم بازاری سنتے سنتے تنگ آ چکی تھی تو ایک عجیب متضاد کیفیت

---

[۱] مراسلات ولنگٹن جلد سوم - ۱۱۵ - "یونانیوں کو سمندر میں تفوق حاصل ہے اور جنکو یہ تفوق حاصل ہے وہ ضرور کامیاب ہوں گے "

پیدا ہوتی ہے، مغربی دنیا کی آنکھیں بائرن کی ذہانت اور فطانت سے خیرہ ہو چکی تھیں، یہانتک کہ اگر تخئیلیت (رومانیت) کی گنگینی خیال کو مد نظر رکھکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مغربی یورپ والوں کے نزدیک مشرقی یونانی بھی ہومر کا جامہ پہن چکے تھے۔ اور انکی رذالت سے چشم پوشی کیجاتی تھی انکی شقاوت رفت گزشت، یا اس پر ازمنۂ قدیم کی مخصوص تلمیحات کی ملمع سازی کر دی جاتی تھی وہ لوگ خود کبھی ایسے موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جس سے انکی عجب اور نخوت کو آسودگی میسر ہو سکتی تھی۔ اوڈیسیس 139

**یونان پرستی اور اسکا اثر جنگ یونان پر**

باشندہ انتھا کا اور دیگر دوسرے حیلہ جو وحشی، عصر قدیم کی وضع اور خطابات اختیار کرتے جاتے تھے اور وہی لوگ جنھوں نے بعد میں پارتھے نون کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا اور جنھوں نے ایجینیا میں ایفروڈائٹ کے مندر کو زمین کے برابر کر دیا، ایک ایسی نسل کے سامنے جو انکی تعریف میں رطب اللسان تھی، وحشیوں کے خلاف اپنے آپ کو بصد فخر و ناز، قدیم زمانے کی تہذیب اور شائستگی کا رستم داستاں بتاتے تھے! لیکن یونان پرستی، محض ایک جذبہ نہ تھا جو اپنے وجود کے لیئے رومانیت کی وارفتگی کا رہین منت رہا ہو، کلیساؤں اور دیگر معابد کی ہمدردی تو مظلوم عیسائیوں کی بغاوت کی موافقت میں متموج ہوئی لیکن سیاسی نقطۂ نظر سے ان سب میں وقیع وہ جذبۂ حریت تھا، جو باوجود ہر طرف سے پابند سلاسل ہونے کے منتشر اور عالمگیر ہونے کے لیئے جوش مار رہا تھا، اور اس موقعے کو سر آنکھوں پر لینے کے لیئے تیار تھا جو "بیرون دائرۂ تمدن" اُن لوگوں نے پیش کیا تھا جو آزادی کے لیئے سر بکف تھے۔ یونان پرستوں کے غیر دقیقہ سنج رویے پر اعتراض کرنا اتنا ہی سہل ہے جتنا دوسری طرف شاہنشاہ فرانسس کے رویۂ پر اعتراض کرنا جسکا مقولہ یہ تھا کہ "یونانی بغاوت محض ان شورش پسندوں کا کام ہے جو خدا کے منکر ہیں"، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یونان جدید کے وجود کا ذمہ دار وہ جذبہ تھا جسکا ادراک کسی ایسی نسل کو

بہ مشکل ہو سکتا ہے جو قدیم زبانوں ( یونانی اور لاطینی ) سے متنفر ہونے لگی ہے - اگر یونانیوں کی استعانت نہ کیجاتی تو انکا خاتمہ ہی ہو چکا تھا - لیکن جلد ہی تمام اکناف یورپ سے رضاکاروں اور روپیوں کا سیلاب امنڈ آیا - نپولین کے جہاندیدہ افسر مثلاً کرنل فاب وئے ( Fabvier ) اور انگریزی افسر مثلاً کرنل گورڈن و سر ریچرڈ چرچ اپنی اپنی شمشیر اور بے بہا تجربات لیکر شورش پسندوں کی دستگیری کے لیئے آ پہنچے - بائرن خود آیا اور وہ بھی اس سج دھج سے ہے کہ اس مقصد کے لیئے جسکو وہ اپنا بنا چکا تھا، وہ اپنی جان بھی اسی طرح نذر کرنے کے لیئے تیار تھا جس طرح اپنا نام نذر کر چکا تھا - اس سلسلے میں اسکو بہت سے حسرت ناک اور غیر متوقع انکشافات سے دوچار ہونا پڑا لیکن وہ انتہائی شرافت نفس کے ساتھ آخر وقت تک اپنی وضع کا پابند رہا - اس سے کہیں قبل جبکہ مختلف کابینہ وزارت اس ابتدائی اور آزمائشی کشاکش کا اندازہ کرتیں جو اس گتھی کے سلجھانے میں صرف کی گئی یورپ کے لوگوں نے اپنی آواز اور آرا کی اس شمشیر کو عریاں کر دیا جس سے اس گتھی کی عقدہ کشائی ہونے والی تھی اور جنگ نوارینو سے قبل ہی رئیس آفندی (ترکی وزیر خارجہ) کی یہ شکایت کہ ترکی، یونان سے نہیں بلکہ سارے یورپ سے گرم پیکار تھا غلط نہ تھی ! (۱۴۰)

لیکن یہ انجام ایک حد تک خود باب عالی کی مدہوشی کا نتیجہ تھا اس خبر سے کہ یونانیوں نے قتل اور خون کا بازار گرم کر رکھا تھا قسطنطنیہ میں انتقام لینے کے لیئے، قدرۃً ایک حشر برپا ہو گیا - سلطان محمود جو بسا اوقات روشن خیال ثابت ہوا تھا اس خبر کے سنتے ہی جوش غضب سے تلملا اٹھا - اب نہایت شد و مد کے ساتھ اسباب کا انتظام کیا جانے لگا کہ اس ہنگامے کو خود اسکے مرکز ہی میں فنا کر دیا جائے، لیکن چونکہ اس میں کافی دیر لگتی، سلطان نے ایک نہایت نمایاں مثال قائم کرنے کے لیئے خود اس بات کی کوشش شروع کر دی کہ باغیوں کے قلب میں سراسیمگی اور دہشت کی دھاک بٹھا دی جائے - سلطنت عثمانیہ کے قوانین کے مطابق راسخ الاعتقاد بطریق اپنے عقیدت مندوں کے

گلے کی سلامت روی کا ذمہ دار تھا۔ عید الفصح کے ایک روز پہلے صبح کے وقت، ۲۲ اپریل کو ایک فرمان صادر ہوا جسکی رو سے بطریق اپنے منصب سے معزول کر دیا گیا اور اسقفوں کو اس بات کی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کلیسا کے جدید فسرا علےا کے لیئے ایک دوسرے شخص کا انتخاب عمل میں لائے۔

**یونانی بطریق کا قتل ۲۲ اپریل ۱۸۲۱ء**

مجلس کلیسائی فجر کے عشائے ربانی کے بعد ہی منعقد ہوئی اور اسے سوائے تعمیل حکم کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ ادھر تو جدید بطریق کو جدید عہدہ تفویض کرنے کی رسم ادا ہو رہی تھی دوسری طرف بطریق سابق گریگوریوس جو ابتک اپنے مقدس جبے میں ملبوس تھا، باہر لایا گیا اور اپنے ہی محل کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا گیا، دو یا ایک دن تو نعش آویزاں رہی اسکے بعد یہودیوں کی ایک جماعت نے اُسے تمام گلیوں میں خوب خوب گھسیٹا اور انجام کار باسفورس کی نذر کر دیا۔

بطریق کا قتل ہونا اد ایک جرم سے بھی بدتر تھا، یعنی یہ ایک غلطی تھی "، یہ گویا تمام عیسائی دنیا کے لیئے مبارزطلبی کا ایک اعلان جنگ تھا جس پر موخرالذکر نے صدائے لبیک بلند کی۔ روس میں بالخصوص تمام قوم تلملا اٹھی، روس کا ایک تجارتی جہاز گزر رہا تھا اس نے گریگوریوس کی نعش اٹھالی اور اسے اوڈیسہ لے گیا۔ جہاں پر ایک شہید کی شان سے اسکی تجہیز تکفین ہوئی۔ اب شورشیوں کا ایک طوفان اٹھا کہ جہاد کا اعلان کر کے مشرق کی مادر کلیسا کو ظالموں کے پنجۂ غضب سے آزاد کر دیا جائے، آیا صوفیا کے منارے پر ایک دفعہ پھر صلیب نصب کر دی جائے اور مسیحی زار کو وہ شہر از سر نو عطا کیا جائے جو ابتک روس میں زارگراد۔ لا مدینۃ القیاصرہ" کہلاتا تھا۔ ایک وقت تو ایسا ظاہر ہونے لگا کہ الگز نڈر عالمگیر امن و عافیت کا خواب دیکھتے دیکھتے چونک پڑے گا اور روس کے اس رشتۂ سیاست کو پھر اپنے ہاتھ میں لے لیگا جسے اُس نے ترک کر رکھا تھا۔ اگر یہ خبر اسے محل کریملین میں ملی ہوتی تو کچھ اس مقام کی اسپرٹ، اور کچھ وہاں کے باشندوں کا جوش، بہر حال نہایت آسانی سے اسکی انفعال پذیر طبیعت متلاطم ہو جاتی اور یہ ایک

دوسرے سے جہاد کے اعلان کر دینے پر مجبور ہوتا۔ لیکن یہ تمام جوش وخروش لائباخ کے اُس آب وگل میں سرد ہو کر جذب ہوگیا۔ جسمیں کلیسا کا عنصر بدرجۂ اتم غالب تھا، میٹرنخ جسکے صحیفہ ہدایت میں صرف حرف تنکیر ہی مل سکتا تھا، الگزنڈر کے بازو سے لگا ہوا اسکے کان میں شبہات اور تذبذب کا افسوں پھونک رہا تھا لیکن یونانی بطریق کا قتل کیا جانا ایک ایسا ہیبت ناک جرم تھا کہ روس اسکو کسی طرح سے رفت وگزشت نہیں کرسکتا تھا۔

**روس ٹرکی سے تمام سیاسی تعلقات منقطع کرتا ہے**

روسی سفیر معہ اپنے عملے کے قسطنطنیہ سے واپس بلا لیا گیا لیکن "آخری کلام" اعلان جنگ میں اس شکست وریخت کا جو سبب ظاہر کیا گیا تھا اسمیں بہ نسبت کلیسائی شکایت کے یا یونانی مظالم کے، زیادہ حصہ اُن شکایات سے پُر تھا، جہاں روس کے اُن حقوق کا ذکر کیا گیا تھا جو عہد ناجات کی رو سے اسے حاصل تھے لیکن وہ تلف کر دیئے گئے تھے، میٹرنخ اور اسکے مثل اور لوگ جو کسی قیمت پر صلح وامن کے خواہاں تھے، اس بات کی توقع کرنے میں حق بجانب تھے کہ جس جنگ کا خدشہ تھا اسکا اب بھی سدباب ہوسکتا ہے۔

آسٹریا اور انگلینڈ کے سلسلہ جنبانی کرنے سے بابعالی نے بادلِ ناخواستہ جو مراعات منظور کیئے اُن سے امن قائم رہا لیکن وہ بھی محض چند دنوں کے لیئے۔ روس نے بابعالی سے اسوقت تک پورے سیاسی تعلقات کا قائم کرنا گوارا نہ کیا جب تک کہ قتل وخونریزی کا سلسلہ بالکل بند نہ کر دیا جائے لیکن اسکی امید نہ تھی کہ ایسا ہوکر رہے گا۔ گریگوریوس کی وفات کو ایک سال کی مدت ہوگئی، لیکن قتل وخونریزی کی گرم بازاری اسوقت جاکر ختم ہوتی ہے جب جزیرہ خیوس کی جانگسل خونریزی کا حادثہ وقوع پذیر ہوا، یہ واقعہ اپریل سنہ ۱۸۲۲ء کا ہے، اس سے مجمع الجزائر کی سب سے زیادہ آسودہ حال اور امن پسند آبادی بالکل فنا ہوگئی۔ جس اندھادھند طریقے سے اس جرم کا ارتکاب ہوا تھا، اس سے یورپ کی تمام آبادی کا لب ولہجہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، انکے جوش انتقام کی اب کوئی انتہا نہ تھی۔ اور ۱۸ جون کی شب میں جب

کنارلس نے ایک ایسے آتشی جہاز کو ترکی بیڑے کے بیچوں بیچ لیجا کر امیر البحر کے علم بردار جہاز کو معہ تین ہزار متنفسوں کے جو اس پر سوار تھے نذر آتش کر دیا تو تمام عیسائی دنیا نے اس اہتمم بالشان مہم کو ایک نمایاں فتح سمجھکر نعرۂ تہنیت بلند کیا۔ اس زمانے میں خود انگلستان میں بھی، رعایا کی آواز، حکومت پر ایک حد تک بالواسطہ اثر ڈالتی تھی، سیاست خارجہ کا دار و مدار کابینہ وزارت پر تھا اور یونانیوں کی قسمت نے جیسا کچھ پلٹا کھایا اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ یورپ کا ضمیر بیدار ہو گیا تھا بلکہ جارج کیننگ کے قلمدان وزارت سنبھالنے پر انگلستان کی سیاسیات میں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ (۱۴۲)

**کیننگ اور مسئلۂ یونان** کیننگ ایک عیسائی اور (روم و یونان کی) قدیم اور تہذیب و تمدن کا پرستار ہونے کی حیثیت سے یونانیوں سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اسمیں توشک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ لیکن اس قسم کا کوئی غلو آمیز گمان کہ اسکی ''یونان پرستی'' یا اسکے مذہبی حسن ظن یا سوء ظن نے اسکے اُس رویہ پر اثر ڈالا جو اُس نے مسئلہ مشرقی کی طرف سے اختیار کر رکھا تھا، محض ایک غلطی ہے۔ جیسا کہ اسپین کے معاملے میں دیکھا جا چکا ہے، اس مسئلے میں بھی اسکا رویہ نہایت واضح اور روشن طریقے سے اُن اغراض و مقاصد سے وابستہ تھا۔ جنمیں انگلستان کی صلاح و فلاح مضمر تھی۔ اسکا مقولہ تھا '' ہر قوم اپنے لیئے اور خدا سب کے لیئے!'' اسکا خیال تھا کہ انگلستان کی فلاح، صلح اور عافیت کی مقتضی ہے اور حسب روایات قدیم، اسکی بہبودی اسی میں ہے کہ روس کی درازدستیوں کے خلاف ٹرکی کا سدرویئن محفوظ رکھا جائے اس لیئے اسکا پہلا مقصد تو یہ تھا کہ بابعالی اور روس کو آپسمیں دست و گریباں کرا دے تاکہ موخرالذکر کو لڑائی مول لینے کا کوئی حیلہ نہ مل سکے، دوسرا مقصد یہ تھا، کہ اس طرح سے وہ حکومت عثمانیہ اور باغی یونانی رعایا میں کچھ اس قسم کا من سمجھوتا کرا دے کہ موخرالذکر پر پھر کسی قسم کے مظالم نہ توڑے جا سکیں اور سلطان المعظم کی سلطنت بھی کہیں سے ہلنے نہ پائے۔ کیننگ اپنے اصول عدم مداخلت پر نہایت

صداقت کے ساتھ قائم رہا اور ابتدا ہی سے نہایت سختی کے ساتھ اس بات سے انکار کرتا رہا کہ اس "ہولناک جنگ" کو روکدینے کے لیئے دول یورپ پر کسی قسم کی پابندی عائد ہوتی تھی، وہ میٹرنخ کے اس خیال سے متفق تھا کہ اس مداخلت سے جسمیں بین الاقوامی آتش زدگی کا خدشہ ہے، جو زیر باری ہوگی وہ اس آفت سے کہیں زیادہ خطیر ہوگی جسکی مدافعت کی ذمہ داری اس نے اپنے سر لی ہے۔ اس طرح سے گویا محض برطانوی اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھکر بابعالی پر سیاسی دباؤ ڈالا گیا تھا، تاکہ ایک طرف تو روس کے حق بجانب مطالبات پورے کردیئے جائیں اور دوسری طرف باغیوں کے ساتھ اعتدال و آشتی کا سلوک روا رکھکر شمالی طاقتوں کے جوش و غضب کو فرو کردیا جائے۔ لارڈ اسٹرینگ فورڈ کی مساعی جسکی تائید آسٹروی وکیل متعینہ قسطنطنیہ نے کی، وزارت عثمانیہ کو اس بات کی ترغیب دینے میں کامیاب ہوئیں کہ روس کے ساتھ جو مناقشہ تھا اسکی زیادہ اہم دفعات منظور کرلیجائیں۔ مثلاً یہ کہ ریاستہائے ڈینیوب جن پر ہیسلانٹی کی بغاوت کو فنا کردینے کے بعد ترکی افواج نے قبضہ کرلیا تھا اور جن کو اُنھوں نے بالکل تباہ اور برباد کردیا تھا، بالکل خالی کردیئے جائیں اور باسفورس میں روسی علم کو مطلوبہ حقوق عطا کیئے جائیں لیکن بابعالی کی ضد اور تمکنت نے تصفیئے میں وہ طوالت پیدا کردی کہ جب یہ شرائط کسی طرح سے طے ہوئیں تو حالات اتنے بدل گئے تھے کہ یہ رعایتیں اُن مقاصد کے حاصل کرنے کے لیئے ناکافی ثابت ہوئیں جو مدنظر تھیں[۱] (۱۴۳)

**انگلستان یونانی جھنڈے کی حیثیت باضابطہ تسلیم کرتا ہے**

اس تبدیلی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ۲۵ مارچ ۱۸۲۳ء کو حکومت برطانیہ نے یونانیوں کو محاربین جنگ میں تسلیم کرلیا۔ کیننگ کے دیگر اصولات سیاسی

[۱] لارڈ اسٹرانگفورڈ کی گفت و شنید کے لیئے ملاحظہ ہو مراسلات ولنگٹن جلد ۳ - ۷۰ ۴۸ ہدایات بہ اسٹرانگفورڈ" ولہ جلد ۱ صہ ۵۹۸ تا ۶۰۴

کی طرح یہ مسئلہ بھی بالکل انگلستان کے مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انجام پذیر ہوا، گو کیننگ کو اس بات کی بھی مسرت تھی کہ اس طور پر یونانی مقاصد بھی سرسبز ہوتے تھے[۵۰] یونانیوں کو محاربین میں شمار کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک ایسی آبادی جو دس لاکھ نفوس پر مشتمل تھی محض بحری ڈاکوؤں میں شمار نہیں کیجا سکتی تھی اور ایک ایسے محاربے کو جسکی ابتدا میں طرفین سے نہایت نفرت انگیز وحشیانہ مظالم سرزد ہوئے تھے تہذیب اور تمدن کے حلقے میں جگہ دینا بھی ناممکنات سے تھا[۵۱] لیکن ضروریات کچھ ہی رہی ہوں جن کی بنا پر یہ باتیں عمل میں آئیں، یہ سب کچھ ایک حد تک یورپ کے مجموعی اقتدار و اختیار کے خلاف ایک نیا چیلنج تھا۔ اور دوسری حکومتیں ٹھیک طور پر اس بات کی تہ تک پہنچ گئی تھیں کہ مشرق میں انگلستان نے اپنے ہی قوت بازو کے لئے یہ سارے گل کھلائے ہیں۔ الگزنڈر پر ایک دفعہ پھر جمود کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ برطانوی حکومت نے ہمیشہ اس کے خلاف نہایت سختی کے ساتھ آواز بلند کی کہ روس کو مشرقی عیسائیوں کے تحفظ کا کوئی مخصوص حق حاصل تھا۔[۵۲] کیا تعجب اگر وہ الگزنڈر کی ان پابندیوں سے جو اس پر محالفۂ مقدس کی طرف سے عائد ہوتی تھیں فائدہ اٹھا کر چپکے چپکے بڑھتا چلا جاتا اور روس کو یکدم پس پشت ڈال کر سامنے منودار (۱۴۴)
ہوتا اور اپنے آپ کو یونانیوں کا مربی اور مخصوص محافظ مشہور کر دیتا متحدہ مداخلت کا سوال ایک دفعہ پھر معرض بحث میں آیا تاکہ کسی انفرادی مداخلت کی پیش بندی ہو سکے۔ اکتوبر ۱۸۲۳ء میں یہ تمام باتیں مابین شہنشاہ الگزنڈر و شہنشاہ فرانسس چرنوتز ( Czernowitz ) میں تصفیہ کے لئے معرض بحث میں آئیں یہ بات فوراً ظاہر ہو گئی کہ محالفۂ عظیم رفتہ رفتہ اپنے مختلف عناصر میں ضم ہو رہا ہے۔

**انگریزی طرز عمل کا انجمن اتحاد یورپ پر اثر**

---

۵۱ ہدایات بہ اسٹرانگفورڈ "۔ ۵۳۴۔

۵۲ موازنہ کیجئے لنڈنڈری اور لیون کی گفتگو کا مارٹنس ۱۱ - ۳۲۶ -

انگلستان نے یونانی علم کی حیثیت تسلیم کرکے ایک ایسی بنیاد قائم کر دی تھی، جس پر گفت و شنید کرنا ناگزیر ہو گیا تھا کیونکہ ان باغیوں کو حق بجانب حکومت کے خلاف محض ادنےٰ قسم کے باغیوں میں شمار کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ استبدادی حکومتیں اب عجیب خلفشار میں پڑ گئی تھیں یونانیوں کی استقامت اور پامردی سے میٹرنخ کی اس کوشش کو کہ کسی طرح یہ جنگ بالکل الگ تھلگ کر دی جائے ناکامی ہوئی، اور یہی نہیں بلکہ برطانوی حکومت کے طرز عمل نے تو اسے "دائرۂ تمدن کے اندر" داخل کر دیا۔ اب یورپ کی صلاح اور مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے دول یورپ کے لئے مداخلت ناگزیر ہو گئی لیکن سوال یہ تھا کہ آخر اس مداخلت کی نوعیت کیا ہونی چاہئیے اور کونسا مقصد اس کے پیش نظر ہونا چاہئیے۔ یہ توضیح بھی ناممکن تھا کہ ترکوں کی بغاوت تہس نہس کر دینے کے لئے کسی قسم کی امداد دی جاتی خواہ الگزنڈر خود اپنی رعایا کے جذبات کا مخالف کیوں نہ ہوتا۔ اور دوسری طرف باغیوں کی حمایت کرنیکے یہ معنی تھے کہ ہر وہ اصول جو ابتک مجالسۂ یورپ ہر طرز عمل کا ذمہ دار رہا محض دروغ بافیوں کے سلسلۂ دراز کی ایک کڑی تھا کیننگ نہایت دلچسپی کے ساتھ جذبۂ جزریت (تنگ نظری) سے مسحور اتحاد عظیم کے ان مدبرین اور سیاسیئین کو دیکھ رہا تھا جو سیاست کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور نکل نہیں سکتے تھے۔

الگزنڈر خود اب اورنگ نشینان روس کی روایتی پالیسی کی جانب مائل ہو رہا تھا اور سینٹ پیٹرسبرگ میں جو جماعت جنگ کے موافق تھی لیکن کاپو دستریاس کے سال معزولی (۱۸۲۲ء) سے ابتک قعر گمنامی میں پڑی ہوئی تھی، اُس نے ایک دفعہ پھر کروٹ لی، ٹرکی کی مراعات کی
خبر جب چرنووتنز (Czernowitz) میں پہنچی تو شاہنشاہ کی ناراضی ١٨٥
ایک حد تک فرو ہو گئی اور مینشیا کی روسی ایجنٹ کی حیثیت سے قسطنطنیہ یہ دیکھنے کے لئے بھیجا گیا کہ جدید عہد ناموں پر کس طرح عمل درآمد ہوتا ہے اور اس کی شرائط کس طور پر انجام پاتی ہیں۔ لیکن یہ بات اسی وقت ظاہر

کر دی گئی تھی کہ بابعالی اور حکومت روس میں مکمل سیاسی تعلقات از سر نو اسی وقت قائم ہو سکیں گے جب دیگر مطالبات بھی تکمیل کو پہنچا دیئے جائیں گے لیکن چرنووٹز ( Czernowitz ) چھوڑنے سے پہلے ہی الگزنڈر کے دل میں جو خیالات جاگزیں تھے وہ ظاہر ہو گئے ۔ وہاں اس نے یہ تحریک پیش

الگزنڈر اول متحدہ مداخلت اور تین خود مختار یونانی ریاستوں کے قیام کی تحریک پیش کرتا ہے

کی کہ سینٹ پیٹرسبرگ میں دول یورپ کی ایک کانفرنس منعقد کیجائے جس میں ٹرکی میں متحدہ مداخلت کے سوال پر غور کیا جائے اور وہ بھی اس بنا پر کہ یونان اور مجمع الجزائر کو تین مخصوص ریاستوں میں منقسم کر دیا جائے جو مجالسۂ یورپ کی ضمانت میں سلطان کے زیر نگین ہوں گی [1] یہ تحریک حسب مناظہ جنوری ۱۸۲۴ء کے ایک گشتی مراسلے میں پیش کی گئی جس میں یہ بات ظاہر کی گئی تھی کہ شاہی حکومت کا متحدہ مداخلت کے مسئلے کو عملی جامہ پہنانا اسکی بے لوثی کا بہترین ثبوت ہے [2] اس خیال کا موید نہ میٹرنخ تھا اور نہ کیننگ ! اول الذکر اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ جزیرہ نمائے بلقان کے جنوب میں ایسی باجگزار ریاستیں قائم کر دی جائیں جو ریاستہائے ڈینیوب کے نمونے پر ہوں اور جنکے متعلق عام خیال اسوقت یہ تھا کہ اگر یہ روس کے سایۂ عاطفت میں نہ ہوں گی تو کم سے کم ان پر اسکا اثر و اقتدار تو ضرور ہی غالب رہے گا ۔ زار کی اس بازیگری کا جواب اس نے ایک نہایت سنسنی خیز جوابی چال سے دیا ۔ اس نے یہ تحریک پیش کی کہ گفت و شنید کا سلسلہ تو ضرور شروع کیا جائے لیکن اس بنا پر کہ یونان کو کامل خود مختاری تفویض کر دی جائے ! رہا کیننگ اس نے اس بنا پر کانفرنس میں شریک ہونے سے انکار کیا کہ روس و آسٹریا کے متصادم اغراض و مقاصد کے درمیان حاجب بننا گوارا نہ تھا ۔

[1] پروکش اوسٹن : یونان کی سلطنت عثمانیہ سے علیحدگی ۱، ۲۴۳ ۔
[2] مارٹنس باب گیارہ صفحہ ۳۲۸ ۔

اُس نے کہا کہ اگر انگلستان علیحدہ کھڑا تماشا دیکھتا رہے تو اسکی حالت زیادہ محکم و استوار رہے گی۔[۵۱] البتہ اپریل میں اس نے اپنے خیالات اس قدر ضرور ترمیم کیئے کہ سر۔ سی بیگٹ کو اس کانفرنس میں شریک ہونے کی اجازت دیدی جسکے اجلاس اسوقت سینٹ پیٹرسبرگ میں ہو رہے تھے لیکن یہ شرط لگادی کہ ٹرکی پر کسی قسم کا جبر و تشدد روا نہ رکھا جائے اور حکومت روس اور بابعالی میں سیاسی تعلقات پھر قائم ہو جائیں۔[۵۲]

انگلستان کانفرنس میں شرکت سے انکار کرتا ہے

اسٹریٹ فورڈ کیننگ جولائی میں سینٹ پیٹرسبرگ بھیجا گیا لیکن نومبر میں حکومت عثمانیہ کی اظہار ناراضی اور یونانیوں کے اس بات کے نامنظور کردینے سے کہ کانفرنس کے فیصلے اسکے لیئے واجب التعمیل ہوں گے کیننگ نے کانفرنس کے مباحث میں حصہ لینے سے انکار کردیا۔ اس طور پر وہ رشتہ جس سے انگلستان، اتحاد برّاعظم سے وابستہ تھا ٹوٹ گیا۔ ۱۴۶

جب جنوری ۱۸۲۴ء کی روسے گشتی مراسلے پر بحث کا آغاز ہوا، بیگٹ نے علیحدگی اختیار کی اور الگزنڈر نے اس بات کا اعلان کیا کہ اس مسئلے پر ہر قسم کی گفت و شنید انگلستان سے منقطع ہوتی ہے!

اس طور پر ایک حد تک روس اور آسٹریا آمنے سامنے آگئے تھے اور یہ بات فوراً ظاہر ہو گئی کہ فریقین میں اختلاف آرا کی بناء پر مشارکت باہمی ناممکن ہوگئی ہے۔ اس لیئے کسی موثر طریقِ کار پر عمل پیرا ہونا خارج از بحث تھا۔ ۱۸۲۵ء کی ابتدا میں میٹرنخ رواروی میں پیرس پہنچا اور چارلس دہم کو اپنا ہم خیال بنالیا، اور "آسٹروی سفیر" کے توسل سے اس نے اس بات کا اعلان کیا دربار وائنا دو شرائط میں سے صرف ایک کو تسلیم کرسکتا تھا۔ یعنی یا تو یونان بالکل محکوم کردیا جائے یا پھر اسے مکمل خودمختاری دیدیجائے۔ محکوم ریاستوں کے جمہرٹ کو

میٹرنخ کا رویہ

[۵۱] کیننگ بہ گرینول۔ "جارج کیننگ اور اس کا عہد" ۴۵۹۔
[۵۲] ہارٹنس باب ۱۱۔ ۲، ۳، موازنہ ہو مراسلات ولنگٹن باب دوم ۱۹۷۔

وہ بالکل گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ اور خود روس اس خیال کا مخالف تھا کہ
ایک زبردست یونانی ریاست معرض وجود میں لائی جائے، کیونکہ اسے اندیشہ
تھا کہ شاید اس طرح خود اس کا اثر زائل ہونے لگے۔ اس لیئے اس تمام
کانفرنس کا نتیجہ صرف یہ ہو کر رہا۔ ۱۳ مارچ کو بابعالی کی خدمت میں تمام حکومتوں
کی طرف سے ایک متحدہ یادداشت اس مضمون کی پیش کی گئی کہ انھیں یونان
کے مسئلے کو سلجھانے کے لیئے بیچ میں پڑنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے
کہنے کی توچنداں ضرورت نہیں ہے کہ چونکہ اس میں جبر و استبداد کی کوئی
دھمکی نہیں دی گئی تھی، اس لیئے حکومت عثمانیہ نے نہایت چین بہ جبیں ہو کر
اس تحریک کو مسترد کردیا۔

## معاملات یونان میں محمد علی والیٔ مصر کی مداخلت فروری ۱۸۲۵ء

یونان کے مسئلے پر کچھ دنوں تک تو
لندن اور سینٹ پیٹرسبرگ کے
کابینہ وزارت میں خاموشی چھائی رہی
اور ہر ایک فریق اس ساعت کا انتظار کر رہا تھا جبکہ دوسرا فریق مشتبہ ہو کر گفت و شنید
کے آغاز کرنے کی آرزو کرے، کیننگ اسکا پہلا شکار ہوا۔ مشرق کے
معاملات کچھ ایسی نازک حالت اختیار کرچکے تھے کہ دول یورپ اب ان
باتوں کو لاپروائی او استغنا کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ۱۸۲۴ء کے
دوران میں جب سلطان محمود نے یہ محسوس کیا کہ وہ بغیر امداد غیرے خود اپنی
افواج سے بغاوت کو فرد نہیں کرسکتا تو اس نے اپنے فرق تمکنت کو ۱۴۷
خم کردینے ہی میں فلاح دیکھی اور اپنے محکوم باجگزار حکمران محمد علی والیٔ مصر
سے امداد کا طلب گار ہوا۔ موخر الذکر کو یورپ کی افواج کا انضباط اور انتظام
دیکھنے کا موقع اس معرکے میں ہوا تھا جو نپولین اور مملوکوں میں پیش آیا تھا،
اس لیئے اس نے رفتہ رفتہ ایک نہایت باقاعدہ فوج اور کارآمد جنگی بیڑا
تیار کرلیا تھا اور اس نے اب ان دونوں کو بہ طیب خاطر سلطان کی خدمت
میں پیش کردیا اور معاوضے میں اسکا وعدہ لے لیا کہ اُسے کریٹ کی حکمرانی
اور شام کی صوبہ داری تفویض کردی جائے گی اور شاید موریا کا قرعۂ فال بھی

اُسی کے لڑکے ابراہیم کے نام نکل آتا۔ یونانیوں کو ترکوں کی بیقاعدہ فوج پر ابتک جس آسانی سے فتوحات حاصل ہوتی رہیں، اسکی وجہ سے اُن کو اس خطرے کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو سکا، جو اَب رونما ہونے والا تھا، اُس خطرے سے محفوظ رہنے کی صرف یہ صورت تھی کہ وہ سمندر پر پورے طور سے قابض رہتے۔ اور چونکہ وہ فنِ جہاز رانی میں طاق اور اُن کے ہلکے پھلکے جہاز نہایت سریع السیر تھے۔ اس لیئے یہ ممکنات سے بھی تھا، لیکن باوجود اسکے کہ ابتدا میں ان کو چند چھوٹی چھوٹی فتوحات حاصل ہوئیں، انھوں نے غفلت سے کام لیا اور ترکی بیڑے کو مجمع الجزائر میں داخل ہو جانے دیا۔ سنہ ۱۸۲۴ئہ میں ابراہیم نے جسکو محمد علی نے اس مہم کا امیر لشکر بناکر بھیجا تھا۔ اپنا مرکز کریٹ میں قائم کردیا، جہاں سے، یونان کی اصلی سرزمین اسکی جولانگاہ بن گئی۔ ۲۴ فروری سنہ ۱۸۲۵ئہ کو وہ ۴ ہزار باقاعدہ پیدل فوج اور پانچہزار سواروں کے ساتھ موودن میں اتر پڑا جو موریا کا انتہائی جنوبی گوشہ تھا۔

**ابراہیم موریا میں فروری سنہ ۱۸۲۵ئہ**

اس لمحے سے لڑائی کا بالکل رخ بدل گیا، وہ یونانی جو عثمانی لشکر کی بیقاعدہ افواج سے کامیابی کے ساتھ گرم پیکار ہو سکتے تھے ابراہیم کی باضابطہ فوج "فلاّحین" کے سامنے بالکل نہ ٹھیر سکے۔ قبل ختتام سال باوجود چند متفرق لیکن خوق العادت جانبازیوں کے تمام پیلپونیز، باستثنائے چند مضبوط مقامات کے، حملہ آور کے چشم کرم و رحم کا محتاج ہو گیا۔ جنکے (حملہ آوروں) متعلق کہا یہ جاتا ہے کہ اسکا ارادہ تمام یونانی آبادی کو بدر کر دینے اور انکی جگہ پر مسلمان حبشیوں اور عربوں کے آباد کرنے کا تھا۔ اب صرف میسولونگھی کے خام مورچوں کے جانباز محافظین، جنھیں ترکوں نے رشید پاشا کی سرکردگی میں، بُری طرح دبا رکھا تھا یونانی نسل اور انکی بربادی اور تباہی کے درمیان حدفاصل تھے۔ موریا میں کام ختم کرکے ابراہیم اپنی منجھی ہوئی فوج لئے ہوئے شمال کی طرف بڑھ کر اس کام کو ختم کرنے والا تھا جسے رشید پورا نہ کرسکا تھا۔

**انگلستان روس کے ساتھ متحدہ مداخلت کیلئے گفت وشنید کرتا ہے**

ان حالات کے ماتحت ۱۸۲۵ء کے موسم گرما میں اسٹریٹ فورڈ کیننگ جدید سفیر متعینہ سینٹ پیٹرسبرگ کو اس بات کا اختیار دیا گیا کہ وہ دول یورپ کی متحدہ مداخلت کے لیئے زار سے سلسلہ جنبانی کرے، لیکن اب بھی وہی قدیم شرط قائم رکھی گئی تھی، یعنی ٹرکی پر جبر و تشدد روا نہ رکھا جائے [۱] اس تمام صلاح ومشورے کے باوجود روس نے اپنی سیاسی مہر سکوت کو توڑنا مصلحت نہ سمجھا اور اس طریقے سے وہ چاہتا تھا کہ انگلستان کو اس بات کا اندیشہ پیدا ہو جائے کہ روس یکہ و تنہا اس معاملے کا تصفیہ کرنا چاہتا تھا اور پھر اسکا اس دام میں پھنس جانا متیقن ہو جائے گا۔ لیکن اب وہ دن گزر چکے تھے جب محض مداخلت کی آمادگی یا "یادداشتوں" سے کام چل سکتا۔ اگر دول یورپ کو مداخلت منظور تھی تو پھر انکو اسوقت تک اپنے افعال پر کاربند رہنا پڑے گا جب تک کہ گوہر مقصود حاصل نہ ہو جائے۔ زار کی نقل وحرکت سے یہ بات اخذ کیجانے لگی تھی کہ بس آج کی شام اس طلوع سحر کی منتظر ہے جسکے دامن میں جنگ روم و روس کے پہلے شرارے بکھرنے والے ہیں۔ روس کے جنوبی ممالک میں، جو باسفورس کے سدباب کر دینے سے بے حد نقصان اٹھا چکے تھے، ایک نہایت زبردست فوج رفتہ رفتہ مجتمع ہو رہی تھی۔ ۱۸ اگست کو زار نے مشرقی مسئلے کو طے کرنے کے لیئے زمام دست خاص میں لے لینے کا اعلان کر دیا اور فوراً ہی جنوبی روس کے اضلاع میں دورہ کرنے چلا گیا۔ کیننگ نے خیال کیا کہ الگزنڈر پر کچھ تو "مراقی کیفیت طاری ہوئی ہوگی" اور کچھ میٹرنخ نے جل دیا ہوگا اور یہی سبب اسکا لڑائی پر آمادگی کا تھا۔ کیننگ نے اب اس خیال سے کہ روس تن تنہا جنگ کے لیئے تیار ہو گیا تھا، آگے بڑھنے کی

[۱] مارٹنس، گیارہ صفحہ ۳۴۳ وغیرہ

آمادگی ظاہر کی ہے[1] اب اس نے پرنس لیون سے گفت وشنید کا سلسلہ اس بنا پر شروع کیا کہ انگلستان اور روس میں ایک علیحدہ سمجھوتا ہوگا، آسٹریا کی ناوفاداری فرانس کی بے اعتباری پروشیا کی گمنامی ایسے اسباب تھے جنکی بنا پر یہ حکومتیں اتحادیوں کے زمرے میں رکھے جانے کے قابل نہ تھیں، لیکن برطانیۂ عظمیٰ اور روس کے درمیان من سمجھوتا ہونے کے لیئے "دروازے کھلے ہوے تھے"۔ لیون نے لکھا "اب کام کرنیکا وقت آگیا ہے کیننگ اور میں دونوں جادۂ اعتبار و اعتقاد پر دوش بدوش گام فرسا ہیں"۔

**الگزنڈر کی وفات یکم دسمبر ۱۸۲۵ء**

لیکن الگزنڈر کی غیر متوقع وفات سے جو ٹگانروک میں یکم دسمبر ۱۸۲۵ء کو واقع ہوئی گفت وشنید کا سلسلہ یک بیک رُک گیا۔ کچھ دنوں تک تو جانشینی کا مسئلہ غیر متیقن رہا اسکی وجہ سے سیاسی اندازہ پیمائی، ناممکنات سے ہوگئی تھی۔ بالآخر جانشینی قسطنطین کو تفویض ہوئی جس کی سیرت اسکے 149
بھائی الگزنڈر کی سیرت سے نمایاں طور پر مختلف تھی۔ میٹرنخ نے لکھا تھا کہ "اگر روس کی تاریخ اس مقام سے نہیں شروع ہوتی ہے جہاں اسکی "داستان" ختم ہوتی ہے تو مجھ کو قطعی مغالطہ ہوا ہے" تو اسکے یہ معنی ہیں کہ میں خود اپنے آپ کو مغالطے میں رکھنا چاہتا ہوں[2]"۔ یہ بالکل ٹھیک تھا لیکن ان معنوں میں نہیں جنہیں اسکے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا گیا تھا کیونکہ قسطنطین اپنے پیدائشی حق سے اپنے بھائی کے زمانۂ حکومت ہی میں دست بردار ہوگیا تھا۔ وہ خود اسکے حکم کے موافق عمل پیرا ہونا چاہتا تھا لیکن اگر گرینڈ ڈیوک نکولس نے فوج کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ قسطنطین کو زار روس تسلیم کرکے اس کی وفاداری کا حلف اٹھائے تو

[1] کیننگ بہ ولنگٹن (مراسلات جلد سوم صفحہ ۸۵)
[2] میٹرنخ جلد چہارم صفحہ ۲۶۱۔

اسکی وجہ یہ تھی کہ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر اسکا بھائی (قسطنطین) بہ اقرار صالح اور نہایت واضح طریقے سے اپنی دست برداری کا اعلان نہ کرے گا اور اس دوران میں وہ خود (نکولس) تاج و نگین کا مالک بن بیٹھا تو پھر انجام اچھا نہ ہوگا اس نسل کے لیئے انجام نہایت مہلک ثابت ہوا۔ ابھی فوج نے بہ مشکل قسطنطین کے لیئے حلف اٹھایا تھا کہ اُسے نکولس کی وفاداری میں حلف اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ یہ موقع اس شورش کے اکسانے میں معین ہوا جو فوج میں عالمگیر تھی۔ ۲۴/ دسمبر (طریق قدیم) کو سینٹ پیٹرسبرگ میں دو پلٹنوں نے قسطنطین کی رفاقت کا اعلان کیا، دوسری متزلزل تھیں۔ اور اگر لیڈروں نے کچھ بھی استقلال اور عزم کو راہ دی ہوتی تو پھر انکے آگے کوئی نہیں ٹھیر سکتا تھا لیکن اُنھوں نے اُس فوج پر حملہ کرنے میں تامل کیا جسکے متعلق اُن کو یقین تھا کہ وہ خود اُنسے آکر ملجائے گی۔ لیکن نکولس کا اپنے جذبۂ تنفر کو مغلوب کر کے، ارادے کو عمل کا جامہ پہنانا ہی تھا کہ وہ ہی ایک گراب میں تمام باغی منتشر ہوگئے۔[۵] لیکن کہاں تو زار کی تخت نشینی سے یہ توقع تھی کہ

**نکولس اول**

لڑائی کے خدشات رفع ہو جائیں گے، کہاں وہ اور زیادہ تشویشناک ہو گئے۔ الگزنڈر زندگی سے عاری آچکا تھا اور اسکی زندگی کے مختلف نصب العین اس طرح زیر زبر ہو چکے تھے کہ پھر وہ کسی اولوالعزمانہ مہم کا سودا مول لینا ہی نہیں چاہتا تھا، کوئی معمولی سے معمولی چیز بھی اب اسکی رزم آرائیوں کے راستے میں حائل ہوسکتی تھی لیکن الگزنڈر اور نکولس میں وہی مناسبت تھی جو موم اور فولاد میں ہوتی ہے نکولس تو گویا جبروتیت کا مجسمہ اور روس کی شان تقدس کا مظہر تھا اور گو اس نے دنیا کے سامنے یہی اعلان کیا کہ وہ اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلے گا لیکن اسکے صرف یہ معنی تھے کہ وہ محالفۂ مقدس کا اس لیئے

[۵] اس حکایت کے اصلی واقعات پہلے پہل شیمین کے "ملک روس زیر نکولس اول" جلد دوم ۱۹۰۸ء میں بیان کیے گئے ہیں۔

حامی تھا کہ اس کے ذریعہ سے وہ حق بجانب حکومتوں کو مستحکم اور استوار کر سکے گا۔ اب رہے مشرق کے مسائل اس کے متعلق پھر یہ طے ہوا کہ "یہ سب روس کے خانگی معاملات سے تعلق رکھتے تھے،" اور حکومت عثمانیہ کی طرف اسکا وہی رویہ ہوگا جو پطرس اعظم اور کیتھرین کی روایات کی ترجمانی کر سکے ۱۵۰

برطانوی مدبرین کے نزدیک، عثمانی حکومت اس سے زیادہ خطرے کی حالت میں کبھی نہ تھی۔ سرحد کے قریب ایک نہایت زبردست فوج جمع ہو رہی تھی۔ ایک نوجوان، جفاکش اور منچلا، مطلق العنان حاکم شاہان روس کے ایک جانشین کی حیثیت سے سریر آرائے سلطنت روس تھا اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ سینٹ پیٹرسبرگ میں جو بغاوت پھوٹ چکی تھی اسکا اقتضاء یہ تھا کہ فوج کی انتظامی اور اخلاقی حالت درست کرنے کے لیئے، جو بار بار توقعات کے قائم ہونے اور پھر مٹ جانے سے ایک غیر منتظم حالت میں ہو گئی تھی، لڑائی چھیڑ دی جائے اس لیئے اب کیننگ نے اس خیال سے کہ روس کا جو رویہ تنہا طور پر مداخلت کرنے کا تھا اسکی داغ بیل پہلے ہی سے ڈالی جا سکے اپنے پرانے ارادے پر از سر نو عمل درآمد کرنا شروع کر دیا اور دونوں حکومتوں کے مابین ایک خفیہ معاہدے کی بنیاد ڈالدی جو الگزنڈر کی وفات سے معرض تعویق میں پڑ گئی تھی تھی۔ اس راستے میں صرف ایک رکاوٹ تھی جو اب دور ہو گئی تھی۔ کانفرنس منعقدۂ سینٹ پیٹرسبرگ میں کیننگ نے اس سبب سے شرکت نہیں کی تھی کہ یونانیوں نے اپنے کو اسکے فیصلوں کا پابند نہیں بنایا تھا۔ لیکن اسی دوران میں ابراہیم کے مظالم نے یونانی لیڈروں کی امنگوں کو پامال کر ڈالا اور جولائی میں تو معاملات یہانتک پہنچ گئے کہ انھوں نے اپنے آپ کو برطانوی سایۂ عاطفت میں دیدینے کی باضابطہ درخواست دیدی تھی۔

---

۱۵۰ موازنہ کیجئے، کیننگ بہ ولنگٹن (مراسلات، جلد سوم،) ۸۶ و ۹۰

لیکن اُنکی یہ عرضداشت مسترد کردی گئی، مگر اسٹریٹ فورڈ کیننگ
جو اب سینٹ پیٹرسبرگ میں سفیر کی حیثیت سے مقیم تھا، جنوری ۱۸۲۶ء

**کانفرنس منعقدہ پیری دویلا کیا جنوری ۱۸۲۶ء**

میں ہیڈرا سے کچھ فاصلے پر جزیرۂ پیری و ویلا گیا
میں چند یونانی لیڈروں سے ملا اور ان سے
وہ شرائط معلوم کیئے جن پر وہ برطانوی سایۂ عاطفت
میں آنے پر راضی تھے اور جو قریب قریب وہی تھے جنھیں کسی وقت الگزنڈر نے
پیش کیا تھا۔ لیکن کانفرنسوں کا تنہا مخالف کیننگ تھا اور اس کی
مخالفت میں جو شدت تھی اس میں ابھی کسی قسم کی کمی نہیں واقع ہوئی تھی، مگر اب
اس نے پرنس لیون سے تحریک کی کہ یونانی معاملات میں مداخلت
کرنے کی غرض سے دونوں سلطنتوں میں، ایک جدید بنیاد پر گفت و شنید
کا آغاز ہونا چاہیئے، فروری ۱۸۲۶ء میں ولنگٹن ایک مخصوص

**ولنگٹن کا مشن سینٹ پیٹرسبرگ میں فروری ۱۸۲۶ء**

سفارت پر جدید زار کی اورنگ نشینی پر
ہدیۂ تہنیت پیش کرنے، دونوں ممالک کے
رابطۂ اتحاد اور موانست کو تقویت دینے اور 151
مسائل مشرقیہ میں متحدہ مداخلت کے شرائط طے کرنے کے لیئے سینٹ پیٹرسبرگ
روانہ کیا گیا[1] برطانوی شرائط سر آنکھوں پر رکھے گئے۔ زار خود
ایسے معاہدے کے لیئے تیار تھا جو ایک طرف تو اسکے اس ارادہ عمل
میں مخل نہیں ہوتا جو مسئلۂ زیر بحث کے سلسلے میں بابعالی سے متعلق تھا
اور دوسری طرف بظاہر برطانیۂ عظمیٰ کو اسکا ہم خیال بنجانے کا ذمہ دار
بنا دیتا تھا، اور پھر اس میں یہ فائدہ بھی تھا کہ اگر لڑائی چھڑ جاتی تو پھر برطانیہ
کی شرکت اور امداد نہ بھی اسکی غیر جانبداری تو متیقن ہو جاتی۔

**مضبطۂ سینٹ پیٹرسبرگ ۴ اپریل ۱۸۲۶ء**

اس طرح پر ۴ اپریل کو مضبطۂ سینٹ پیٹرسبرگ
پر دستخط ہوئی جسکی رو سے انگلستان، بابعالی سے

[1] ہدایات بہ کیننگ (مراسلات ولنگٹن جلد ۳ صفحہ ۸۵)

مسئلۂ یونان کے متعلق اس بنیاد پر گفت و شنید کرنا جو پیری (؟) ویلا کیا میں قائم کی جا چکی تھی۔ اور روس نے "ہر حالت میں" امداد دینے کا وعدہ کیا۔ اس آنے کے ذریعے سے یونان کو ایک محکوم اور باجگزار ریاست کی حیثیت تفویض ہونے والی تھی۔ ایک دوسری شرط کی رو سے یہ طے پایا کہ مداخلت کے لیئے جو آمادگی ظاہر کی گئی تھی اگر بابعالی نے اسے قبول نہ کیا تو پھر دستخط کنندہ حکومتوں کو چاہیئے کہ جہانتک جلد ممکن ہو سکے، علیحدہ علیحدہ یا متفقہ طور پر حسب منشاء مضبطۂ مذکور صلح کرلیں گے۔

بقول مؤرخ "اس کمزور اور تمسخر انگیز تصنیف" نے ایک عجیب و غریب صورت پیدا کردی، ولنگٹن جو فطرۃً سیاسی قطع و برید سے ناآشنا تھا نکولس کی سحر طرازیوں سے کچھ ایسا مسحور ہوا کہ عالم بےخبری میں روس کی ہر جنبش ابرو پر رخ بدلنے لگا، باوجودا سکے کہ اس نے بہت کچھ بابعالی کے خلاف زور لگایا لیکن حکومت روس نے بابعالی کو اعلان جنگ بھیج ہی دیا جسمیں روس کے مطالبات علیحدہ طور پر پیش کیئے گئے تھے

**روس کا اعلان جنگ**

یعنی عثمانی "پولس" ریاستہائے ڈینوب سے اٹھالی جائے اور بعض سروی وکلا کو رہا کر دیا جائے اور عثمانی "مختار کل" (جو معاہدے کے طے کرنے میں اپنی حکومت کی طرف سے سیاہ سپید کے مالک ہوں) سرحد پر آخری شرائط طے کرنے کے لیئے بھیجدیئے جائیں۔ ایسا ہونے پر بابعالی نے قدرۃً ان بالکل نئے مطالبات کو اس طور پر یک بیک پیش کرنے پر اظہار ناراضی کیا۔ آسٹریا کو اسکی مطلق ضرورت نہ تھی کہ وہ ترکی حکومت کو ان معاملات میں سختی کے ساتھ مخالفت کرنے کی ترغیب دیتا۔ محمود بعجلت تمام فوج کی ان اصلاحات کی طرف عملی توجہ کرنے پر تیار ہو گیا جو عرصے سے معرض ۱۵۲
تعویق میں تھیں۔ لیکن اس سلسلے میں جو مساعی عمل میں آئیں وہ خود ترکوں کے سر پر آسمان بنکر ٹوٹیں۔ ینی عسکریوں نے جنکے روایتی حقوق ان اصلاحات کی وجہ سے معرض خطر میں تھے ۱۵ جون کو علم بغاوت بلند کیا لیکن سلطان بھی

**ینی عسکریوں کا قتل جون سنہ ۱۸۲۶ء**

تیار تھا۔ اناطولیہ کی فوجوں نے جو اسی مقصد کے لیئے قسطنطنیہ میں جمع تھیں، انکا نرغہ کر لیا، اور انھیں انکی قیام گاہ تک بھگا دیا، اور وہاں ایک ایک کو چن کر قتل کر دیا۔ اس طرح سے محمود اس فوجی فرقے سے ایک ہی وار میں آزاد ہو گیا جس کی دراز دستیوں سے اس کے آباؤ اجداد و جدیوں پریشان رہ چکے تھے اور پھر بغیر کسی مزید رکاوٹ کے اصلاح کے انتظامات میں مشغول ہو گیا۔ لیکن اس فرقے کے تباہ ہو جانے سے خود سلطان کی فوجی طاقت کمزور ہو گئی لیکن باوجود اسکے کہ وہ زار کے جدید مطالبات پر اظہار ناراضی کر چکا تھا لیکن حسب ہدایات مندرجۂ اعلان جنگ وہ اپنے نمائندوں کو روسی نمائندوں سے ملنے کے لیئے عکرمان بھیجنے پر مجبور ہوا۔ یہاں پر ۷ اکتوبر سنہ ۱۸۲۶ء کو ایسے شرائط طے ہوئے جنکی رو سے ٹرکی نے روس کے ان تمام موجودہ مطالبات کو تسلیم کر لیا جو ریاستہائے

**معاہدۂ عکرمان ۷ اکتوبر سنہ ۱۸۲۶ء**

ڈینوب، و آبنائے میں جہاز رانی کے متعلق یا سرکیشیا کے چند قلعہ جات کے قبضے کے متعلق تھے[1] اب ایک دفعہ پھر بابعالی اور روس میں سیاسی تعلقات قائم ہو گئے تھے۔

اس دوران میں عام حالت بھی اعتدال پر آ گئی تھی روس اس بات کو کسی قدر مشتبہ ہو کر دیکھتا تھا کہ مضبطہ مرتبۂ ۴ اپریل پر عمل درآمد کرنے کے لیئے انگلستان کچھ زیادہ سرگرمی نہیں ظاہر کر رہا تھا دوسری طرف انگلستان کو روس کے اس رویئے سے شکایت تھی کہ مضبطے کے مضمون کو قبل از وقت دول یورپ پر ظاہر کر کے انگلستان کو اسکے منشاء کے خلاف عملی کارروائی پر مجبور کر رہا تھا۔ اگر بابعالی انگلستان کی علحدہ اور تنہا مداخلت کو منظور نہ کرتا تو اس صورت میں کیننگ کی خواہش تھی کہ مضبطے کو روک لینا چاہیئے۔ اور اب روس کو یہ شبہ ہونے لگا کہ

[1] ہارٹسلٹ جلد اول صفحہ ۱۳۱ ۔

اس تمام مدت میں انگریزی کابینہ وزارت محض اس کوشش میں سرگرم رہی کہ روس کی مسلح مداخلت کا روز بروز امروز فردا پر ٹلتا رہے۔ جون میں پرنس لیون کو اس بات کی ہدایت کی گئی کہ وہ انگریزی حکومت پر اسکے مقاصد اور ارادے کو دریافت کرنے کے لیئے زور ڈالے۔ ابراہیم کی یہ کوشش کہ موریا کو بالکل غیر آباد کر دیا جائے، کافی طور پر بدنام ہو چکی تھی پھر ان حالات کے ماتحت انگلستان کو کیا کرنا چاہیئے تھا[۱] انگریزی وزرا کے رویے کو دیکھتے ہوئے روس کے شبہات کو حق بجانب تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ولنگٹن نے اس امر سے انکار کیا کہ موریا کو غیر آباد کرنے کی نیت ثابت ہو چکی ہے۔ ۱۵۳
اس نے یہ ظاہر کیا کہ عافیت و آشتی منضبط کا سنگ بنیاد سیاسی تھا۔ جو انجام کار، زیادہ سے زیادہ مجالسئہ یورپ کی مداخلت کا متحمل ہو سکتا تھا اور برطانیہ عظمیٰ بجا طور پر اسکا مخالف تھا کہ مداخلت کے بارے میں بالجمال پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا جائے[۲] یورپ کے مختلف صدر اعظموں میں ایک قسم کی خستہ حال اور فرسودہ خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ میٹرنخ تھا کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا تھا برلن میں صرف وہی آوازیں گونجتی تھیں جو وائنا میں بلند ہوتی تھیں لیکن چارلس دہم البتہ بے دینوں کے خلاف جہاد کے لیئے تیار تھا[۳] ستمبر کے آغاز میں کیننگ نے خیال کیا کہ اب نہایت عافیت کے ساتھ ایک قدم آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ ۲۹ ستمبر کو اس نے روسی سفیر کو مطلع کیا کہ ان شرائط پر جو پہلے پیوویلا کیا میں طے ہوئے تھے، یونان کی ہنگامی گورنمنٹ نے برطانیہ عظمیٰ سے حسب ضابطہ، مداخلت کی درخواست کر دی ہے اور اس لیئے ان واقعات کی بنا پر صورت حال بالکل بدل گئی ہے، اور ہم ستمبر کو

**روس اور انگلستان اشتراک عمل پر راضی ہوتے ہیں**

---

[۱] مسئلہ منضبط ۴ اپریل ۱۸۲۶ء " مراسلات ولنگٹن باب سوم صفحہ ۳۵۸ مارٹنس جلد گیارہ صفحہ ۳۴۵ -
[۲] ایضاً باب سوم صفحہ ۳۶۲ -
[۳] واماسن بہ گرنیویل تتمہ نوٹ گیشس جلد ۷، صفحہ ۲۲۷ -

جو مراسلہ اس نے روسی گورنمنٹ کے پاس بھیجا اس میں اس نے یہ تحریک
پیش کی تھی کہ انگلستان کو چاہیئے کہ بابعالی پر یہ بات ظاہر کر دے کہ
تقاضائے انسانیت اور اغراض تجارت نے اس بات کو ناگزیر کر دیا ہے کہ
وہ یونانیوں کی خواہش کے مطابق اپنی گورنمنٹ کے ارادۂ مداخلت کو
معرض عمل میں لانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اور اسی سلسلے میں ۴ اپریل
والی یادداشت کا حوالہ بھی اس خیال سے دیدیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ
یہ تمام طرز عمل روس کے مقاصد کے عین مطابق تھا۔ اگر بابعالی نے
اس مداخلت کو شرف قبولیت نہ بخشا تو پھر دونوں حکومتوں کے سفیر قسطنطنیہ
سے واپس بلا لئے جائیں گے انکی کونسل یونان میں متعین کر دی جائے گی
اور شاید موریا اور جزائر ایجین کی آزادی (خود مختاری) بھی تسلیم کر لیجائیگی [۵۱]
زار نے اس تحریک کو کسی قدر ترمیم کے ساتھ اشتراک عمل کی بنیاد تسلیم
کر لی [۵۲] لیکن اس نے ساتھ ہی ساتھ یہ صلاح پیش کی کہ فی الحال التوائے ۱۵۴
جنگ کے لیئے اصرار کیا جائے تاکہ عیسائیوں کا بالکل وجود ہی نہ مٹ جائے
اور اس پر عمل درآمد کرنے کا بہترین طریقہ جس سے جنگ سے بھی دوچار
نہ ہونا پڑے وہ تھا جسے کیننگ نے پیش کیا تھا یعنی ابراہیم کے تمام
تعلقات جو انکے سامان رسد اور غلے کے مرکز مصر کے ساتھ تھے منقطع کر دیئے جائیں
اور اس طرح سے وہ موریا میں محصور کر لیا جائے۔ اور یہ صرف اس طور
سے ممکن تھا کہ ان تمام حکومتوں کے بیڑے متحد کر دیئے جائیں جو یونان کی
بغاوت فرو کرنے کے لیئے موجود تھے۔

۱۸۲۷ء میں ایک جدید تحریک اس امر کی شروع ہوئی کہ ان تمام
حکومتوں میں ایک قسم کا من سمجھوتا ہو جانا چاہیئے جو مسئلہ مشرق میں دلچسپی لیتی
تھیں۔ ۴ ستمبر کے مراسلے میں کیننگ نے یہ توقع ظاہر کی تھی کہ ۴ اپریل کے

---

[۵۱] اسٹیپلٹن جلد سوم صفحہ ۲۶۲۔ ہارٹس جلد گیارہ صفحہ ۲۴۶۔ مراسلات ولنگٹن جلد سوم صفحہ ۳۹۶
[۵۲] مراسلات ولنگٹن باب سوم صفحہ ۲۵۹ ۔

مضبطہ کی رو سے، اگر دوسری طاقتیں بھی آمادہ ہو جائیں تو پھر گویا بابعالی کی خدمت میں پانچ حکومتوں[1] کی جانب سے اپیل پیش کرنے کی پہلی مثال ہوگی۔ لیکن جو کانفرنس لنڈن میں منعقد ہوئی اس نے ان اختلافات کو اور زیادہ شدید بنا دیا جو محالفے میں تفرقے کے باعث ہوئے تھے آسٹریا اور پروشیا نے مداخلت کے خلاف اس بنا پر صدائے ناراضی بلند کی کہ اس سے اُن اغراض کو تقویت پہنچتی تھی جو انقلاب اور شورش سے تعلق رکھتے تھے۔ اسکے بعد ہی انھوں نے باضابطہ کانفرنس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اسکا جواب فرانس نے جنوری ۱۸۲۷ء میں یہ پیش کیا کہ مضبطہ کو باقاعدہ صلحنامے کی حیثیت دیدیجائے۔ روس نے اس شرط پر رضامندی ظاہر کی کہ بالآخر یہ معاملہ توپ و تفنگ سے رجوع کیا جائے۔ ٹیسلر وڈ نے لکھا تھا کہ "ہم لوگ ایک اصول کی منظوری دینے کے لیئے بلائے گئے تھے اب ہم لوگ اسکے نتائج کو قبول کرنے کے لیئے دعوت دیتے ہیں[2]"۔ لیکن کیننگ اب بھی اس بات سے اختلاف کرتا تھا کہ اگر بابعالی مداخلت کی درخواست کو رد کردے تو پھر اسکے خلاف ضرور ہی اعلان جنگ کر دینا چاہیئے۔ لیکن ۱۴ اپریل ۱۸۲۷ء کو جب روسی اور انگریزی سفیروں نے بابعالی کی خدمت میں مضبطہ پیش کیا اور بابعالی نے اسے اس بنا پر نہایت چیں بہ جبیں ہو کر مسترد کردیا، کہ یہ ٹرکی کے خانگی معاملات میں ایک گستاخانہ دخل درمعقولات، اور قرآن پاک کے اصول کے منافی تھا اسوقت کیننگ نے یہ محسوس کیا کہ روس کو مضبطہ کے آئین اور اصول کے مطابق عمل پیرا ہونے کیلیئے اور اسکو بذات خود ٹرکی پر حملہ کرنے سے روکنے کے لیئے" یہ ضروری تھا کہ وہ پیش دستی کرکے بابعالی پر استبداد کے طرز عمل پر کاربند ہو۔ انگریزی مدبرین کے رویے میں یہ تبدیلی اسوقت پیدا ہوئی جب خود کابینہ وزارت میں ایک نازک حالت پیدا ہو چکی تھی۔

[1] مراسلات ولنگٹن جلد سوم صفحہ ۵۹۳ ؟
[2] مارٹنس جلد گیارہ صفحہ ۳۵۰ ؟

۱۵۵ ۱۸۲۷ء کے ابتدا میں ناسازی طبع کی بنا پر لارڈ لیورپول مشاغل عمومیہ سے دستکش ہونے پر مجبور ہوا کیننگ وزیر اعظم ہو گیا اور وزارت خارجہ کا قلمدان لارڈ ڈڈلے کو تفویض کیا گیا کیننگ کے ہمعصر ایک عرصے سے مسئلۂ مشرقیہ کے متعلق اس سے بدظن چلے آتے تھے۔ اپریل میں ولنگٹن نے جو سینٹ پٹرسبرگ کے منضبطہ کو عہدنامے کی حیثیت دینے کا مخالف تھا، اور جو ترکی پر جبر و استبداد روا رکھنا گوارا نہیں کر سکتا تھا اور جو گورنمنٹ کے متعلق یہ شبہ کرتا تھا کہ اسکا ارادہ لارڈ لیورپول کی روایات سے، علی الخصوص کیتھولک آزادی کے معاملے میں انحراف کرنے کا ہے، کابینہ میں بیٹھنے سے انکار کر دیا اور کھلم کھلا روس کی پالیسی کا مخالف بن گیا[1]

**صلحنامۂ لندن ۶ جولائی ۱۸۲۷ء**

ولنگٹن نے منضبطہ کے قدرتی نتائج کی جو کچھ تردید کی اسکا اثر اسوقت تک نہ ہوا جب تک کہ کیننگ خود اس دنیا سے گزر نہ گیا۔ اور اب موجودہ حالت میں ٹوری کابینہ مشرقی پالیسی پر جس طور سے عمل درآمد کر رہی تھی وہ خود ٹوری روایات کے منافی تھا۔ ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کو منضبطہ سینٹ پٹرسبرگ کو صلحنامۂ لندن میں تبدیل کر دیا گیا لیکن آسٹریا اور پروشیا نے فوج کشی کی دھمکی کے خلاف، بطور اظہار ناراضی، اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اس دستاویز کی رو سے اُن تین حکومتوں نے، جنھوں نے اپنے دستخط ثبت کیے تھے، اس غرض کو اپنے سر لیا کہ سلطان کے زیر اقتدار یونان کو خود مختاری تفویض کر دی جائے لیکن بابعالی سے جو دوستانہ تعلقات تھے وہ برابر قائم رکھے جائیں۔ مگر خفیہ طور پر اس میں یہ شرط بھی درج کر دی گئی تھی کہ اگر عثمانی حکومت نے اس ثالثانہ مداخلت کو نامنظور کیا تو معتمد قنصلوں کے ذریعے سے "تجارتی تعلقات" یونان کے ساتھ قائم کر دیئے جائیں گے اور فریقین سے التوائے جنگ کی تحریک کی جائے اور اسے عمل پذیر

---

[1] مراسلات ولنگٹن جلد سوم صفحہ ۶۲۹ وغیرہ

بنانے کے لیئے وہ تمام ذرائع بروئے کار لائے جا سکتے ہیں جو عالی مرتبت فریقین کی عقل سلیم کے نزدیک معقول نظر آئیں ۔ تمام حکومتوں کے امیر البحروں کے پاس جو مشرقی بحیرۂ روم میں متعین تھے، ہدایات بھیجی گئیں اور ان کو بہت سے معاملات میں، قدرۃً، اپنی عقل سلیم کی رو سے عمل پیرا ہونے کی اجازت دیدی گئی تھی ۔ عام طور پر یہ بات بتادی گئی تھی کہ ابراہیم سے شرائط تسلیم کرا لینا جلد سے جلد اور آسانی سے اسی وقت ممکن ہوگا جب اُن ہدایات اور دستورالعمل کے مطابق جو پہلے سے طے ہو چکے ہیں، ابراہیم، موریا میں اس طور پر محصور کر لیا جائے کہ وہ موریا سے نکل بھی نہ سکے اور صلح جویانہ انداز بھی ہاتھ سے نہ دیئے جائیں ۱۶ اگست[لہ] کو ۱۵۶ تینوں حکومتوں کے سفیروں نے بابعالی کی خدمت میں متحدہ عرضداشت اس مضمون کی پیش کی کہ بابعالی، یونان سے عارضی طور پر لیکن فوراً جنگ ملتوی کردے ساتھ ہی ساتھ یہ دھمکی بھی دیدی کہ اگر یہ شرط قبول نہ کی گئی تو پھر اس پر عمل درآمد کرانے کے لیئے ہر قسم کی ضروری تدابیر عمل میں لائی جائیں گی[لہ] دول یورپ کے اس محکم اور معاندانہ رویے کو دیکھکر بابعالی کے پائے ثبات کو لغزش ہوئی اور میٹرنخ نے آخری مرتبہ ایک زور اور لگایا کہ اسکی حکمت عملیوں کی انحطاط پذیر عمارت کسی طرح سے قائم رہ جائے اب اس قسم کی توقع کی جاتی تھی کہ شاید اسکا مقصد حاصل ہو جائے ۔ ۸ اگست کو کیننگ کی وفات سے

**کیننگ کی وفات**
**اگست ۱۸۲۷ء**

اسکا سب سے زیادہ خطرناک حریف " جسے قدرت نے ایک نافرجام شہاب ثاقب کی طرح انگلستان اور یورپ پر مسلط کر دیا تھا " اُٹھ گیا، شاہنشاہ نکولس اپنے افسوس اور پشیمانی کو پردۂ خفا میں نہ رکھ سکا اور اس نے کہا کہ مشرق میں روس کی مصالح ملکی جنکے اصول قدامت پرستی سے اسے اب بھی انتہائی ہمدردی تھی کچھ اس درجے شدید اور ناگزیر ثابت ہوئے کہ وہ صلحنامہ لندن پر، درانحالیکہ

لہ ہرٹسلٹ جلد یکم صفحہ ۷۶۹ ۔

اسکے دوسرے تاجدار بھائیوں نے دستخط نہیں کیئے تھے، دستخط کرنے پر
مجبور ہوگیا رہا یونانیوں کا سوال اسکے متعلق اس نے اپنی انتہائی ناراضگی کا
اظہار کیا اور کہا کہ وہ اُن کو ایسی رعایا سمجھتا تھا جو اپنے حق بجانب بادشاہ کے
خلاف علی الاعلان بغاوت پر آمادہ تھے اور اس وجہ سے وہ انھیں قابل نفرت
واکراہ سمجھتا تھا،[1] ان حالات کے ماتحت، میٹرنخ نے خیال کیا کہ آسٹریا کے
اس نقطۂ نگاہ سے کہ معاملات اب بھی روبہ اصلاح ہوسکتے ہیں اگر بابعالی کو
صرف یہ ترغیب دی جاسکے کہ وہ آسٹریا کے نیک خدمات کو حاصل کرنے کی
درخواست کرے، اور ساتھ ہی ساتھ، مداخلت کرنے والی حکومتوں پر
یہ بات بھی ظاہر کردے کہ بابعالی کو جو کچھ شکایت ہے وہ انکے طریقۂ کار سے ہے
نہ کہ اُس اصول سے جس پر وہ کاربند ہیں[2] ۲۰ ہ اکتوبر کو ایک خط قسطنطنیہ
میں موصول ہوا جس میں آسٹروی تحریکیں درج تھیں۔ لیکن اس تمام تگ ودو
میں کامیابی کی جو کچھ توقعات ہوسکتی تھیں وہ سب جہاں کی تہاں رہ گئیں کیونکہ
یہ مراسلہ خود بہت دیر سے پہنچا۔ ۲۰ ہ اکتوبر کے سہ پہر کو خلیج نوارینو میں یونانیوں
کی قسمت کا فیصلہ ہوچکا تھا۔

**صلحنامۂ لندن** کی خبر ۱۱ ہ اگست کو فرانسیسی اور انگریزی امیر البحروں
کو دی گئی۔ ان کو اس بات کا اختیار تفویض کردیا گیا تھا کہ وہ محاربین کو صلح و
آشتی کے ساتھ ورنہ بزور شمشیر ایک دوسرے سے جدا کردیں امیر البحر (۱۵۷)
کاڈرنگٹن فوراً نوپلیا کے لیئے روانہ ہوگیا جہاں یونانی گورنمنٹ نے
التوائے جنگ کی شرط فوراً قبول کرلی۔ لیکن ترکوں نے اسے نہایت
حقارت کے ساتھ مسترد کردیا۔ جزائر ہیڈرا و اسپیزا کے قلعوں کو زیر کرنے
کے لیئے ایک بحری مہم روانہ کی گئی اور اسی دوران میں ایک عظیم الشان

**جنگ نوارینو ۲۰ ہ اکتوبر ۱۸۲۷ء** بیڑہ جو ۹۲ جہازوں پر مشتمل تھا اسکندریہ سے

[1] میٹرنخ باب چہارم صفحہ ۴۸۹۔
[2] ارسٹلٹ جلد چہارم صفحہ ۴۰۲۔ پروکش ضمیمہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۔

روانہ ہوا اور قبل اسکے کہ کاڈرنگٹن اسے درمیان ہی میں روک سکے وہ ، ستمبر کو خلیج نوارینو میں عثمانی بیڑے سے جا ملا - پانچ دن کے بعد کاڈرنگٹن آیا اور ترکی امیر البحر کو اس بات کی ہدایت بھیجی کہ اگر وہ خلیج سے باہر نکلنے کی کوشش کریگا تو اسکا جبریہ تدارک کیا جائیگا فرانسیسی افواج کے ساتھ امیر البحر ڈی گنی صلحنامے کے شرائط ابراہیم کے پاس بھیجے گئے جس نے خلیج سے باہر نکلنے کا اسوقت تک کے لیئے وعدہ کر لیا جب تک کہ سلطان کے یہاں سے اسکے متعلق احکام نہ آجائیں - اب دونوں امیر البحر واپس ہو گئے صرف دو ایک جنگی جہاز ترکوں کی نقل و حرکت دیکھنے بھالنے کے لیئے چھوڑ دیئے گئے تھے - اس دوران میں چونکہ یونانیوں نے التوائے جنگ کی شرط قبول کر لی تھی اس لیئے وہ ہر قسم کی جنگجویانہ تگ و دو کے لیئے آزاد تھے - ۲۳ ستمبر کو کپتان ہسٹنگز کی سرکردگی میں یونانی چھوٹے چھوٹے جہازوں کے ایک مختصر بیڑے نے سالونا سے فاصلے پر ایک ترکی بحری پلٹن کو بالکل برباد کر دیا ابراہیم نے اس حرکت کو عہد شکنی پر محمول کیا اور اس خونریزی کا انتقام لینے کے لیئے خلیج نوارینو سے باہر نکلا - محافظ جنگی جہازوں نے فوراً اسکی خبر کاڈرنگٹن کو پہنچائی اور اس نے راستے ہی میں ترکی بیڑے کو روکا اور اسے واپس کر دیا - نوارینو پہنچنے پر ابراہیم کو ہدایات موصول ہوئیں جن میں حکومتوں کی مطلق پروا نہ کرنے کے احکامات صادر کیئے گئے تھے - اور یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ جہاں تھا وہیں قائم رہے - جلتے ہوئے گاؤں اور قریوں سے دھوئیں کا ایک ستون اٹھا اور امیر البحروں کو فوراً معلوم ہو گیا کہ ابراہیم کے "مطلق نہ پروا کرنے کے" کیا معنی تھے -

اب ہر سہ حکومتوں کے بیڑے جمع ہوئے اور فوراً کی فوراً ایک حربی مجلس شوریٰ ، منعقد ہوئی ، جس میں یہ طے کیا گیا کہ ابراہیم کے پاس ایک دوسرا اعلان جنگ بھیجا جائے اور جدید ضمانت طلب کی جائے عثمانی اور مصری بیڑوں کی واپسی ، اور خشکی پر جدال و قتال کے اختتام اور موریا کے تخلیئے پر زور دیا جائے اس مراسلے کا جواب ایسا تھا جس سے

دفع الوقتی مترشح ہوتی تھی اور کاڈرنگٹن جو صدر امیر البحر تھا مظاہرہ کرنے کی
غرض سے خلیج نوارینو میں داخل ہوا جنگ کا ارادہ نہ تھا لیکن ہر قسم کی (۱۵۸)
احتیاط ملحوظ رکھی گئی تھی کہ اگر یہ ناگزیر ہوئی تو پھر سب چیزیں کیل کانٹے
سے درست رہیں۔ ۲۰ اکتوبر کی صبح کو حلیفوں کا بیڑا بغیر ترکی بیڑے کی
کسی قسم کی مزاحمت کے خلیج میں داخل ہوا، اور مسلمانوں کے ٹھیک
سامنے ایک مقام پر جم گیا۔ ترکوں نے اپنے اُن جہازوں کے ہٹانے سے
انکار کیا جن سے گولے برسائے جاتے تھے اور جو اس طور پر کھڑے تھے کہ
اتحادیوں کے بیڑے کی قطار خطرے میں پڑ جاتی تھی۔ اس پر کچھ تنازع
ہوئے۔ اور گولیاں بھی چل گئیں اور معاً جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔
شام ہوتے ہوتے ابراہیم کا کل جنگی بیڑا تباہ ہو گیا![۱]

**دول یورپ پر جنگ نوارینو کا اثر**

جنگ نوارینو کا بڑا زبردست اثر پڑا۔ ابراہیم باوجود اسکے کہ اسکا تمام بیڑا تباہ ہو چکا تھا نہایت جسارت کے ساتھ قائم رہا لیکن جیسا میٹرنخ کا مقولہ تھا: "۲۰ اکتوبر کے واقعے سے یورپ کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوتا تھا"
روس نے اس بات کی تحریک پیش کر دی تھی کہ چونکہ بابعالی نے دول یورپ
کی ثالثانہ مداخلت کو نامنظور کر دیا تھا اس لئے اس کے خلاف سخت کارروائی
عمل میں آنی چاہیئے۔ اس نے اس بات کی بھی دھمکی دیدی تھی کہ اگر دوسری
حکومتیں اسکے نقش قدم پر نہ چلیں گی تو پھر وہ اس پر تن تنہا حسب دفعہ ۳
منضبطہ مرتبہ ۴ اپریل عمل پذیر ہو گا لیکن کیننگ کی وفات سے
برطانوی کشتی کا زبردست ناخدا اٹھ چکا تھا۔ جدید وزیر اعظم گوڈرچ تو سیاسی
کمزوریوں اور ڈڈلے وزیر خارجہ سیاسی ڈرپوکیوں کے مجسمے تھے۔ یہ دونوں

---

[۱] اُن امور کے لئے جو لڑائی کے قبل پیش آئے ملاحظہ ہو روزنامچہ سر اسے کاڈرنگٹن جلد دوم ضمیمہ صفحہ ۵۸۵۔ ابراہیم کے بیانات کے لئے ملاحظہ ہو مراسلات ولنگٹن جلد چہارم صفحہ ۱۴۱۔

صلحنامہ مرتبہ ۶ جولائی کو جو کیننگ کی زبردست قوت عمل کا نتیجہ تھا، بالکل ناپسند کرتے تھے اور جسوقت روس کی تحریکیں اُن کے سامنے پیش ہوئی ہیں تو انھوں نے سواحل یونان کا معقول طور پر محاصرہ کر لینے یا ناکہ بندی کی مصلحت اور مآل اندیشی پر غور کرنے تک کی زحمت گوارا نہ کی۔ اور اس رویئے میں انکا حامی فرانس تھا! اس خبر کی شہرت سے، کہ ہدایات کا انتظار کیئے بغیر کاڈرنگٹن نے ایک ہی وار میں عثمانی بحری قوت کا شیرازہ بکھیر دیا برطانوی کابینۂ وزارت میں سراسیمگی پھیل گئی - پھر روس کا کچھ ایسا رویہ تھا کہ اس بدحواسی کو تسکین کی صورت دیکھنی نصیب نہیں ہوسکتی تھی۔ نکولس نے جو اس فتحیابی کو ہر سہ حکومتوں کے اتحاد اور اتفاق کا ثبوت خیال کرتا تھا، یہ تحریک پیش کی کہ ابھی اس وار کو یہیں ختم نہ کیا جائے بلکہ ساتھ ہی ساتھ ریاستہائے ڈینیوب میں فوج اتار دینی چاہیئے - مزید براں، یہ صلاح بھی دی کہ (۱۵۹)
بحری حکومتوں کو درۂ دانیال میں بجبر داخل ہو کر سلطان کو اس بات پر مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ صلحنامۂ لنڈن کے شرائط کو تسلیم کر لیں لیکن انگریزی کابینہ کو اتنی سکت کہاں تھی کہ وہ کسی شدید اور زبردست رویئے پر عمل پیرا ہو سکتی۔ گو اس مہم کے متعلق جو سرکاری بیانات موصول ہوئے تھے اُنکا مطالعہ کرکے ولنگٹن نے کاڈرنگٹن کی کارروائیوں سے اپنا اطمینان ظاہر کیا اور گو کابینہ نے بھی فیصلہ صادر کیا کہ جولائی کے صلحنامے کے مطابق تمام کارروائیاں ہونی چاہئیں لیکن، وہ اس بات کا یقین نہیں کرتے تھے کہ انگلستان اور ٹرکی میں جو روائتی دوستانہ تعلقات چلے آتے تھے وہ بُرے طور پر کشیدہ ہو چکے ہیں[۱] بادشاہ نے جنگ نوارینو کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا کہ "یہ ایک ناخوشگوار واقعہ" تھا اور توقع کی جاتی تھی کہ ابتک انگلستان اور سلطان ٹرکی میں جو پسندیدہ اور خوشگوار تعلقات چلے آتے

[۱] موازنہ ہو مقالات. ڈڈبے بریلیون در ہارٹنس جلد گیارہ صفحہ ۳۶۶ - یادداشت ڈڈ بے پروکشں ضمیمہ جلد نو - ۳ - کاغذات پیل جلد دوم صفحہ ۳۵ -

تھے ان میں کوئی فرق نہ آنے پائے گا۔ اگر یہ توقعات واقعی مخلصانہ تھیں
تو وہ بہت جلد مٹ بھی گئیں۔ حلفا کی کسی قدر پست ہمتانہ عذر و معذرت کے
جواب میں بابعالی نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ "نفرت انگیز ظلم"
ایک ایسے فریق پر، صلح کے زمانے میں روا رکھا گیا جس سے رابطہ اور اتحاد
قائم ہوچکا تھا۔ بابعالی نے اسکی پاداش میں ہرجانہ طلب کیا۔ اور کہا کہ حکومتوں
کو اسکی معافی مانگنی چاہیئے لیکن یہ باتیں گورنمنٹ برطانیہ تک نے اس بنا پر
نامنظور کردیں کہ خود ترکوں کا رویہ جابرانہ تھا کیونکہ انھوں نے ایام صلح میں اس
بیڑے پر حملہ کیا تھا جو بندرگاہ میں داخل ہو رہا تھا درانحالیکہ خود بندرگاہ سے
اسکے دوستانہ تعلقات تھے۔ اسکے بعد کچھ اور بے سود گفت و شنید ہوتی رہی۔
لیکن بابعالی سے جو تعلقات منقطع ہوچکے تھے وہ اب ناقابل تلافی تھے۔
اور ہرسہ سلطنتوں کے سفرا نے قسطنطنیہ کو خیر باد کہا۔

**سلطان جہاد کا اعلان کرتا ہے ۲۰ دسمبر ۱۸۲۷ء**

اس دوران میں سلطان محمود کا جوش غضب بہ مشکل
فرو ہوسکا تھا اور جونہی تمام سفرا واپس ہوگئے
غیظ و غضب کا سیلاب امنڈ آیا۔ ۲۰ دسمبر کو ایک
"خط شریف" شائع کیا گیا جسمیں عیسائی حکومتوں کی بے ایمانی اور بے رحمی کا
تذکرہ کیا گیا تھا اور بے دینوں کے خلاف، مسلمانوں کو جہاد کرنے کی
عام دعوت دی گئی تھی روس خصوصیت کے ساتھ ہدف لعنت بنایا گیا تھا، (۱۶۰)
اور صلحنامۂ عسکرمان جو ابھی حال ہی میں مکمل ہوا تھا کالعدم کردیا گیا۔ [۱]

**سلطان، روس کے ساتھ جملہ صلحنامے مسترد اور جہاد کا اعلان کرتا ہے**

جس بہانے اور موقع کا عرصے سے
انتظار تھا وہ آخر آہی گیا۔ جب خود ترکی
نے اپنے وہ تمام تعلقات منقطع کرلیئے،
جو صلحنامہ جات کی رو سے فریقین پر عائد ہوتے تھے تو پھر حکومتوں کے لیئے
یہ بالکل ناممکن ہوگیا کہ وہ روس کے علاوہ اعلان جنگ کرنے پر کسی قسم کا

---

[۱] پروکش کے مضامین خصوصی ضمیمۂ ہشتم صفحہ ۲۴۴ -

اعتراض کریں فرانس اور انگلستان کے شکوک رفع کرنے کی غرض سے زار نے یہ اعلان کیا کہ ریاستہائے ڈینیوب پر قبضہ کرنے سے اس کی غرض تسخیر ممالک نہ تھی بلکہ وہ محض صلحنامۂ لندن کی شرائط کو پورا کر رہا تھا اس نے ۱۲ دسمبر ۱۸۲۷ء کو اس مضبطہ پر دستخط بھی ثبت کر دئیے جسکی رو سے تمام حکومتیں اس بات پر متفق ہو گئیں کہ اگر لڑائی چھڑی تو ان میں سے کوئی حکومت کسی ایسی ذاتی منفعت سے بہرہ اندوز نہ ہو گی جو اسکی "تجارت یا ملک گیری کی" معین ہو۔ یہ اعلان برطانوی کابینہ کے تردد وفکر کا ازالہ نہ کر سکا اور یوں اور بھی نہیں کہ ۲۶ دسمبر کو کاؤنٹ نیسلرود کے اعلان سے ظاہر ہوا کہ اگر اتحادیوں نے زار کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ "وہ اپنی مخصوص شکایات کو مقصد عمومی میں ضم کر دے" تو پھر وہ تنہا "اپنے ہی فوائد اور مخصوص ضروریات کو مدنظر رکھ کر" کارروائی کرے گا۔[1]

**ولنگٹن کی کابینۂ وزارت جنوری ۱۸۲۸ء**

جنوری ۱۸۲۸ء میں ولنگٹن، گڈرچ کا جانشین ہوا۔ اور کابینہ میں کثیر تعداد ایسے اراکین کے لئے جو کیننگ کی پالیسی کو قائم رکھنے کے یوں مخالف تھے کہ اس کے نفاذ سے انگلستان کے اغراض ومقاصد کو مشرق میں نقصان پہنچ رہا تھا کیونکہ اس حالت میں ٹرکی کو خودمختار اور طاقتور رکھنا لازم آتا تھا۔ فرانسیسی گورنمنٹ ولنگٹن کو بے سود اس امر کی ترغیب دے رہی تھی کہ وہ ۶ جولائی کے صلحنامے پر "عمل درآمد کرتے ہوئے" روس کو تنہا کارروائی کرنے سے روکے۔ ڈیوک نے جواب دیا کہ اگر آئندہ ٹرکی کے ساتھ کچھ اور زیادتی کی گئی تو پھر محکوم قوموں میں بغاوت پھیل جائے گی اور سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بکھر جائیگا۔ وہ صلحنامۂ لندن پر ہر طرح سے قائم رہے گا لیکن وہ اسکے شرائط کو صلح وآشتی سے

---

[1] مارٹنس جلد ۹ صفحہ ۱۸۱-۲۔

[2] مراسلات ولنگٹن جلد ۴ صفحہ ۳۰۳۔

عمل پذیر بنائے گا۔ اس لیئے ۶ ہر جنوری کو جب روسی مراسلے سے یہ بات
ظاہر ہوئی کہ خواہ انگلستان راضی ہو یا نہ ہو زار مارچ آئندہ میں (۱۶۱)
ڈینیوب کی ریاستوں پر قبضہ کرے گا اسوقت برطانوی کابینہ نے ایک
ایسے رویئے کے خلاف نہایت سختی سے صدائے مخالفت بلند کی جس سے
ٹرکی کا خاتمہ ہوا جاتا تھا اور جنگ یورپ کا اندیشہ تھا۔[1]

مارچ کے وسط میں یہ آفت ناگہانی بس نازل ہی ہونے والی تھی۔
کانفرنس منعقدہ لندن شکست ہو چکی تھی اور جہاں تک ظاہر ہوتا تھا
کیننگ کی پالیسی بھی تباہ ہو چکی تھی لیکن تمام حکومتوں کے دل سے
لگی تھی کہ کسی طرح وہ جنگ رونما نہ ہو جائے جسکے سدباب کے لیئے
وہ سالہا سال سے سعی بلیغ کرتی آرہی تھیں۔ روس کو خود یہ پڑی تھی کہ
کہیں ایک ایسا ہنگامہ نہ اٹھ کھڑا ہو کہ وہ خود تنہا رہ جائے اور اس کے
مقابلے میں تمام یورپ صف بستہ ہو جائے، کیونکہ بقول پروکش اوسٹن
مسئلہ مشرقیہ، جہاں تک ٹرکی کا سوال تھا ایک ایسا مسئلہ تھا جو
روس اور بقیہ یورپ کے مابین طے ہونے والا تھا اور پھر خود زار
کی مجالس شوریٰ میں، اس روایتی رویئے پر جو باب عالی کی طرف پیٹر اعظم
اور کیتھرین کا تھا لوگ نکتہ چینی کرنے لگے تھے۔ سلطنت عثمانیہ کے اوراق کا

**مسئلہ مشرقیہ کے طرف روس کا معتدل رویہ ۱۸۲۷ء**

بکھرنا خطرے سے خالی نہ تھا اور شاید انجام کار
اسکا سودمند ہونا بھی مشکوک ہی تھا، اس میں
خود روس کا فائدہ تھا کہ اسکی جنوبی سرحد پر
ایک کمزور سلطنت قائم تھی اور فی الحقیقت جس چیز کی اُسے ضرورت تھی
وہ محض یہ تھی کہ وہ اپنے تجارتی اغراض کے لیئے بحر اسود کے دروازے کو
کھلا رکھے۔ ایسا ہو جانے پر، اسکی سیاسی حکمت عملی یہ ہونی چاہیئے تھی کہ وہ
دوسری حکومتوں کے ساتھ ملکر ٹرکی کی بقا و قیام کو مدنظر رکھتا اور اسطرح سے

[1] مراسلات ولنگٹن جلد چہارم صفحہ ۲۸۰۔ اور یادداشت ولنگٹن صفحہ ۲۱۰۔

ان حکومتوں کی تالیف قلوب کرتا رہتا اور اسی دوران میں قسطنطنیہ میں
انتہائی اقتدار حاصل کرنے کی سعی بلیغ بھی کرتا رہتا یہی ایک صورت کسی
من سمجھوتے کی ہوسکتی تھی۔ ۱۴ار فروری کے مراسلے میں نیسلروڈ نے دول یورپ
کو مطلع کیا کہ جنگ ناگزیر تھی۔ بابعالی کا اُن صلحناموں کو مسترد کردینا
جو ابھی ابھی مکمل ہوئے تھے، درۂ دانیال کا بند کردینا جسکی وجہ سے
روس کی تمام تجارت خاک میں مل گئی تھی، فارس میں عثمانی حکومت کی
ریشہ دوانیاں اور جہاد کا اعلان کرنا ایسے اسباب تھے جنھوں نے زار
کے لیئے اور کوئی راستہ کھلا نہیں رکھا تھا۔ لیکن جہاں روس نے
اس جنگ کو اپنے حق بجانب مطالبات کے لیئے شروع کیا تھا، وہاں
اس نے دول یورپ کو اس بات پر بھی تیار کیا کہ وہ اسکے اس ارادے
سے فائدہ اٹھائیں کہ روس یہ سب کچھ صلحنامۂ لندن کو عمل پذیر بنانے
کے لیئے کر رہا تھا اور جو ہر حال میں روس کے مطالبات کی بنیاد متصور
ہوگی[1] اس نے اپنے حلیفوں کے شک و اندیشے کو دور کرنے کے لیئے (۱۶۲)
یہ وعدہ کیا کہ وہ بحر روم میں لڑائی کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہونے دے گا

**روس بحر روم کی غیرجانبداری کا اعلان کرتا ہے**

اور اسکی غیرجانبداری کا اعلان بھی کردیا۔ یہ ایک
دانشمندانہ روش تھی۔ ولنگٹن اس بات سے
انکار نہیں کرسکتا تھا کہ روس کو برسرپیکار
ہونے کا حق حاصل تھا۔ اسے اس بات سے البتہ انکار تھا کہ اسکی (روس کی)
بالکل انفرادی کارروائیوں میں اتحادیوں کی شرکت نہ کرنے سے وہ صلحنامے
سے قطع تعلق کرنے میں حق بجانب تھا یا مسئلۂ مشرقیہ کو اپنے فوائد اور
مخصوص ضروریات کو مدنظر رکھکر، طے کرسکتا تھا[2] چنانچہ جب تک وہ صلحنامے
سے وابستہ رہے گا وہ ٹرکی پر حملہ کرسکتا تھا اور اسے حلیفوں کی

[1] مراسلات نیسلروڈ (مراسلات ولنگٹن جلد چہارم صفحہ ۲۸۰)۔
[2] (۲) ۵۲ " " " " جلد ۴ " ۲۸۰

عملی مخالفت کا بالکل اندیشہ نہیں کرنا چاہیئے لیکن بقول لارڈ ابرڈین یہ صلحنامہ خود اپنے اغراض و مقاصد کو تباہ کرنے کا آلہ تھا۔ اب یہاں پر یہ سوال نہیں پیش تھا کہ روس، انگلستان کے دوش بدوش کارفرما ہو اور فرانس، یونان کو ایک قسم کی مشروط آزادی تفویض کردے بلکہ اب انگلستان اور فرانس کا متحدہ طور پر روس کو ٹرکی سے گرم کارزار ہونے میں امداد پہنچانی تھی اور اسکے اُن اغراض کو پورا کرنا تھا جنکا سدباب کرنا ایک حدتک خود صلحنامے کے مقاصد میں سے تھا۔[۱] اب تک قسمت نے روس کی یاوری کی تھی اور اسکی آخری فتح اُس آنے والی جنگ کی کامیابی میں مضمر تھی جسکے لیئے وہ اپنے تیر و تفنگ کی آڑ پکڑنے والا تھا۔

**جنگ روم روس کا آغاز (مئی ۱۸۲۸ء)**

۶ مئی ۱۸۲۸ء کو روسی افواج نے پروتھ کو پار کیا، جسکے متعلق تمام یورپ کی یہ رائے تھی کہ وہ قسطنطنیہ کے راستے میں "فوجی جلوس کی" پہلی منزل تھی لیکن ایک دفعہ پھر اس "مرد بیمار" نے حیات کے غیر متوقع آثار ظاہر کیئے اور ایک دفعہ پھر عثمانی کمانڈروں کی نااہلیت کا توازن عثمانی سپاہیوں کی جانبازیوں سے برابر ہوا، اور زار کا یہ ارادہ کہ کسی طرح جنگ سے جلد فراغت ہوجائے، کامیاب نہ ہوا، روسیوں کو دو نہایت سخت لڑائیاں لڑنی پڑیں جسکے بعد اِدرنہ میں جنرل دی بچ نے عثمانی حکومت کے سامنے پیش کرنے کے لیئے اپنے شرائط صلح نافذ کیئے۔ ۱۶۳

اسی دوران میں دوسری حکومتوں نے یہ دیکھکر کہ روس کو بعض غیر متوقع ہزیمتیں کھانی پڑیں، اس بات کی کوشش کرنی شروع کردی کہ قبل اسکے کہ جنگ انجام کو پہنچے یونان کا مسئلہ طے کرلیا جائے اور اس طرح زار کی متیقن کامیابی کی بارٖہ کسی قدر کند ہوجائے کانفرنس ایک دفعہ اور لندن میں منعقد ہوئی۔ روس کے

---

[۱] مراسلات بنیسلر وڈ "مراسلات ولنگٹن" جلد چہارم صفحہ (۳۱۰)

اعلان جنگ کے مقابلے میں یہ جوابی تحریک پیش کی گئی کہ نہایت تندہی کے ساتھ مداخلت کرکے موریا خالی کرا لیا جائے۔[1] خود روس کو کسی ایسی تجویز سے اختلاف نہیں تھا جسکی وجہ سے اسکے دشمنوں کی توجہ منقسم ہو جاتی۔ انگلستان نے بھی اس شرط پر حامی بھر لی کہ اسے اپنے قدیم رفیق پر جبر و تشدد کرنے کے لیئے مجبور نہ کیا جائے۔ اسلیئے ۹ جولائی سنہ ۱۸۲۶ء کو یہ طے پایا کہ فرانس ایک مہم موریا روانہ کردے۔[2] یہ ایک ایسا فرض تھا جسکو چارلس دہم کی گورنمنٹ نے بخوشی قبول کرلیا فرانسیسی مہم موریا کو کیونکہ اسکے فوجی وقار پر یوماً فیوماً زوال آرہا تھا اور اس بدنامی کو روکنے کے لیئے اس قسم کی مہم کی ضرورت تھی۔ لیکن قبل اسکے کہ جنرل میزون کی سرکردگی میں فرانسیسی مہم موریا پہنچتی کاڈرنگٹن اس معاملے کو طے کرچکا تھا۔ اسکندریہ کے سامنے ایک ہی فوجی مظاہرے سے محمد علی کو ایک ایسے موقع سے علیحدہ ہوجانے کا بہانہ مل گیا جو لحظہ لحظہ خطرناک ہوتا جاتا تھا اور اس نے ۹ اگست کو برطانوی امیر البحر کے سامنے ایک معاہدے پر دستخط کردیئے جسکی رو سے وہ قیدیوں کے تبادلے اور موریا کو فوراً خالی کردینے پر تیار ہوگیا جب فرانسیسی افواج موودون میں اتریں تو انھیں معلوم ہوا کہ انکا فرض منصبی صرف یہ رہ گیا تھا کہ وہ ملک میں اسوقت تک امن قائم رکھیں جب تک کہ حکومتیں اسکی قسمت کا فیصلہ نہ کردیں۔

لیکن جوں جوں لڑائی کا زمانہ گزرتا گیا حلیفوں کے اندرونی مشوروں میں حکومتوں کے تعلقات اعتدال پذیر ہوتے گئے۔ روس کو یہ پڑی تھی کہ ترکوں کی شدید مخالفت پر غلبہ حاصل کرنے کے جتنے ذرائع ہیں ان میں سے

---

[1] مراسلات ولنگٹن جلد چہارم صفحہ ۵۲۶۔ ولنگٹن کا خیال تھا کہ اگر یونان کا مسئلہ طے ہوجائے تو پھر روس خوشی کے ساتھ صلح کرنے پر راضی ہوجائے گا۔

[2] پروکش ضمیمہ ۴ ۔صفحہ ۲۱ ۔

کسی ایک کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے، اس لیئے اس نے ۱۸۲۹ء کے موسم گرما میں اپنے اس رویئے کو بدلا جو بحیرۂ روم کے متعلق اس نے ابتک اختیار کر رکھا تھا۔ اس نے درۂ دانیال کی ناکہ بندی کر دینے کا اعلان کیا اس واقعے پر انگلستان میں اس بنا پر سخت شور و شغب کیا گیا کہ بدعہدی کے علاوہ یہ انگریزی تجارت کے لیئے بھی نہایت خطرناک تھا اور کچھ عرصے کے لیئے برطانیہ عظمیٰ اور روس کے سیاسی تعلقات نہایت کشیدہ ہو گئے۔ اسکا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ دربار وائنا اور برطانیہ عظمیٰ کے تعلقات از سر نو قائم ہو گئے۔ اب میٹرنخ کو اس بات کا کامل یقین ہو گیا تھا کہ یونان میں پرانی حکومت کا اب دور دورہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس نے اپنی پہلی تجویز کو پھر پیش کیا کہ ہیلاس کی ایک خود مختار ریاست قائم کر دی جائے اس کے متعلق اسکا یہ خیال تھا کہ بابعالی اور یورپ دونوں کو یہ انتظام بہ نسبت چھوٹی سی باجگزار ریاست قائم کرنے کے زیادہ پسند آئے گا کیونکہ اول الذکر کی وجہ سے ٹرکی کے اندرونی معاملات میں بیرونی حکومتوں کو ہمیشہ مداخلت کرنے کی ضرورت رہا کرے گی۔ ولنگٹن کو البتہ کسی ایسے رویئے کے اختیار کرنے میں تامل تھا جو انگلستان اور بابعالی کے دیرینہ رابطۂ اتحاد کو خطرے میں ڈالنے کا ذمہ دار ہو۔ وہ یونان کی نجات کے لیئے قدم اٹھاتا تھا لیکن بادلِ ناخواستہ اور یہ سب واقعات کے اس سیلاب واقعات حالیہ کا فیضان تھا جو اُس کو بہائے لیئے جا رہا تھا۔ 164

**مضبطہ مرتبہ ۲۲ مارچ ۱۸۲۹ء**

۱۶ نومبر ۱۸۲۸ء کو لندن کانفرنس میں جو مضبطہ مرتب ہوا تھا اسکی رو سے موریہ اور مضافات کے جزائر اور سائکلیڈس حکومتوں کی ضمانت میں رکھے گئے۔

اس معاہدے کے بعد ہی ۲۲ مارچ ۱۸۲۹ء کو ایک دوسرا مضبطہ مرتب کیا گیا جس نے سرحد کو آرٹا و ڈلو تک وسعت دیکر یونان متعلقۂ براعظم کے بڑے حصے کو ہیلاس میں شامل کر دیا۔ اول الذکر سے تمام ترک نکالے

جا چکے تھے اور یہ کارگزاری اس مہم کی تھی جو سر رچرڈ چرچ کی سرکردگی میں اکرنانیا ( Acarnania ) بھیجی گئی تھی[1] اور یوبیہ ( Eoboea ) کا مشہور جزیرہ بھی اسی میں شامل کر دیا گیا۔ اس انتظام کی رو سے یونان اب ایک باجگزار لیکن خودمختار حکومت کی حیثیت رکھتا تھا اور اسکی عنان سلطنت ایسے موروثی شاہزادے کے ہاتھ میں دی گئی، جسکا انتخاب خود حکومتوں کے اختیار میں تھا[2]۔

اس مضبطہ پر بھی جو یونان کو کسی طرح سے مطمئن نہیں کر سکتا تھا صرف ابرڈین نے بادل ناخواستہ اپنے دستخط ثبت کیئے۔ اور وہ بھی ایسی حالت کے ماتحت، کہ اگر واقعات کا دباؤ نہ پڑتا تو، وہ بالکل بے سود ثابت ہوتا۔ لیکن ادھر تو حکومتیں تذبذب کی حالت میں تھیں اور ایک طوفان تکلم برپا کیئے ہوئے تھیں ادھر جزیرہ نمائے بلقان میں وہ جنگ جو عجائبات اور غرائبات پر مشتمل تھی، عجیب وغریب طریقے پر انجام کو پہنچی۔ اور ۱۴ ستمبر کو صلحنامۂ ادرنہ پر دستخط ثبت ہوئے۔ یہ ایک دوسری منزل تھی جہاں روس کی فتوحات مشرق میں بڑھتے بڑھتے رک گئیں ؛ 165

صلحنامہ ادرنہ ۱۴ ستمبر ۱۸۲۹ء

ان ثمرات کو جنگ کے نشیب و فراز کے نتائج نہیں بلکہ روسی کمانڈر کی فطری صولت کا کرشمہ کہنا چاہیئے ڈی بیچ نے صرف ۱۳ ہزار فوج لیکر کوہ بلقان کو عبور کیا تھا اور اپنے پیچھے ٹرکی کے وزیر اعظم اور سپہ سالار سقوطری کی غیر مغلوب فوجوں کو یہ محض اسکی فن جنگ کی بے محابا حرب و ضرب تھی جو کامیابی کی معین ہوئی۔ گو مقابل فوج کی تعداد اسکے لشکر سے کہیں زیادہ تھی اور بیماری کی وجہ سے یہ تعداد

[1] میں نے اپنی کتاب یونان کی "جنگ آزادی" میں صفحہ ۳۰۸ پر اس معاملے کے متعلق چرچ نے جو کچھ نمایاں خدمات انجام دی ہیں اسکا بوجوہ احسن تذکرہ نہیں کیا ہے (اس شے کے لیئے مراسلات ولنگٹن جلد ۵ صفحہ ۷، ۵ دیکھنا چاہیئے)

[2] ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۸۰۴ -

گھٹتی جاتی تھی۔ لیکن ترک اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ روس کے پورے لشکر کا یہ محض ہراول تھا۔ اور نہ محض حملے کے مغالطے میں تسخیر ہوگیا وہ بھی ایسا حملہ جو کبھی عمل میں نہ لایا جاتا۔ اب دی بچ نے، سلطان کے قدیم دارالخلافت پر حمہ کر فاتحانہ جاہ وحشم کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف رخ کیا۔ اگر ترک صرف ایک ہی آدھ ہفتے تک اور اس مہم کو طوالت دے سکتے تو پھر نتیجہ مختلف ہوتا کیونکہ روس کی مختصر فوج بیماری کی وجہ سے روز بروز کم ہوتی جاتی تھی۔ لیکن ترکی حکومت کو اسکی خبر نہ تھی اُسکو یہ خطرہ تھا کہ اگر روسی افواج نے اور قدم بڑھائے تو دارالخلافت میں اضطراب اور بے اطمینانی کے عناصر ہنگامے کی صورت میں رونما ہو جائیں گے اور عثمانی حکومت کو تباہی سے محفوظ رکھنے کے لیئے جو بصورت دیگر یقینی تھی ۱۴ ستمبر کو ترکی، مختار کل، نے روس کے ساتھ عہدنامۂ اور نہ پر دستخط ثبت کر دیئے۔[1] زار نے حسب وعدہ یورپ میں اپنے ملک کو وسعت دینے کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ لیکن ریاستہائے ڈینیوب کو عملاً خود مختار ریاستوں کی حیثیت تفویض کی گئی اور اس طور پر وہ غالباً پیشتر سے کہیں زیادہ حکومت روس کے اثر کو قبول کرنے کے لیئے تیار ہوگئیں۔ باسفورس اور درۂ دانیال میں روس کی جہازرانی کے حقوق جو صلحنامے کی رو سے حاصل ہوئے تھے ایک مرتبہ پھر مستقل طور پر تسلیم کر لیئے گئے اور یونان کا مسئلہ اس طور پر طے ہوا کہ صلحنامۂ مذکور میں اس مضبطہ کی دفعات شامل کر لی گئیں جس پر ۲۲ مارچ کو کانفرنس منعقدۂ لندن میں دستخط ہوئی تھی۔[2]

**صلحنامہ اوڑیانوپل کا اثر کانفرنس پر**

صلحنامۂ اڈریانوپل کی خبر اور خصوصاً اس امر نے کہ روس نے منضبطہ مارچ کو شامل کر کے مسئلۂ یونان کے سلجھانے کی فضیلت خود اختیار کر لی تھی۔ حکومتوں کو

---

[1] سب سے آخری اور نہایت صحیح بیان شیمن کی کتاب الروس بعہد نکولس (جلد ۲ ۱۹۰۸ء) ہے
[2] ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۸۱۳ -

۱۶۶ بالکل سراسیمہ اور از خود رفتہ بنا دیا۔ ولنگٹن نے صاف صاف کہدیا کہ
ترکی حکومت کا اب یورپ میں خاتمہ ہوچکا ہے اور جب یہ واقعہ ہے تو
پھر اسکو بے سود سہارا دیتے رہنے کے متعلق گفت و شنید کرنا بے سود تھا۔
بہر حال اب جبکہ روس نے ریاستہائے ڈینیوب پر قبضہ کر کے ٹرکی
کو تقریباً روس کا ایک صوبہ بنا دیا تھا، تو پھر انگلستان کو سلطنت عثمانی
کے قیام و بقا کی انتہائی اہمیت کو خاطر میں لانا بے کار تھا۔[1] اس طور پر ولنگٹن
میٹرنخ کی اس رائے کا مؤید بن گیا کہ یونان، ٹرکی سے اسی بنا پر
روس سے آزاد کرا دیا جائے اور اسے ایک علٰحدہ ریاست کی حیثیت
تفویض کر دی جائے۔ اور یہ ریاست احسان و تشکر کے اس سلسلے میں منسلک
کر دی جائے جو اسے روس سے تھیں جس نے اسکے لیئے وہ شرائط
قبول کر لیئے تھے جو یونان نے نہایت غصے اور نفرت سے مسترد کر دیئے
تھے بلکہ ان مغربی ریاستوں سے وابستہ کرتا تھا جو بغیر کسی شرط کے، اسے
آزادی اور خودمختاری کی نعمت عطا کر رہی تھیں۔ ۳ر فروری ۱۸۳۰ء کو لندن
میں ایک جدید مضبطہ مرتب ہوا جس میں برطانوی حکومت کے افکار و آرا
درج تھے اسکے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ انگلستان اب بھی
اس جاں بلب مرد بیمار کی صحت یابی سے مایوس نہ تھا اور وہ کوئی ایسی جدید
طاقت معرض وجود میں نہیں لانا چاہتا تھا جو کسی ایسی بلند اور رفیع توقع کو
خطرے میں ڈالدے جسکی ہمیشہ آرزو رہی، یونان کو ایک خودمختار ریاست کی
حیثیت ضرور تفویض ہو نیو الی تھی اور اسکا حکمران شاہزادہ لیوپولڈ آف کوبرگ
ہوتا لیکن مضبطہ مرتبہ مارچ کی رو سے سرحد کو جس سیر چشمانہ طریقے پر وسعت
دی گئی تھی اسے مختصر کرنا پڑا۔ اور پین ہیلنگ یونان کا جو لوگ خواب
دیکھ رہے تھے انھیں اب محض ہلاس کے ایک مختصر حصے کی آزادی دیکھنی نصیب ہوئی[2]

---

[1] مراسلات ولنگٹن باب چہارم صفحہ ۲۲۸ -

[2] ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۸۴۱ -

اس طور پر معاملات کو طے کرنے کی صلاح دینے سے برطانوی حکومت کا
یہ منشا تھا کہ یونان کی قسمت کو بابعالی کی جنبش ابرو سے وابستہ کردیا جائے[1]
کاؤنٹ کاپودستریاس[2] نے جو جنگ نوارینو کے بعد سے آج تک
یونان کا غیر مسئول فرماں روا بنا ہوا تھا ۳ فروری کے مضبطے کو تسلیم کرنے
سے اسی طرح انکار کردیا جس طرح اس نے ۲۲ مارچ کے مضبطے کو نامنظور
کردیا تھا پرنس لیوپولڈ نے بھی امیدواری سے اس لئے استعفا دیدیا کہ 167
اسکا خیال تھا کہ وہ شرائط مندرجۂ مضبطہ کی رو سے اپنی حالت ناقابل برداشت
پائے گا۔ حکومتیں مزید رعایات کرنے کے لئے تیار ہوئیں۔ بہت سے
وجوہ سے یہ امر ناگزیر ہو گیا کہ فیصلہ قطعی اور قابل اطمینان ہو جائے۔ اس
انقلاب نے جس نے کہ پیرس میں چارلس دہم کو تخت سے دور پھینکدیا
ایسے ایسے ضروری سوالات اٹھائے جو اہمیت کے لحاظ سے ان مسائل
سے کہیں زیادہ وقیع تھے جو مشرق میں رونما تھے اور ان جدید مسائل کے
ہوتے ہوئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ بالکل کچھ نہ ہونے سے تو یہ بہتر تھا کہ
یونان کا معاملہ کسی نہ کسی طرح سے طے کردیا جائے۔ اس درمیان میں
یونان بغاوت اور شورش کا محشرستان بنا ہوا تھا کیپوڈستریاس
جس نے حکمرانی کرنے میں نہایت استقلال اور پامردی کا ثبوت دیا تھا۔
قتل کردیا گیا تھا اور اب تمام ملک میں وہ جماعتیں قتل اور غارتگری کرتی پھرتی تھیں
جو برسر اقتدار ہونے کے لئے آپس میں دست و گریبان تھیں۔ اس
بغاوت کو محض لندن کی "ہدایات" خود نہیں کرسکتی تھیں۔ اب ایک

**شاہی یونان**
**ستمبر ۱۸۳۲ء**

مضبوط حکومت کا قیام ناگزیر ہو گیا نومبر ۱۸۳۰ء میں
ولنگٹن کی ٹوری کابینہ کو اصلاح کا سیلاب بہالے گیا
اور اب یہ پامرسٹن تھا جس نے جدید وہگ کابینہ کی

[1] موازنہ ہو ابرڈین بہ ولنگٹن (مراسلات جلد ششم صفحہ ۱۷۵)
[2] اصلی نام اسکا کیپوڈی آسٹریا تھا اس نے اسکو کیپوڈسٹریا کرکے یونانی رنگ دیدیا تھا۔

طرف سے ۲۰؍ستمبر ۱۸۳۱ء کو ایک مفسطے پر دستخط کئے جسکی رو سے یونانیوں
کی سرحد ارٹا و ولو تک پھیل گئی، اس انتظام کی اس نے اسوقت وکالت کی تھی کہ
جب وہ جماعتِ مخالفین میں تھا یونان کا تاج شاہ لوئس آف بویریا کے
چھوٹے نوجوان لڑکے اوٹو کو پیش کیا گیا جسکی عمر ۱۷ سال کی تھی اور جس نے
اسے قبول کر لیا۔ شاہ لوئس نے یہ شرط پیش کی کہ اسکا لڑکا بادشاہ کے لقب
سے ملقب ہوگا نہ کہ محض "حکمران شاہزادۂ یونان سے"، دوسرے یہ کہ
حکومتوں کو ایک کافی رقم بطور قرض دینی ہوگی جس سے حکومت کے فرائض
انجام پاسکیں۔ ۷؍مئی ۱۸۳۲ء کو یونانی بغاوت کے دس سال بعد آخری بار
وہ صلحنامہ مکمل ہوا جسکی رو سے یورپ کے نظام ریاست میں ایک اور
نئی عیسائی ریاست کا اضافہ ہوا[۱]۔ ۲۸؍جنوری ۱۸۴۳ء کو یونان کا پہلا بادشاہ
اوٹو بویرین افسروں اور کرایہ پر حاصل کئے ہوئے بویرین سپاہیوں کے
سایۂ عاطفت میں نوپلیا کے ساحل پر، اس ذمہ داری کو اپنے شانوں پر لئے
ہوئے اترا کہ اسے لٹیروں اور گلہ بانوں کی نسل کو مہذب اور متمدن
اقوام کے دوش بدوش کھڑا کرانا ہے!

[۱] ہرٹسلٹ جلد دوم صفحہ ۸۹۳۔

۱۶۸

# بابِ ہشتم

## جولائی سنہ ۱۸۳۰ء کا انقلاب

مجالسۂ یورپ پر جنگ یونان کا اثر۔ جنگ یونان "عہد ناجیات" کو متزلزل نہ کر سکی۔ بلکہ واقعات فرانس کا اُن پر اثر پڑتا ہے۔ "انقلاب جولائی" ابتدا۔ لوئی ہیزدہم کی دوران حکومت میں استبداد کی ترقی۔ چارلس دہم کی تخت نشینی۔ طبقۂ متوسطین اور زمیندار شرفا میں کشاکش۔ ویلیل کا کنارہ کش ہونا۔ مارتی نیاک کی وزارت "معتدل"۔ اس پر دو انتہا پسند جماعتوں کا حملہ۔ بادشاہ "اس سمجھوتہ" پر نفرین کرتا ہے۔ پولی نیاک کی وزارت۔ جماعت آرلینس۔ ایوان اور بادشاہ میں ناچاقی۔ قواعد اور ضوابط۔ انقلاب جولائی۔ اسکا اثر محالفے (بین السلاطین) پر۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

وہ سیاسی نظام جسکا سنگ اساسی عہد ناجیات ۱۸۱۴ و ۱۸۱۵ پر رکھا گیا تھا اور جسکا شیرازہ مسئلۂ شرقیہ کی دیرینہ اور حریفانہ کشاکش سے بکھر چکا تھا، بلحاظ اصول اب بھی محفوظ اور مصئون تھا۔ وائنا میں جن انتظامات کا تکملہ ہوا تھا اور جو یورپ کی مختلف ریاستوں کے بین الاقوامی تعلقات کے سنگ بنیاد تھے، ان میں معاملات ٹرکی کا کہیں تذکرہ نہ تھا! اس طور پر یورپ کے مشرق میں جو انتظامات ملک کی حدبندیوں کے متعلق دوبارہ کیئے گئے تھے صلحنامجات میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ولنگٹن نے البتہ یہ تحریک پیش کی تھی اور اسکی تائید روس نے ایک لمحہ کے لیئے کی تھی کہ ایک مخصوص ایکٹ نافذ کر کے یونان کی جدید بادشاہت کو اس نظام ریاست میں شامل کر دیا جائے جسکی ضامن خود محالفۂ عظیمہ ہے اور یہی نہیں بلکہ اس حلقۂ ضمانت کو وسیع کر کے ٹرکی کو بھی شامل کر لیا جائے۔ لیکن اسکا کوئی تکملہ حسب ضابطہ نہیں ہوا۔ یونان ان ریاستوں کے سایۂ عاطفت میں رہا

جنکی دستخط صلحنامۂ **لندن** پر ثبت ہو چکی تھی، اور دوسری طرف صلحنامۂ ادرنہ کے بعد روس سلطنت ٹرکی پر اپنی گرفت اور زیادہ مضبوط کرنا چاہتا تھا۔ سنہ ۱۸۱۵ء کے صلحنامے کی شکست وریخت کا اندیشہ اور "رد حمالے"، کا قطعی طور پر درہم برہم ہو جانا مسئلۂ شرقی کے باعث سے نہ تھا بلکہ **فرانس** کے اندرونی معاملات کی ایک نہایت نازک حالت پر پہنچ جانے سے تھا۔

**ویلیل: فرانس کی وزارت** 169

اس انقلاب کی اصل اور ابتدا دریافت کرنے کے لئے جس نے خاندان **بوربون** کے "سلسلۂ نسل اولاد اکبر" کو **فرانس** کے تاج و تخت سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا یہ ناگزیر ہے کہ ہم اپنے سلسلۂ خیالات کو **لوئی ہیژدہم** کی فرماں روائی کے آخری سالوں تک لیجائیں جب وہ میلانات جو اسکے جانشینوں کے طریق عمل میں رونما ہوئے، فرانسیسی حکومت میں نمایاں ہونے لگے تھے۔ **ویلیل** کا برسر اقتدار ہونا بجائے خود استبداد کی فتح و ظفر کا مرادف تھا اور محض یہی نہیں بلکہ "جماعت متوسطین" پر طبقۂ امرا کی چیرہ دستی اور سابق طرز حکومت کا انقلاب (فرانس) پر غلبہ پانا بھی ثابت ہوتا تھا۔ ویلیل گو بجائے خود "جماعت کلیسائی" کی پالیسی کے ساتھ وابستہ تھا لیکن وہ بحیثیت ایک مدبر سلطنت کے محض قسیسی گروہ کی فرقہ بندیوں اسکے مناقشات اور مجنونانہ کشاکش سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھا لیکن بادشاہ کے۔ جو فرط فریفتگی سے تقریباً اسکا حلقہ بگوش بنا ہوا تھا حمایت اور استعانت سے محروم ہو کر وہ سیلاب استبداد کی تاب نہ لا سکا جسکے خطرات سے وہ واقف تھا لیکن جسکا انسداد اسکے بس کا نہ تھا۔ مہمات **اسپین** نے یہ ثابت کرکے کہ فوج پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، اس جماعت کے دل بڑھا رکھے تھے جو کہ "شاہی حقوق منجانب اللہ"، کی قائل تھی۔ استبدادیوں کے نقطۂ نظر سے سنہ ۱۸۲۰ء کے قوانین انتخاب نے ایوان کو بالکل پاک کر دیا تھا۔ سنہ ۱۸۲۴ء کے انتخابات جب عمل میں آئے تو اسوقت کثیر تعداد ان اراکین کی برسر اقتدار آئی جو حکومت کے موافقین میں سے تھے اور "قانون ہفت سالہ"

( Septennial Act ) جو ابھی ابھی پاس ہوا تھا اسکی رو سے یہ حالت ایک مدت کے سلئے قائم ہو گئی تھی اور فرانس کی مجلس نمایندگاں میں لبرلزم کا جُز ناگفتہ بہ اقلیت تک پہنچ گیا تھا ایسی حالت میں لوئی ہیژدہم کی وفات اور جماعت غالیئین کے امام کا بحیثیت چارلس دہم اورنگ نشین ہونا بالکل بے تاثیر ہو کر رہا؛

چارلس دہم کی اورنگ نشینی ۱۶ ستمبر ۱۸۲۴ء

جدید بادشاہ کے اولین طرز عمل نے لبرل جماعت کے توقعات کو سرسبز کردیا ورنہ کم سے کم انکی تاریک ترین اندیشہ ناکیوں کو تو ضرور فرو کردیا۔ لیکن حکومت کے مستبدانہ میلانات جلد ہی مشتعل ہو گئے قدیم "تارکان وطن" کو وہ معاوضہ عطا کیا گیا جسکے لیئے وہ مدتوں سے چیخ پکار کر رہے تھے کلیسا نے بھی اُس دیرینہ تفوق کا مطالبہ کیا اور اسکا زیادہ حصہ حاصل بھی کرلیا جسکو لوئی ہیژدہم کی عقلمندی اور فراست نے حد معینہ سے تجاوز نہیں کرنے دیا تھا اور جب کبھی اس حد سے تجاوز ہوا مخالفت کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ متوسطین کا متمول طبقہ جسکا ہر متنفس ملوکی تھا، طبقۂ امرا کی تمکنت اور تخت کا شاکی تو تھا ہی، اسے اس بات کی بھی شکایت تھی کہ خود انھیں کو زیر بار کر کے پانچ فیصدی کا اسٹاک کیوں تبدیل کیا گیا گو ملک کی مرفہ الحالی اسکے جواز میں پیش کیجا سکتی تھی۔ انتہا پسند پاپائی گروہ اور یسوعیوں کی روز افزوں ترقی اور یسوعیوں کی ریشہ دوانیوں سے قومیت پسند کلیسائی کچھ مضطرب اور غیر مطمئن نظر آتے تھے۔ چیمبر میں اب لبرلزم کو اپنے حوارین کی کمی نہیں محسوس ہوئی تھی۔ اس ناقابل گزار "سدّ رؤیس" کے خلاف جو گورنمنٹ کے رویئے کے مقابلے میں کھڑی کردی گئی تھی، ایوان امرا سے صدائے مخالفت بلند ہوئی؛ 170

فرانس میں استبداد اور اضطراب کا دور دورہ ۲۹-۱۸۲۴ء

وزرا نے جب یہ دیکھا کہ تالیف قلوب سے کام نکلتا نظر نہیں آتا تو جبر و استبداد پر اتر آئے۔ صحافت کی طاقت اور قدرت کو مختصر اور محدود کرنا چاہا اور اُن عمّال کو، جن سے مخالفت ظہور پذیر ہوئی معزول کردیا۔

مدرسہ تعلیم المعلمین کو شورش کا مرکز قرار دیکر بند کر دیا اور تہدید کے طور پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ مقدمات کا انفصال بغیر جوری کے ہوا کرے گا۔ پیرس پر سخت ہیجان طاری ہوا۔ شاہی خاندان کی شاہزادیوں کو اس بات کی شکایت تھی کہ شاہراہوں اور گزرگاہوں پر انکی اہانت کی جاتی تھی اور ۲۹ اپریل ۱۸۲۵ء کو جب بادشاہ نے نیشنل گارڈ محافظان ملی کا معائنہ کیا ہے اسوقت اُس نے صف میں سے یہ نعرہ بلند ہوتے سنا "وزرا غارت ہوجائیں"، اُس نے اسکا جواب دوسرے روز یہ دیا کہ وزرا کی اصلاح سے شہریوں کی اس فوج کو فوجی خدمات سے سبکدوش کر دیا؛

ان چند در چند مخالفتوں کے مقابلے میں ویلیل نے اپنا آخری وار سر کیا۔ ۱۸۲۷ء میں ایک قانون نافذ کیا گیا جسکی رو سے اخبارات پر ایک دفعہ پھر احتساب قائم کر دیا گیا۔ ۷۶ جدید امرا کی جگہ معرض وجود میں لائے جانے کے باعث سے "ایوان بالا" میں لبرل جماعت کی مخالفت پر اوس پڑ گئی۔ توقع یہ کیجاتی تھی کہ چیمبر کے منتشر ہونے کے بعد نہایت آسانی کے ساتھ گورنمنٹ کی حمایت میں ارکین کی تعداد بڑھ جائے گی لیکن ۱۸۲۷ء کا انتخاب نامسعود اور نافرجام علامات سے خالی نہ تھا۔ پیرس کی گلیوں میں ایک جم غفیر ہنگامہ کرنے کے لئے جمع ہو رہا تھا اور جب سواروں نے انھیں منتشر کرنے کا ارادہ کیا تو اُنھوں نے بڑی بڑی گاڑیوں اور پاڑہ کی آڑ پکڑی اور اس طور پر گویا پیرس کے عمومیت پسندوں نے جنکی درباری تضحیک کیا کرتے تھے گویا محض حسن اتفاق سے "پشتہ اور مورچہ" باندھنے کا فن سیکھ لیا جو (Fronde) فرونڈ کے زمانے سے اسوقت تک کہیں نظر نہیں آیا تھا؛

**مارتی نیاک کی وزارت ۱۸۲۹ء**

جب جدید ایوان مجتمع ہوئے اسوقت معلوم ہوا کہ کثیر تعداد ایسے ارکین کی منتخب ہو کر آ گئی ہے جو وزارت کے خلاف ہے۔ ویلیل نے استعفا داخل کر دیا اور اسکا جانشین مارتی نیاک (Martignac) ہوا جس نے

اس بات کی کوشش شروع کردی کہ ڈیکازز کی صلح جویانہ پالیسی کو ازسرنو زندہ کیا جائے چارلس بادل ناخواستہ اس بات پر تیار ہوا کہ صلح جویانہ طریق حکومت کی آزمائش کی جائے۔ ۱۸۲۹ء کے اجلاس کا افتتاح کرتے وقت 171
اس نے تخت شاہی سے جو تقریر کی اس میں اس بات کا اعلان کردیا تھا کہ فرانس کی عافیت، اختیارات شاہی اور اس مخلصانہ آزادی کی مواصلت میں مضمر تھی جسے منشور شاہی نے مقدس اور محترم بنادیا ہے لیکن چارلس میں نہ تو لوئی ہیزدہم کی فرزانگی تھی اور نہ اسکا استقلال اور صرف یہی چیزیں ایسی تھیں جنکے باعث سے وہ اپنے آپ کو بظاہر ایک آئینی بادشاہ ظاہر کرسکتا تھا۔ اس نے کہا "میں بجائے اسکے کہ اُن شرائط پر بادشاہ ہونا پسند کروں جس پر بادشاہ انگلستان تخت و تاج کا مالک بنا ہوا ہے لکڑیاں پھاڑنا زیادہ پسند کروں گا!" اس طور پر جب لبرل جماعت کی مخالفت نے اس وزارت کا اتباع کرنے سے انکار کردیا جو اپنے وجود کے لیئے پارلیمنٹی اکثریت کی نہیں بلکہ بادشاہ کے چشم کرم کی رہین منت تھی، تو اسکا پیمانۂ صبر چھلک اٹھا۔ اپریل میں اس نے کہا "میں نے کہا نہیں تھا کہ ان لوگوں سے نباہ کی کوئی صورت نہیں ہے" اس نے من سمجھوتے کی کوشش کی لیکن اب اس نے صلح و آشتی کا فاتحہ پڑھ لیا۔ اور ایک بادشاہ کی حیثیت سے فرماں فرمائی کی ابتدا کی۔ بجٹ پاس ہوچکا تھا اور اجلاس ختم ہوگیا تھا کہ اس نے مارتی نیاک کی وزارت کو معزول کردیا اور صلاح و مشورے کے لیئے اس نے فرانیسی سفیر متعینۂ لندن پرنس ژیول دے پولی نیاک (Prince Jules de polignac) کو جو قیسیت کا مجسمہ اور دورگزشتہ کا گویا "شوخ وشنگ" منظور نظر تھا طلب کیا۔

یہ فعل محض انقلاب (فرانس) ہی نہیں بلکہ ان حکومتوں کے خلاف ایک تھدید اور تضحیک آمیز اعلان تھا جنھوں نے رعایا کی آزادی کی حمایت میں منشور شاہی منظور کرکے گویا شدید تغیرات کے انسداد کے لیئے ایک اکسیر اعظم عطا کردیا تھا۔

**پولی نیاک کی وزارت**
**اپریل ۱۸۳۰ء**

یورپ کے ہوش پرّاں ہو گئے، ولنگٹن نے لکھا "دنیا میں کسی ایسی چیز کا وجود نہیں ہے جسے "سیاسی تجربہ" کہتے ہیں" جیمس دوم کی تنبیہ انگیز مثال سامنے رکھتے ہوئے چارلس دہم اب ایک ایسی حکومت قائم کر رہا تھا جسکی عنان حکومت پادریوں کی جنبش ابرو کی شرمندۂ احسان، جسکا وجود پادریوں کی استعانت کا رہین منت اور جسکا قیام پادریوں کی صلاح و فلاح کا ضامن تھا" اہالیان فرانس کو اس حالت کی خبر ہو گئی جو پیش آنے والی تھی اور ان کو اپنے اظہار ناراضی کے لیئے ایک ذریعہ مل گیا "جریدۂ مباحث" (Journal des Debats) اپنے ۱۰ اگست ۱۸۲۹ء کی اشاعت میں یوں رقمطراز ہے " (اصلی) قانون کے لیئے تو لوگ دس ارب کی رقم پیش کر دیں گے لیکن وہ وزرا کے وضع کیئے ہوئے ضوابط اور قواعد کے لیئے دس لاکھ بھی نہ دیں گے۔ خلاف قانون محاصل کے سوال کے ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی ہیمپڈن بھی اسکے استیصال کے لیئے اُٹھ کھڑا ہوگا" خلاف قانون محاصل کا سدباب کرنے کے لیئے انجمنیں قائم ہوئیں۔ تمام ملک کا دورہ کرنے کے لیئے شورش پسندوں اور اُکسانے والوں کا ایک گروہ ان تھک لافایت (Lafayette) کی سرکردگی میں اُٹھ کھڑا ہوا تالے ران کے مکان پر بیرن لوئی کی طرح جہاں دیدہ مدبرین سلطنت کا اجتماع ہوا جنھوں نے دنیائے صحافت کے درخشاں
۱۷۲ تاروں، مِنیئے (Mignet) اور تی ایر (Thiers) سے ہمدوش ہو کر جماعت آرلین کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ فرانسیسیوں کی جودت طبع نے اس قسم کے تاریخی اور مماثل واقعات کی جستجو کرنی شروع کر دی جن سے مسئلہ مخصوصہ پر روشنی ڈالی جاسکتی تھی۔ ۱۸۱۴ء میں مسٹنگ ڈیوک آف البیمارل (Albemarle) کا نام ہر کہ و مہ کی زبان پر تھا، اسوقت ۱۶۸۸ء کے انقلاب جسکا رستم داستان ولیم آف آرنج تھا اور پارلیمنٹی ملوکیت کا تذکرہ زبان زد خاص و عام تھا۔ لیکن بادشاہ اور اسکے وزرا اسکی اہلیت ہی نہیں رکھتے تھے کہ وہ گزشتہ واقعات یا موجودہ آثار یا علامات سے کوئی سبق حاصل کر سکیں۔ انکا خیال تھا کہ ایوان میں جس طرح گورنمنٹ کی مخالفت کی جا رہی تھی

وہ مجرمانہ بد دماغیوں کا نتیجہ ہے۔ سنہ ۱۸۳۰ء کے دور کا افتتاح کرتے ہوئے، بادشاہ نے تخت شاہی سے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس قسم کی طاقت حاصل کرسکوں گا جس سے ان مجرمانہ نقل و حرکت کا انسداد ہو جائے گا جو میرے لئے سدِّراہ ہوتی ہیں " فرانس کے جذبات اور معقولات جسے نظام حکومت کا سنگ اساسی کہنا چاہیئے "، کے خلاف جس ناروا بے اعتباری کا اظہار کیا گیا تھا اسکے خلاف ایوان سے نہایت وقار آمیز لہجے میں صدائے ناراضگی بلند کی گئی خطبۂ صدارت میں آگے چلکر یوں گلفشانی کی گئی تھی " تم لوگوں کو اس سے صدمہ پہنچا ہے، کیونکہ اس سے انکی ذلت اور اہانت مترشح ہوتی تھی، اور چونکہ اس سے انکی آزادی خطرے میں پڑ جاتی تھی اس لئے وہ مضطرب اور مشوش تھے " اسکا جواب حاصل کرنے کے لئے ایوان کی کارروائیاں دوسرے جلسہ تک کے لئے ملتوی کردی گئیں۔ اب بحث وزارت کی نہیں رہ گئی تھی بلکہ ملوکیت کی تھی۔

**الجزائر پر فرانس کا حملہ مئی سنہ ۱۸۳۰ء**

بیرونی فتوحات کے پے در پے حاصل ہونے سے گورنمنٹ کا رویہ ایک حد تک متیقن اور مستقل ہو گیا اور یہ توقع کیجاتی تھی کہ ان فتوحات کے طفیل میں، حکومت کی اس نامقبولیت اور بدنامی کی، جو اسے وطن میں (دار السلطنۃ میں) پیش آرہی تھی، پردہ پوشی ہو جائے گی۔ ۲۵ مئی کو ایک مہم وزیر جنگ جنرل بورموں کی سرکردگی میں الجزائر کے لئے روانہ ہوئی جسکا بظاہر یہ مقصد تھا کہ وے (صوبہ دار الجزائر) نے فرانسیسی قونصلوں کی جو اہانت کی تھی اسکی سزا دی جائے۔ فرانس ایک عرصے سے بحیرۂ روم کی ہر دو جانب اپنی سطوت اور اقتدار کا سکہ بٹھانے کا خواب دیکھ رہا تھا اور اسے اب ایک ایسے حیلے کے ہاتھ لگ جانے سے نہایت خوشی تھی جسکے متعلق یہ توقع تھی کہ اس سے دول یورپ کی ہر قسم کی عملی مخالفت پر اوس پڑ جائے گی، افریقہ کی شمالی سرحد پر اسلامی ریاستیں قانوناً ترکی ممالک میں شمار کی جاتی تھیں۔ اب فرانسیسی کابینہ نے اس خیال سے کہ اسکی ریشہ دوانیوں سے یورپ کے کان نہ کھڑے ہوں اور کچھ اپنے فعل کو قانوناً حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اس نے باب عالی سے

دست اندازی کی اجازت طلب کی اور دوسری طرف محمد علی والیِ مصر کو اس مہم میں دوش بدوش کھڑے ہونے کی دعوت دیدی۔ اس میں دو فائدے ۱۷۳ تھے اول تو اس مہم کو جنگ صلیبی کا رنگ نہیں دیا جاسکتا تھا اور دوسری طرف رودِ نیل پر فرانسیسی اقتدار قائم ہو جاتا تھا۔ برطانوی حکومت کے کان کھڑے ہوئے یہ تو بہر حال صحیح ہے کہ اسے ایک ایسے بادشاہ کے خلاف کسی تعزیری مہم کے بھیجے جانے پر اعتراض نہیں ہو سکتا تھا جس نے ایک فرانسیسی قونصل کی اہانت کی ہو لیکن محمد علی پر کچھ ایسا سیاسی دباؤ ڈالا گیا کہ اس نے اس مہم میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا اور یہی نہیں بلکہ حکومت برطانیہ نے پہلے ہی سے، فرانس کے اس منصوبے کے خلاف کہ وہ بحیرۂ روم کے جنوبی سواحل پر نوآبادیوں کی کوئی سلطنت قائم کرے صدائے ناراضی بلند کی۔ ولنگٹن جسکو ہندوستان تک تجارتی شاہراہیں کھول دینے کی جی سے لگی ہوئی تھی بحیرۂ روم کو ایک فرانسیسی جھیل میں تبدیل کرنے کے ارادے سے اس درجہ مضطرب تھا کہ وہ اس دلیل کو بھی تسلیم نہ کرسکا کہ فرانس کی ہر نوآبادی جو اُن موجوں کی آغوش میں ہوتی، انگریزی بحری طاقت کے لیئے ایک نئی "ضمانت" کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس طور پر فرانسیسی مہم کو اس شرط پر روانگی کی اجازت دی گئی کہ وہ افریقہ کو اپنی نوآبادیوں کا گہوارہ نہ بنائیگا ۲۸ جولائی کو "دسے" کی حکومت کا دفتر الٹ دیا گیا۔ فرانس کی سنان و شمشیر پر شہرت کے چار چاند لگ گئے اور اس مہم کے نامراد انجام کو طاق نسیان پر رکھ دیا گیا جو اسکے قبل موریا بھیجی گئی تھی اور افریقہ میں جدید فرانسیسی سلطنت کی ابتدا اور قیام پر پیرس کے تمام صحائف نے فتح و نصرت کے ترانے چھیڑ دیئے۔ پولی نیاک نے فرانسیسی فتح و ظفر کو پہلے ہی سے متیقن سمجھ کر ۱۶ ستمبر کو ایوان کو درہم برہم کر دیا تھا اور تمام مسائل ملک کے سامنے پیش کیئے الجزائر کے قطعی طور پر مسخر اور مغلوب ہونے کی خبر اتنے توقف کے بعد فرانس پہنچی کہ اسکا اثر انتخابات پر نہیں ہو سکتا تھا لیکن بہر حال یہ مشتبہ ہے کہ اسکا اثر حلقہ ہائے انتخاب کے فیصلے کو تبدیل کر سکتا تھا۔ ۲۴ مئی کو بیرن ماتوزیوک نے لکھا۔

"اگر میری آواز آہنیں ہوتی اور سوز بانیں ہوتیں پھر بھی اُن الفاظ کو نہیں ادا کرسکتا تھا جو وزارت کی نااہلیت، اسکی دلیرانہ کمزوریوں اور اس ابتلائے عظیمہ کے متعلق جسکا وہ انتظام کر رہی تھی، اُن لوگوں کے نوک زبان تھے جو ملوکیت کے پرستاروں میں سے تھے"

جدید ایوانوں میں جماعت مخالفین کا زور بڑھ گیا، اگر بادشاہ ضد پر آجاتا تو پھر دستوری تغیرات کا راستہ مسدود ہو جاتا۔

منشور شاہی کی دفعہ چہار دہم کی رو سے بادشاہ کو سلطنت کے تحفظ اور استحکام کے لیئے ضروری قوانین اور ضوابط وضع کرنے کا اختیار ۱۷۴
حاصل تھا۔ وزراکے ترتیب دینے سے بادشاہ کو یہ یقین آگیا یا اس نے یہ ظاہر کیا کہ اسے اسکا یقین تھا کہ مختلف جماعتوں کی "جربانہ (معافی النقل وحرکت" کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ کرنا بیجا نہیں ہے کہ اب آخری لمحات آگئے ہیں۔

"ضوابط اربع"
۲۵ جولائی ۱۸۳۰ء

اس لیئے اس نے ۲۵ جولائی کو چار ضوابط شائع کیئے جس سے صحائف کی آزادی سلب، ایوان برخواست اور جدید پارلیمنٹ طلب کی گئی تھی اور رائے دہی کے حق کے اصول میں ترمیم تنسیخ کردی گئی تھی جسکی رو سے یہ پارلیمنٹ منتخب ہونے والی تھی۔ لیکن گورنمنٹ کی سادہ لوحی کا کرشمہ دیکھیئے اُس نے اس خودسرانہ فعل کی حمایت یا استعانت کے لیئے کسی قسم کے جبر و استبداد کا انتظام نہیں کیا، مخالفت کا کوئی اندیشہ نہ تھا گو دنیا سمجھ رہی تھی کہ ملکی انقلاب ہونے والا ہے۔ اور زارہ اور میٹرنخ دونوں بادشاہ سے عرض معروض کر رہے تھے کہ اس کشاکش کو انتہا تک طوالت نہ دینی چاہیئے۔ تمام پیرس میں صرف چودہ ہزار ناتجربہ کار، غیر معتبر فوج بغیر کسی نظام کے مختلف مرکزوں پر منتشر تھی سالار فوج مارشل مارمون کی آگاہی کے لیئے صرف یہ تمسخر انگیز اطلاع ڈیوک آنگولیم کے یہاں سے موصول ہوئی کہ افواج کو مسلح رکھنا چاہیئے [۱] ممکن ہے کہ کچھ کھڑکیاں اور دریچیاں توڑ پھوڑ دی جائیں۔ اس انتہائی غفلت شعاری سے اس آہنیں عزم اقلیت کو

[۱] یادداشت گریویلی جلد دوم صفحہ ۳۰ (اشاعت ۱۸۸۸ء)

موقع مل گیا جسکے تصرف سے پیرس کے انقلابات ہمیشہ کامیاب ہوکر رہتے ہیں۔ جسوقت ضوابط شائع ہوئے ہیں اسوقت تک نائبین جمع نہیں ہوئے تھے۔ لیکن فوراً ہی انکی کچھ تعداد جمع ہوئی اور اظہار ناراضی کی یادداشت مرتب کی۔ اسی دوران میں چند صحافت نگار جنہیں تی اَیر ( Thiers ) سب سے نمایاں تھا، جمع ہوئے جنھوں نے متحدہ مساعی کا آپس میں قول وقرار کیا۔ لیکن اصلی انقلاب نہ تو نائبین کی مساعی کا شرمندہ احسان تھا اور نہ جرائد نگاروں کی تگ و دو کا رہین منت ! بلکہ یہ اس جماعت جمہوریہ کی کوششوں کا نتیجہ تھا جس نے گوڈفرائے کاوے نیاک ( Gode froy covaignac ) کی سرکردگی میں اپنی ریشہ دوانیاں طلبا اور مزدوری پیشہ طبقے میں پھیلادی تھیں اور جنکا نشان انقلاب کا سہ رنگ علم تھا۔ یہ لوگ محض اس بات کے منتظر تھے کہ کوئی مناسب موقع ہاتھ آجائے تو اس حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے جس سے وہ متنفر تھے؛ پیرس میں اب بھی تنگ اور پرپیچ وخم گلیاں تھیں جن پر کنکر پتھر بچھے ہوئے تھے اور جنھیں اکھٹا کرکے ایک پشتہ بنا دیا جاسکتا تھا، پھر عوام کو اس بات کی فکر نہ تھی کہ ان کے خلاف سپاہیوں کے قدم عرصے تک جمے رہیں گے کیونکہ باوجود اس سطوت اور جبروت کے جو انھیں اسپین، یونان اور الجزائر کی سرزمین پر حاصل ہوچکی تھی انکے قلوب پر سہ رنگ علم کا نقش ایسا سطحی نہ تھا کہ بوربون کی سوسَن ۱۷۵
(خاندان بوربون کا نشان ملوکی) کے سامنے بالکل نقش برآب ثابت ہوجاتا۔

**پیرس میں "انقلاب" جولائی سنہ ۱۸۳۰ء**

۲۷ جولائی کو گلیوں میں دست بدست لڑائی شروع ہوئی، فوجیں گرسنہ اور خستہ حال پہروں کھڑی انتظار کرتی رہیں؛ آخر سنگریزوں کی بوچھار سے کچھ اس درجے پریشان ہوئیں کہ بغیر کسی جوش وخروش کے اظہار یا موثر مدافعت یا اقدام کے پسپا ہونی شروع ہوگئیں ۲۸ جولائی کو باغیوں نے ایوان بلدی پر قبضہ کرلیا اور فوج نے پیرس کا مشرقی حصہ خالی کردیا۔ ۲۹ جولائی کو بلوائیوں نے مغربی حصے پر تاخت کی اور قصر لوور ( Louver ) پر حملہ کردیا اور قصر ٹوئلری ( Tuileries ) میں

سوئیس گارڈس سے گتھ گئے۔ لائن کی فوجوں نے بالکل تنگ آکر آخر کار
رعایا سے بھاگ جانے کا چارہ کر لیا۔ بقیہ افواج نے پیرس خالی کر دیا ؎

اس مدت کا زیادہ حصہ بادشاہ نے، اُن واقعات سے
بالکل بے خبر رہکر قصر رامبوئی اے ( Rambouillet ) میں گزارا۔
فوج کو بغیر کسی قسم کا حکم دیئے ہوئے یا انکی ہمت افزائی کیئے ہوئے اس نے
انھیں خیرباد کہا اور دوسرے دن جبکہ وہ بالکل خستہ حال ہو رہی تھیں، اس نے
مارموں کے پاس محض یہ فرمان بھیجدیا کہ لڑائی جاری رکھی جائے! اور ۲۹ جولائی کو
جب اسکے پاس یہ پیغام پہنچا کہ "سب کچھ طے تمام ہو گیا" تو اُس نے
یہ خیال کیا کہ یہ فوج شاہی کی فتح و نصرت کا اعلان تھا! آخر کار جب اس پر
حقیقت کا انکشاف ہوا اور (ازراہ کرم) اس نے صنوابط کو واپس لے لینے کا
ارادہ کیا تو اسوقت پانی سر سے گزر چکا تھا۔ ایوان بلدی میں لوگوں کی
جان و مال کی حفاظت کے لیئے ایک کمیشن مقرر کیا جا چکا تھا اور اس نے
نیشنل گارڈ (محافظین ملی) کا دستہ قائم کر کے لافایت کی سرکردگی میں
دیدیا تھا۔ جب بادشاہ کا سفیر گفت و شنید کا آغاز کرنے کے لیئے آیا ہے۔ تو
اسکی کوئی شنوائی نہیں ہوئی اور وہ واپس کر دیا گیا ؎

اب پیرس میں دو جماعتیں ہو گئی تھیں اور دونوں انقلاب میں شریک
تھیں لیکن انکے مقاصد بعیدہ مختلف تھے۔

**پیرس میں گروہ بندی**

ایوان بلدی میں جو ہنگامی حکومت لافایت کی
سرکردگی میں قائم ہوئی تھی اسکی ہمدردی جمہوریت سے
تھی اور ایوان پارلیمنٹ کے باقی ماندہ اراکین جنکا لیڈر ساہوکار لافٹ
( Laffitte ) اور صحیفہ نگاروں کا وہ گروہ تھا جو پیرس کی اس تحریک کو
اُبھار رہے تھے شہر کے مغربی حصے میں رونما تھے ایسے ملوکیت کے حامی تھے
جو انقلاب کے "سہ رنگے" علم کو قبول کرے یا بہ الفاظ دیگر وہ انقلاب
(فرانس) کے تمدنی اور سیاسی مطمح نظر سے اپنی ہستی کو وابستہ کر دے۔ ۱۷۶
تی ایر ( Thiers ) نے جو اعلان شائع کیا تھا اس میں حالات حاضرہ کا نقشہ

نہایت خوبی سے کھینچا تھا۔ چارلس وہم سے کوئی توقع نہیں کی جاسکتی تھی اور یہی حالت حکومت جمہوری ، کی تھی کیونکہ اس سے اتحاد یورپ ، کی مداخلت لازمی ہو جاتی تھی جسکا فرانس جو "خطرناک فرقہ بندیوں" سے چھلنی ہو رہا تھا کسی طرح سے سدّباب نہیں کرسکتا تھا۔ ایسی حالت میں صرف ایک راستہ کھلا تھا۔ **ڈیوک آف آرلینس** وہ شاہزادہ تھا جو میدان ژیماپ ( Jemmapes ) میں انقلاب ( فرانس ) کی حمایت میں داد شجاعت دے چکا تھا۔ وہ تاج سہ رنگ کو زیب فرق کرنے کا اس لیئے بہترین حق رکھتا تھا کہ وہ اسے پہلے سے لگائے ہوئے آگ و پانی سے گزر چکا تھا، وہ رعایا کے حکم پر سر تسلیم خم کرنے کے لیئے موجود تھا اور منشور کے ساتھ اسکی وفاداری کی بہترین ضمانت یہ تھی کہ وہ اپنے تاج کو رعایا کی طرف سے ہدیہ سمجھتا تھا۔

**لوئی فلپ**
**ڈیوک آف آرلینس**

لیکن **لوئی فلپ** کی حالت یہ تھی کہ وہ بکمال دانشمندی، ان تشویشناک حالتوں کی ابتدا ہی سے، ساکت اور خاموش تھا اور اب جبکہ جنگ کے توقعات معرض وجود میں آچکی تھیں لافت ( Laffitte ) اور تی ایر ( Thiers ) کی سرکردگی میں ایک وفد نوئیلی جہاں فلپ عزلت گزیں تھا بھیجا گیا، اور جہاں سے اسے سمجھا بجھا کر پیرس لایا گیا قصر شاہی میں متمکن ہو کر اس نے سلطنت کے لفٹننٹ جنرل کے منصب کو قبول کر لینے پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور اسوقت تک جب تک ایوان کے قیام وانعقاد کا کوئی بند وبست نہ ہو جائے اس نے حسب منشاء منشور شاہی حکمرانی کرنے پر اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔ ایک نیا اعلان جسے ایکبار گیزو نے مرتب کیا تھا، بدیں مضمون شائع کیا گیا کہ ڈیوک آف آرلین کو فوجی اور آئینی مقاصد سے انتہائی وابستگی تھی **ڈیوک** نے اس اعتقاد راسخ کا ایک مرتبہ اور اظہار کیا کہ وہ عامۃ الناس کے حقوق کا احترام کریگا کیونکہ وہ اپنے حقوق کا مالک خود انھیں کے طفیل سے ہوسکتا تھا۔ یہ ۳۰ جولائی کا واقعہ ہے۔ ابھی ایوان بلدیہ کی جمہوریت پرست جماعت کو رضامند کرنا رہ گیا تھا۔ ان لوگوں کا

عقیدہ تھا کہ اسوقت یورپ کی جو کیفیت تھی اور خود فرانس میں عامۃ الناس کا لب ولہجہ جیسا کچھ تھا، اس کی موجودگی میں انکے نصب العین کا انجام پذیر ہونا محال تھا۔ انکی پسپائی کو بالکل منقطع کر دینے اور انکی خودرائی اور خودنمائی کو محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک طرح کا عجوبہ ( Coup de theatre ) ترتیب دیا گیا۔ ایک سہ رنگ شالی رومال جسم پر لپیٹا ہوا آگے آگے طبل نواز، عقب میں نائبین اور جریدہ نگاروں کا مختلف الہیئت گروہ اس شکل سے فلپ۔ پیرس کی گلیوں سے ہوتا ہوا ایوان بلدیہ پہنچا، وہاں پر تمام مجمع کے سامنے لافایت ( Lafayette ) نے جسے انقلاب (فرانس) کا "مجسم اوتار" کہنا چاہیئے اور جسے جدید فرانس کے کیٹو خورد بننے کی تمنا تھی، لوئی فلپ کی ذات کو "ملوکیت طبقہ متوسطین" کے اعتقادات کا مظہر سمجھکر اُسے گلے لگایا۔ فرانس کے عام لوگوں کے لیئے یہ منظر اتنا ہی تشکر نواز تھا جتنا لافایت ( Lafayette ) کی تشنہ دوام خودنمائی اور خودپسندی کے لیئے سرمایہ راحت! اس کے بعد جس جوش وخروش کا سیلاب اُمڈا، اس میں چارلس دہم کی کدوکاوش کا کسی کو خیال بھی نہ آیا جو اپنے خاندان کو محفوظ اور مامون رکھنے میں اس سے ظہور پذیر ہوئی! اس نے ڈیوک آف آرلینس کا تقرر بحیثیت لفٹننٹ جنرل منظور کر لیا اور آخر میں تخت وتاج اپنے پوتے ہنری پنجم (کونٹ شامبورڈ) کو تفویض کر کے خود کنارہ کش ہوگیا اور اس دوران میں فلپ کو متولی سلطنت مقرر کر دیا گیا۔ ۱۷۷
لیکن یہ سب بے سود ثابت ہوا۔

**لوئی فلپ شاہ فرانساویان۔**

ایوان نے قوم سے اذن لیئے بغیر چارلس دہم کے تخت وتاج سے کنارہ کشی کو امر مسلمہ تسلیم کر کے لوئی فلپ کے فرانس نہیں بلکہ فرانسیسیوں کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ چارلس دہم نے جو اسوقت اپنے محافظین کے ساتھ رامبوئی اے ( Rambouillet ) میں مقیم تھا، اسکے تدارک کی مطلق کوشش نہ کی۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ اب تقریباً پانی سر سے گزر چکا ہے تو

پھر بصد تمکین، سواحل سمندر کی طرف مراجعت کرنی شروع کردی یعقب میں اس کے مصاحبین تھے اور جلو میں محافظین کی پیدل سپاہ، سوار اور توپخانہ تھا۔ جدید حکومت نے اسکی روانگی میں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی، محض ایک دستہ اسکی نقل وحرکت پر نگاہ رکھنے کے لیئے البتہ بھیجدیا، مفتوح اور مغلوب بادشاہ نے مینتے نون ( Maintenon ) پر اپنی فوج کے بڑے حصے کو خیرباد کہا، تقریباً ۲۰۰ اسپاہ کی معیت میں شربورگ ( Cherbourg ) پہنچا اور وہاں سے ۱۶ اگست کو انگلستان کے لیئے روانہ ہوگیا ؛

**ملوکیت جدیدہ کے خصائص ۔**

اگر سیاسی تماشاگاہ سے چارلس دہم کی رحلت پرتمکین تھی تو اسکا اطلاق لوئی فلپ کے ورود پر بمشکل ہوسکتا ہے، اگر خود اس جگہ کو لغزش ہے جس پر قدم جمے ہوئے ہیں تو پھر "پرتمکین" قیام کا تخیل کیسا! فرانسیسیوں کے جدید فرماں روا کا قیام پھسلواں زمین پر تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اگر عوام کے ہنگامہ خیز مظاہرے، عامۃ الناس کی سنجیدہ منشی کا معیار ہوسکتے ہیں تو پھر اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ فرانس نے خاندان شاہی کی اس تبدیلی کو بالکل یک دل ہوکر اور بغایت گرم جوشی کے ساتھ منظور کرلیا تھا لیکن ابتک کوئی استشارہ ( Plebiscite ) عامۃ الناس کی جانب سے نہیں حاصل کیا گیا تھا جس سے حکومت کا مدار "رضائے عام" پر تیقن ہوجاتا ایوان اکثریت کو، جس نے لوئی فلپ کو منتخب کیا تھا، اس قسم کا کوئی فرمان نہیں حاصل ہوا تھا۔ اس طور پر گویا جدید بادشاہ نے تاج سلطانی کو براہ راست رعایا کی مرضی اور منظوری سے ۱۷۸
زیب فرق نہیں کیا تھا بلکہ یہ سب کچھ تاسے ران کی ریشہ دوانیوں، پارلیمنٹی جماعت مخالفین کے سرگروہ کی حیثیت سے لافت ( Laffitte ) کی ہدایت، اور ایوان بلدیہ میں لافایت ( Lafayette ) کے ولولۂ تماشاگری کا تصرف اور فیضان تھا۔ فلپ کو وہ نام نہاد استحقاق ( ملوکیت ) بھی نہیں حاصل تھا جس نے ۱۶۸۸ء کے انقلاب میں، ولیم سوم کے غاصبانہ طور پر

حکمراں بنجانے کی پردہ پوشی کی تھی - جن لوگوں نے اسکو اپنے ووٹ دیئے انھوں نے بہ نظر احتیاط اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ انکے اس فعل کا محرک اسکا بوربون ہونا نہ تھا بلکہ اسکے بوربون ہونے کے باوجود وہ اسکی موافقت میں ووٹ دے رہے تھے - اور منشور شاہی میں جو جلدی میں مرتب کیا گیا تھا بجائے اسکے مسودہ حقوق ( Bill of Rights ) کی گزشتہ مفروضہ مثال کو پیش نظر رکھا جاتا جسمیں حاکم و محکوم کے تعلقات باہمی نہایت صراحت کے ساتھ درج کیئے گئے تھے - شاہی حقوق کے خلاف مزید کاٹ چھانٹ کی گئی لیکن آیندہ چلکر خواہ کسی قسم کے قواعد اور اصول کیوں نہ تراشے جاتے یہ مسلمہ تھا کہ لوئی فلپ کی حکمرانی کا سنگ بنیاد رعایا کی رضا پر تھا - ابتداءً اور عملاً اسکے یہ معنی تھے کہ اسکا انحصار پیرس والوں کے وہم و ترنگ پر تھا اسکے لیئے ضروری تھا کہ بادشاہ جمہوریت کا پرستار نظر آئے - چارلس دہم لااپنی نوع سے ارفع خیال کیا گیا اور تاج پوشی کی رسم کے موقع پر ) اسکے سر پر کلووس کے پاک روغن کا آخری خطرہ ڈالا گیا - ایک معمولی فراک کوٹ زیب تن اور ایک اونچی ریشمین ہیٹ جو طبقۂ متوسطین میں مروج تھی زیب سر کیئے ہوئے، شہری بادشاہ نہایت نمایاں انکسار اور نیازمندی کے ساتھ پیرس کی گلیوں میں گھومتا تھا - اس نے اپنے لڑکوں کو یا تو پبلک اسکول میں داخل یا پرائیوٹ سپاہی کے طور پر محافظان ملی میں شامل کرا دیا فی الحال وہ قصر ٹولی ٹری ( Tuileries ) سے بچکر نکلتا تھا اور صرف اس قصر شاہی میں، جسکے ساتھ انقلاب ( فرانس ) کی متعدد فتوحات کی روایات وابستہ تھیں، فروکش تھا - یہاں پر اسکی حفاظت صرف پیرس کے وردی پوش شہری کرتے تھے اور یہیں وہ اپنا عمومی دربار منعقد کرتا تھا اور ہر روز فرانس کی مختلف جماعتوں اور میونسپلٹیوں کے وفد کو شرف باریابی دیتا اور سب سے نہایت گرمجوشی کے ساتھ ہاتھ ملاتا - یہ ایک منظر تھا جو بجائے پیرس کے واشنگٹن میں زیادہ عام تھا - لوئی فلپ پہلا بوربون نہ تھا جسے حکومت و حکمرانی کی نمود و نمائش سے زیادہ عزیز حقیقت اور واقفیت تھی ! لیکن اسوقت جو مسئلۂ ملوکیت جدیدہ کے سامنے تھا وہ بغایت پیچیدہ اور مشکل تھا - اپنی بنیاد کو

**دول یورپ اور لوئی فلپ**

مضبوط کرنے کے لیئے یہ ضروری تھا کہ وہ یورپ کو فرانس کے عام رجحان کے ساتھ ایک نقطے پر مجتمع کردے۔ اور ان کو متحد الخیال بنادے لیکن ان دونوں میں بُعد المشرقین تھا۔ دول عظمیٰ نے البتہ اس تمام واقعے کو ایک امر مسلمہ تسلیم کرنے میں ایسی آمادگی ظاہر کی جسکی توقع نہ تھی۔ یہ خبر جسوقت پیرس سے یک بیک موصول ہوئی ہے اسکی ناگہانیت کا پہلا اثر ۱۷۹
یہ ہوا کہ تینوں مشرقی طاقتوں نے متحدہ طور پر علیحدگی اختیار کرلی اور اس بات پر اتفاق کرلیا کہ لوئی فلپ کو بادشاہ تسلیم کریں گے اور اگر فرانس سے کسی قسم کی زیادتی ظہور پذیر ہوئی تو سب متفقہ طور پر اسکا انسداد کریں گے۔ انگلستان میں تو لارڈ ابرڈین نے بہانتک کہدیا کہ اب وقت آگیا ہے جب صلحنامہ شوموں کا نفاذ کیا جائے۔ تھوڑی دیر کے لیئے تو یہ معلوم ہونے لگا کہ محض تھوڑے تغیر وتبدل کے ساتھ ۱۸۱۵ء کی تاریخ پھر دھرائی جانے والی ہے۔ لیکن یہ فوراً معلوم ہوگیا کہ محالفہ مقدس کا وجود ایک "تقویم پارینہ" سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور صلحنامہ شوموں محض ایک دستاویز ہی دستاویز تھا، تاریخی دلچسپیوں سے لبریز! اور یہ بمشکل گوارا کیا جاسکتا تھا کہ فرانس کی گردن میں پولی نیاک[۱] ( Polignac ) کا طوق گراں ڈالدینے کے لیئے تمام یورپ میں خون کی ندیاں بہادی جائیں، لوئی فلپ کو نپولین کا دل و دماغ کہاں میسر تھا جو انقلابی عناصر کی حشر انگیزیوں کو کسی فلک پیما حوصلے کے تار و پود میں منتقل کرسکتا۔ میٹرنخ نے جسکی شہرت کو ۱۸۲۹ء کی روسی فتوحات کی وجہ سے بُری طرح صدمہ پہنچ چکا تھا، مشرق کی تینوں حکومتوں میں اور زیادہ گہرے تعلقات قائم کردینے کی صلاح اس لیئے دی تھی کہ اس سے کچھ تو وائنا اور سینٹ پٹرس برگ کی حکومتوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہوجائیں گے اور اس طور پر اسکے موضوعہ نظام (سسٹم)

[۱] ٹالوسے دِکس کی رائے (مارٹنس جلد یازدہم صفحہ ۲۳۴)

کو بھی تقویت پہنچے گی اور کچھ یہ بھی خیال تھا کہ اس سے دول متحدہ کے
کسی ایسے ارادے کا سدباب ہوسکے گا جسکی وجہ سے فرانس، اٹلی پر
دست تطاول دراز کرنا گوارا کرتا، لیکن شہنشاہ نکولس کی مشہور معروف
ہمدردی اس امر کی ضامن تھی کہ وہ "اصول استحکام" پر ثابت قدم رہے گا
اور اگر فرانس سے کسی قسم کی سنگین کارروائی کا کبھی اندیشہ ہوتا تو پھر
آسٹریا[1] کے ہاتھ میں نپولین کے فرزند اور جانشین، نوجوان ڈیوک رائخ شٹاٹ
کا نہایت کارگر اسلحہ موجود ہی تھا۔ آسٹریا اصول کو مصلحت اندیشی کی بنا پر
نظر انداز کرسکتا تھا اور "انقلاب جولائی" کے نتائج کو تسلیم کر سکتا تھا۔
پروشیا جسکے طرز عمل کا مدار ہر اس جنگ پر تھا محالفۂ مقدس کی احیاء کا
مخالف تھا کیونکہ اسے اس امر کا خطرہ تھا کہ اس سے صرف فرانس ہی نہیں
بلکہ انگلستان بھی علیحدہ کردیئے جائیں گے اور اس طور پر تمام یورپ متخاصمین
کے گروہ میں منقسم ہوجائے گا۔ اس نے جدید بادشاہ کو نہایت کشادہ پیشانی
کے ساتھ تسلیم کرلیا اور فرانس کو اس سلسلے میں منسلک کردیا جسکی روسے ۱۸۰
اُن تمام حقوق کو ویسا ہی مسلم اور محفوظ رکھا جانے والا تھا جیسا جنگ کے
پہلے[2] تھا۔ صرف شاہنشاہ نکولس ایسا تھا جو محالفۂ مقدس کی اسپرٹ میں
انقلاب سے دست و گریباں ہونے کے لیئے بقول خود "تیار تھا"، لیکن
اسکے مشیروں اور صلاح کاروں نے اس سے درخواست کی کہ وہ روس
کے اغراض و مقاصد کو محض ایک "واہمہ" کے لیئے قربان نہ کردے
اُنھوں نے کہا کہ الگزنڈر اول کی سیر چشمیوں سے فرانس بہر نوع استوار و
مستحکم ہوکر اور اپنی گزشتہ آزادی کو ایک مرتبہ پھر حاصل کرکے روس کا
فطری رفیق بن چکا تھا اور روس کے سیاسی تار و پود اور فطری نمو کے لیئے
یہ ضروری تھا کہ اسکی اول درجے کی طاقت کی حیثیت کو بحال رکھا جائے اور اگر

[1] مارٹنس جلد چہارم حصہ اول صفحہ ۴۲۴ -
[2] ہیلی برانڈ جلد اول صفحہ ۱۷۴ -

کہیں ایک دفعہ بھی کسی جدید کولیشن نے اسکا شیرازہ بکھیر دیا تو پھر اسے زندگی کے دن بھی دیکھنے نصیب نہ ہوں گے وزرا نے ایک طرف سے دباؤ ڈالنا شروع کیا، دوسری طرف سے اسکے حلیفوں نے رفاقت چھوڑنی شروع کی، بالآخر چار ناچار نکولس نے فرانسیسی بادشاہ کی حیثیت تسلیم کرلی اور "انقلابی اسپرٹ کے لیئے یہ رعایت" اس نے نہایت احتیاط اور تامل کے ساتھ گوارا کی۔ اور وہ بھی محض اس شرط پر کہ تمام دول یورپ، لوئی فلپ کو اس بات کا ذمہ دار بنائیں کہ وہ فرانس کی طرف سے ان تمام بین الاقوامی شرائط اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھائے جو ۱۸۱۴ء و ۱۸۱۵ء کے صلحنامجات کی رو سے اس پر عائد ہوتے تھے[1]۔ فی الحقیقت اس امر کو تمام حکومتوں نے بشمول انگلستان مجموعی طور پر نہیں بلکہ فرداً فرداً تسلیم کرلیا تھا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی تھی کہ بادشاہ کے دوگونہ تعلقات تھے، ایک تو اپنی رعایا کے ساتھ اور دوسرے "مشارکت یورپ" سے حتیٰ کہ وہ لوگ جو اول الذکر حالت میں کسی قسم کی دست اندازی کرنے سے تامل کرتے تھے، اس بات کے قائل تھے کہ لوئی فلپ نے چارلس دہم کا تاج زیب سر کر کے ان تمام صلحنامجات کے شرائط اور حقوق کا اپنے آپ کو ذمہ دار بنا لیا تھا جنکو یورپ کا منشور اعظم کہنا چاہیئے اور جب تک وہ اس حقیقت کو تسلیم نہ کرلے اسے فرمانفرمائی کا حق تفویض نہیں کیا جا سکتا تھا۔ القصہ شاہ فرانس کے سر پر تاج شاہی محض رعایا ہی کی رضامندی سے نہیں رکھا گیا تھا بلکہ اس میں دول یورپ کی رضامندی اور منظوری بھی شامل تھی ؛

رہا لوئی فلپ وہ تو اس امر پر قانع تھا کہ اسے ایسے ملک کی شہریاری نصیب تھی جو "صفحۂ یورپ کا سب سے زیادہ خوبصورت نقش تھا" اور وہ ہر قسم کی ضمانت دینے کے لیئے تیار تھا لیکن وہ آوازۂ خلق جو اسکے

---

[1] مارٹنس جلد ہشتم صفحہ ۱۷۱۔

تخت شاہی پر متمکن ہونے کا باعث ہوا۔ جو یورپ کی سیاسی حالت سے ناواقف، محض اس بات کا معتقد تھا کہ فرانس کا مشن تمام دنیا کو نجات کا راستہ دکھانے کا تھا، ایک انقلابی جہاد کے لیئے غلغلہ بلند کر رہا تھا۔

**بادشاہ اور فرانس میں انقلابی تبلیغ۔**

یہ استبدادی رویہ محض عوام تک نہیں محدود تھا۔ ۱۸۱
اعتدال پسند اور ذمہ دار مدبرین سلطنت بھی اسی خیال کے موافق تھے کہ فرانس کے لیئے وہ وقت آگیا تھا جب وہ اگر رائن، آلپس اور پیرینیز اپنے "قدرتی حدود" کو از سر نو نہ حاصل کر سکے تو کم از کم اُن ممالک کے کچھ حصوں پر قبضہ کر لے جو ۱۸۱۵ء میں ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ بادشاہ کے مشیروں میں صرف ٹالےران ایسا تھا جس نے یہ بات محسوس کی تھی کہ فرانس کی اصلی پالیسی یہ نہ تھی کہ اپنے استبدادی رویئے سے "یورپی فوجی اتفاق" کو از سر نو زندہ کر کے اپنے خلاف لا کھڑا کرے، بلکہ جس طرح وہ وائنا میں فائدہ اٹھا چکا تھا، اصلی پالیسی یہ تھی کہ وہ نفرت انگیز "اتحاد اربعہ" کو ہمیشہ کے لیئے فنا کر دینے کے لیئے حکومتوں کے باہمی رشک و رقابت سے فائدہ اٹھائے اور اس طور پر فرانس کی مہلک علیحدگی، ( Isolation ) کا بھی ہمیشہ کے لیئے خاتمہ کر دے۔ اس نے خیال کیا کہ بطریق احسن یہ صرف اس طور پر تکمیل پا سکتا تھا کہ کسی اصول عمومی کی بنا پر انگلستان کے ساتھ رابطۂ اتحاد قائم کر لیا جائے کیونکہ یہی صرف ایک دوسری حکومت تھی جسے لبرل خیالات کا مؤید کہنا چاہیئے۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے بشرط موقع، اس نے اپنے عدیم المثال سیاسی تجربات کو بر سر کار لانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس خیال سے بادشاہ کو کلی اتفاق تھا۔ لیکن ایک ایسی نامقبول پالیسی پر اسوقت تک عمل درآمد نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک کہ ملوکیت جدیدہ فرانس کی سیاست خانگی کے متلاطم سطح کو ساکن اور ساکت نہ کر دے موجودہ حالت میں لوئی فلپ کو دو رخ قائم رکھنا پڑا، ایک تو دل یورپ کی جانب لگا ہوا تھا اور دوسرا رعایا کی طرف متوجہ تھا؛

"ملوکیت جولائی" کا استحکام اس حقیقت میں مضمر تھا کہ آغاز کار میں، تین جماعتیں، یعنی لنسبی، بوناپارٹی اور جمہوری باضابطہ طور پر مرتب نہیں ہوئی تھیں اور نہ انکے سامنے کوئی قطعی اور مکمل دستور العمل تھا۔ ان حالات کے ماتحت بالکل مختلف الخیال جماعتیں تخت شاہی کی حمایت میں صف بستہ ہوگئیں اور اس طور پر لوئی فلپ کے لیئے ان اسباب و علل کی سخت گیریوں سے بچنا ممکن ہوگیا جن سے چارلس دہم محفوظ نہ رہ سکا تھا یعنی بادشاہ کا کسی خاص نقطۂ نظر سے اپنے کو وابستہ کردینا۔ "ملوکیت جولائی" کی کمزوری باشندگان پیرس کی خود سرانہ طبیعتوں میں مضمر تھی اور اس میں نہ تو خود اتنی طاقت تھی اور نہ ایسے ذرائع حاصل تھے کہ وہ ان شورشوں کو فرو کرسکتی۔ اپنے دور فرمانفرمائی کے پہلے مہینے میں، جسکا لوئی فلپ کو خود اقرار تھا، اس نے جیسی کچھ
١٨٢ حکمرانی کی اسے لافایت کا فیضان کہنا چاہیئے کیونکہ "وہ دونیاؤں کا یہ رستم دوراں" پیرس کا مسجود اور دس لاکھ محافظان ملی، کا سالار اعظم تھا اور اسکے دست و بازو امن و عافیت کے نگہبان تھے۔ واقعات کی اس صورت نے ایک ایسی آئینی حالت پیدا کردی جو بجائے خود خصوصیات سے اتنی ہی لبریز تھی، جتنی غلو آمیز لیکن حقیقت آگیں کیفیات سے سرشار! انقلاب کے بعد بظاہر ایوانوں میں دو جماعتیں نمودار ہوگئی تھیں، جماعت ترقی اور جماعت دفاعی ( Party of Resistence ) کثرت تعداد کے اعتبار سے ان میں موخر الذکر استبدادی جماعت کو فروغ حاصل تھا، بادشاہ نے ایک ایسی وزارت کی تعمیر شروع کردی جس میں وہ تمام مختلف عناصر شامل کردیئے گئے تھے جن کے فیضان سے اسے تخت شاہی نصیب ہوا تھا۔ لیکن یہ بات فوراً ظاہر ہوگئی کہ فی الحال جس قسم کی گردش روزگار کا سامنا تھا اس سے یہ توقع رکھنا یقینی ناممکن تھا کہ کوئی ایسی کابینۂ وزارت جو آپس ہی میں اختلاف رائے رکھتی ہو کچھ عرصے تک بھی قائم رہ سکتی تھی، مزید براں حکومت کو ایک عجیب و غریب وقت کا سامنا تھا

**چارلس دہم کے وزرا کا مسئلہ**

جسکا ازالہ نہایت محفوظ اور معقول طریقے سے صرف ایسی وزارت کرسکتی تھی جسکو عوام الناس کے اعتبار اور اعتقاد سے

استحکام حاصل ہو چکا ہو۔ پیرس کے باشندے ایام جولائی ہی سے پولی نیاک
اور ان وزرا کے خون کے پیئے جو مہلک قوانین اور ضوابط کے ذمہ دار تھے
صدائے العطش بلند کر رہے تھے۔ بادشاہ اور گورنمنٹ دونوں ان کو بچانے کی
فکر میں تھے اور دول یورپ نے اس بات کو بالکل واضح کر دیا تھا کہ بادشاہ اور
گورنمنٹ دونوں انکی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ توقع یہ کیجاتی تھی کہ امتداد زمانہ
سے ان کا جوش غضب فرد ہو جائے گا لیکن عوام تو خون کی بو پا چکے
تھے اور جب یکے بعد دیگرے ہنگامے ہونے لگے تو وزرا کی موت کا مطالبہ اور
زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ بلند ہوا۔ آخر کار اکتوبر میں چیمبر نے فیصلہ کیا کہ
پولی نیاک اور اس کے ہمعصروں کا مقدمہ دارالامرا میں پیش کیا جائے
لیکن اسی دوران میں اس آفت سے بچنے کے لیئے ایک کوشش یہ کی گئی کہ
سیاسی جرائم کی پاداش میں سزائے موت بالکل نہ دی جایا کرے، لوئی فلپ
نے منظوری دیدی لیکن یہ مسئلہ اسوقت تک کے لیئے ملتوی کر دیا گیا جب تک کہ
نومبر میں ایوانوں کا اجلاس منعقد نہ ہو۔ اسی دوران میں ۱۷ اور ۱۸ اکتوبر کے

**اکتوبر کے ہنگامے پیرس میں۔**

پیرس کے ہنگامے ایک زبردست بلوے کی صورت میں
رونما ہوئے اور جسکے سرغنا یونیورسٹی اور مدرستہ الفنون کے طلبا
اور شاگرد تھے۔ خود قصر شاہی پر مجمع نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ 183
تاخت کی اور پولی نیاک اور اسکے وزرا کے سروں کا مطالبہ کیا تحافظان ملی نے
جب انھیں وہاں سے ہٹایا ہے۔ اسوقت جوش غضب سے مشتعل یہ متلاطم مجمع
وین سین ( Vincennes ) آیا جہاں بدنصیب وزرا مقید تھے۔
مجمع نے دیوانہ وار، انتہائے غیظ و غضب کے ساتھ زندان کے دروازے پر
ہجوم کیا۔ زندانیوں کی جان اور فرانس کی عزت دونوں جنرل دومے نیل
( Doumesnil ) کی جرأت اور حاضر دماغی کے
سبب سے محفوظ رہی۔ یہ جنرل ایک پرانا آزمودہ کار سپاہ گر تھا جو اسوقت
اس قلعہ کا گورنر تھا۔ وہ تمام مجمع کے سامنے نہتا نمودار ہوا اور اس بات
کی دھمکی دی کہ اگر انھوں نے داخل ہونے کی ذرا کوشش کی تو پھر وہ بارود کے میگزین میں

فلیتہ لگا دے گا۔ اسکا اثر عجیب معجز انگیز ہوا بلکہ کہنا چاہیئے کہ یہی اثر پیرس کے باشندوں کے علاوہ دوسرے مجمع پر ہوتا، پہلے تو ایک دم سناٹا چھا گیا اور گو اس کے قبل ہی خون آشامی کا جنون انتہا تک پہنچ چکا تھا لیکن یک بیک قہقہہ بلند ہوا، مجمع پیرس کی طرف لوٹ گیا اور "زندہ باد پیریا سے چو بیں" کا نعرہ فضائے بسیط میں گونج گیا۔

اکتوبر کے ہنگاموں نے کابینہ کے اعتدال پسند وزرا کو دستکش ہو جانے کے لیئے بالکل تیار اور عنان وزارت کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دید ینے کے لیئے مستعد کر دیا جنکی ذات پر پیرس کے ریڈیکل گروہ کو بہمہ وجوہ اعتماد تھا، اس طور پر گویا قدیم وزرا کو عوام الناس کے جوش غضب سے محفوظ رہنے کا موقع مل گیا اس قرارداد کے ماتحت گیزو، ڈیوک ڈی بروگلی کازیمیر پیری اے ( Casimir Perier ) اور ڈیوپیر اپنے اپنے قلمدان وزارت سے دستکش ہوئے اور پیرس کا لکھ پتی ساہوکار لافت ( Laffitte ) اس کابینہ کا صدر بنا جسکے تمام اراکین "جماعت ترقی" کے (وہ جماعت جو ایوان ہائے منعقدہ ۳۰ نومبر میں اقلیت کا درجہ رکھتی تھی) حقیقی نمایندے تھے لافت جسکی زندگی کا ابتدائی اور اولین نصب العین نہایت کامیابی کے ساتھ دولت اکھٹا کرنا تھا، نہ تو بادشاہ کے خیالات کا آئینہ تھا اور نہ ملک کی اس آواز کی ہمنوائی کی اہلیت رکھتا تھا جو آئینی طور پر بلند کی گئی ہو، اسکی ذات گویا اس انقلابی ابلاغ کی روح رواں تھی جواب فرانس میں برسر اقتدار آ گئی تھی لیکن لوئی فلپ کو اسکی توقع تھی اور یہ توقع کچھ بیجا بھی نہ تھی کہ "تاسلے راں" کی مدد سے وہ اُن غلط اثرات کا ازالہ کر سکے گا جو اسکے وزرا کی بے احتیاطوں سے رونما ہو چکے تھے اور فی الحقیقت حکومتیں ایک بادشاہ کے لیئے جو غیر معمولی و قتوں ۱۴۴
میں مبتلا تھا خاص رعایتیں ملحوظ رکھنے کے لیئے تیار تھیں اور اسکی پیچ در پیچ سیاسی کدو کاوش کو عفو کر دیتیں۔ موجودہ حالت میں جب تک کہ سابق وزرا کا معاملہ پیش تھا "ملوکیت جولائی" کو لافایت اور لافت ( Laffitte Lafayette )

لافت انقلابی کابینہ
وزارت نومبر ۱۸۳۰ء

کی ضرورت تھی ؎

**وزرا پر مقدمہ چلایا جانا دسمبر ۱۸۳۰ء**

سابق وزرا کا مقدمہ جو ۱۰ دسمبر ۱۸۳۰ء کو شروع ہوا فی الحقیقت حکومت اور جمہور کی قوتوں کی آزمائش تھی محض پولی ناک اور اسکے رفقا کی نہیں بلکہ ملوکیت جولائی کا وجود خطرے میں تھا۔ خون آشامی کی صدائے العطش اب بھی بلند ہوئی تھی اور قیدیوں کو مجمع کی درازدستیوں سے محفوظ رکھنے کے لیئے قصر لکسمبرگ جہاں مقدمے کی پیشی ہونیوالی تھی، اسکے چاروں طرف غیر معمولی طریقے پر چوکی پہرہ بٹھا دیا گیا تھا، سب کچھ محافظان ملی کے رویئے پر منحصر تھا اور چونکہ لافایت مجمع کے جذبۂ خونریزی کا سدّ راہ تھا اس لیئے خود اسکی شہرت زوال پذیر ہو چلی تھی۔ شہری سپاہیوں کی صف میں لغزش کے آثار نمودار ہو چلے تھے۔ لیکن آخر کار طبقۂ متوسطین کا جذبۂ عافیت پسندی غالب آیا۔ قیدیوں کو مختلف میعادوں کی سزا دی گئی، اور وہ خفیہ طور پر "تاریکی کی آڑ میں" پیرس سے نکال لائے گئے اور چونکہ مجمع کو اپنے شکار کے نہ پانے میں مایوسی ہوئی تھی اس لیئے جسوقت امرا ایوان عدالت سے باہر آرہے تھے انھوں نے انکی بدسلوکی اور توہین کر کے دل کی بھڑاس نکال لی۔ لیکن اب خطرے کی منزل طے ہو چکی تھی اور گورنمنٹ کو مجمع (جمہور) پر فتح حاصل ہو چکی تھی لیکن تاہم "ملوکیت جولائی" نے اس بات کو محسوس کیا کہ یہ فتح نہایت گراں خریدی گئی تھی، اسکو محض جبر و اشتداد سے غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن اس نے ملوائیوں سے ایسے وعدے وعید کر لیئے تھے جن کو وہ ایفا نہیں کر سکتی تھی اس نے دوازراہ کرم مدرسۂ فنون کے لڑکوں سے انکی غیر جانبداری حاصل کرنے کے لیئے معالمت کی اور طرّہ یہ کہ وہ لافایت (Lafayette) کے جدید اور وسیع احسانات سے اور زیادہ گراں بار ہو گئی۔ جسکو اس بات کا دعوئے تھا اور اس میں حقیقت کا شائبہ غالب تھا کہ امن و عافیت کے قائم رکھنے کا سہرا اس کے سر تھا لیکن انقلاب فرانس کی "قدیم اشرافیت"

**لافایت سربراہی سے مستعفی ہوتا ہے۔**

کا دور دورہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ ۲۴ دسمبر کو ایوانوں نے ایک قرارداد منظور کی جسمیں پیرس کے "محافظان ملّی" کی کمان، بقیہ فرانس کی کمان سے علیحدہ کر دیا تھا لافایت نے خیال کیا کہ یہ وار خود اس کی ذات پر کیا گیا تھا۔ ۱۸۵

وہ سیدھا قصر شاہی پہنچا اور اپنا استعفا داخل کر دیا۔ بادشاہ نے اس سے اپنے فیصلے پر نظرثانی اور محافظان پیرس کی کمان کو بجنسہٖ اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیئے کہا لیکن بادشاہ کے لب ولہجے سے کسی سرگرمی یا جوش کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ لیکن لافایت کے ہاتھ میں کسی وقت فرانس کی قسمت کی باگ تھی اور وہ اب کسی دوسرے درجے کے رتبے کو منظور کرنا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے نظرثانی کرنے سے انکار کر دیا اور اسکا استعفا منظور کر لیا گیا؛

اب لوئی کو ایک ایسے شخص سے گلوخلاصی حاصل ہو چکی تھی جو اسکی کامیابی کا اولیں اور ناقابل تسخیر آلہ رہ چکا تھا اور اب ایک سنگ راہ ثابت ہو رہا تھا۔ کشمکش کے تین مہینے پیرس میں اور اضطراب کی اتنی ہی مدت بیرون پیرس گزر چکی تھی کہ لافت کی دولت ومناصب کی بربادی اور اسکی سیاسی شہرت کا زوال انتہا کو پہنچ گیا اور اسے معلوم ہوا کہ وہ اپنے شاہی آقا کے اعتبار اور اعتماد سے دور جا پڑا ہے، سرکاری طور پر اسکی اہانت ہو چکی تھی جسکو وہ بطور ایک وزیر کے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے منصب سے استعفا داخل کر دیا اور لوئی فلپ کو تخت شاہی پر متمکن کرانے میں اس سے جو حرکات سرزد ہوئے تھے انکے لیئے خدا اور اسکی مخلوق سے عفو کا طالب ہوا۔ ۱۳ مارچ ۱۸۳۱ء کو جب کازیمیر پیری اسے (Casimir Perier) نے عنان وزارت اپنے ہاتھ میں لی تو "ملوکیت متوسطین" کو اس بات کا موقع ملا کہ وہ اپنے اصلی رنگ وبو میں ظاہر ہو۔

**کازیمیر پیری اسے کی وزارت مارچ ۱۸۳۱ء Casimir Perier**

انقلابی نشر وتبلیغ کی جن تحریکات کا ابتک خفیہ طور پر انسداد کیا جاتا تھا اب علی الاعلان مسترد کر دی گئیں اور اب جبکہ ملک کی عنان حکومت سالہا سال کے بعد ایک مضبوط اور ایماندار ترین کے ہاتھ میں آئی تھی فرانس نے خود پیرس اور اس کے بیرونی ممالک میں انقلابی ریشہ دوانیوں کے خلاف کارروائی شروع کر دی؛

صفحہ ۱۸۶

# بابِ نہم

## (انقلاباتِ سنہ ۱۸۳۰ء۔ بیرونِ فرانس)

برسلز میں بغاوت۔ حکومتوں کا رویّہ۔ تالے ران لندن میں ایک سفیر کی حیثیت سے۔ فرانس اور انگلینڈ اصول عدم مداخلت کا اعلان کرتے ہیں۔ مسئلۂ بلجیم کا کانفرنس منعقدۂ لندن کے حوالے کیا جانا۔ اہلیان پولینڈ کی بغاوت کا اثر۔ حکومتیں بلجیم اور ہالینڈ کے ایک دوسرے سے علٰحدہ کئے جانے کے اصول کو تسلیم کرتی ہیں۔ ولندیزیوں اور بلجیمیوں کا رویّہ۔ گفت و شنید کا سلسلہ۔ فرانس کا استبدادی رویّہ۔ جنگ کے توقعات۔ لارڈ پامرسٹن کا پامردانہ رویّہ۔ یورپ کی شیرازہ بندی کے اصول کا بار دیگر اعادہ کرنا۔ مسئلے کا تصفیہ۔ یورپ کی متفقہ ضمانت پر حکومت بلجیم کی غیر جانبداری تسلیم کیجاتی ہے۔ فرانس اور انگلینڈ ولندیزیوں پر جبر و تشدد روا رکھتے ہیں۔ مشرقی حکومتوں کا رویّہ۔ انقلاب جولائی کا اثر جرمنی اور اٹلی میں۔ مرکزی وسطی یورپ کی مملکتوں میں بغاوت۔ فرانس کا رویّہ۔ آسٹریا کی مداخلت۔ فرانسیسی انکونا پر قبضہ کرتے ہیں۔ بغاوت پولینڈ۔

سنہ ۱۸۳۰ء کے انقلابات اپنے اثرات کے اعتبار سے خواہ کتنے ہی سنگین رہے ہوں انکے عقب میں کوئی ایسی عالمگیر آتشزدگی نہیں رونما ہوئی جیسے اٹھارہ سال بعد "ملوکیت جولائی" کے زوال پر معرض ظہور میں آئی۔ عام طور پر اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اُن ملکوں میں جو سنہ ۱۸۴۸ء کے ہنگامۂ رستخیز کی تماشا گاہ بنے ہوئے تھے، وہ قوتیں جو اس انقلاب کی باعث ہوئی تھیں، کسی خاص غرض مشترک کے لئے ایک مرکز پر مجتمع نہیں کیجا سکی تھیں۔ ہاں صرف ایک ملک ایسا ضرور تھا جہاں یقیناً یہ کیفیت نہ تھی، اور یہ تاج ہالینڈ کے خلاف

**عہدناموں کے ماتحت، بلجیم اور ہالینڈ کے تعلقات باہمی۔**

بلجیم والوں کی کامیاب بغاوت تھی جسکے محرک پیرس کے وہ واقعات تھے جو جولائی میں ظہور پذیر ہوئے،

اور جسکی کامیابی کا مدار بہت کچھ ان توقعات پر تھا جو فرانس سے وابستہ تھیں۔
اور یہی وہ واقعہ تھا جس نے اس قصر سیاسی کی خشت اولیں کو نکال دیا جو وائنا
میں تعمیر ہوا تھا اور ایک بار تو ایسا نازک اور اندیشہ ناک موقع آگیا کہ بس
یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ تمام عمارت ایک تودۂ عبرت بنکر رہ جائے گی۔ شمال
کی طرف فرانسیسیوں کی کسی امکانی دست درازی کا سد باب کرنے کے لیئے
۱۸۱۵ء میں برطانوی مدبران سیاسی نے ہالینڈ اور نشیبی ممالک کے اُن صفحہ ۱۸۷
حصص کو متحد کر دیا تھا جو کسی وقت آسٹریا کے زیر نگین تھے اور جو کبھی نپولین
کی سلطنت کے ایک جز بھی رہ چکے تھے۔ یہ واقعہ برطانوی تدبر کے خوارق میں
شمار کیا جاتا تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ اُن حقارت آمیز کلمات کا
نشانہ نہیں بنایا جا سکتا جو ان مصنفین کی زبان پر رواں ہیں جو اصلی واقعات
سے کہیں اب جا کر روشناس ہوئے ہیں۔ دونوں قومیں باعتبار نسل ایک
تھیں، اور اگر معاشی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ زراعت
اور حرفت پیشہ اہالیان بلجیم کا تجارت پیشہ ولندیزیوں کے ساتھ، چولی دامن
کا ساتھ تھا۔ لیکن علمبرداران سیاست کا وہ گروہ جو یورپ کی ترتیب وتنظیم
کے لیئے ازسرنو آمادہ ہوا تھا بلجیم کیتھولک گروہ کے روائتی تعصب کو کافی طور
سے مدنظر نہ رکھ سکا اور سب سے بڑی فروگزاشت تو یہ ہوئی کہ وہ اس
چالاک بادشاہ کے عجیب وغریب مغالطات ذہنی تو نظر انداز کر گیا جسکے ہاتھوں
میں عنان حکومت دی گئی تھی۔ شاہ ولیم کو "روشن خیالی" کا جنون تھا اور
باوجود اسکے کہ اسکے سامنے جوزف ثانی کی (جو اسی خبط میں کافی زک
اٹھا چکا تھا) عبرت ناک مثال موجود تھی اس نے اپنا فرض خیال کر لیا تھا کہ
کسی نہ کسی طرح سے اس تنگ خیالی کا ازالہ کر دیا جائے جو ہر قسم کی اصلاحات
کی سد راہ ہوتی تھی اور جس نے اسکے کیتھولک ممالک کی حیات ذہنی کو بالکل
تاریک بنا دیا تھا۔ کیتھولک مدارس کے معائنہ کے لیئے پروٹسٹنٹ انسپکٹر مقرر
کیئے گئے۔ لووین میں جو بلجیم کے انتہا پسند پاپائی گروہ کا حصن حصین تھا
اس نے فلسفہ کا ایک کالج کھولا جس میں ان تمام امیدواروں کو

داخل ہونا پڑتا تھا جنہیں پادری بننے کی خواہش تھی اور اگر مراحم و عواطف کی اس غلط بخشی اور بے راہ روی کے خلاف کوئی متنفس حرف شکایت زبان پر لاتا تو ولیم انکی اس آزادی میں جو آئین مجریہ کی رو سے انکو حاصل تھی خواہ مخواہ مخل ہوکر ان کی مخالفت کا وہیں گلا گھونٹ دیتا تھا اور یہ حقیقت محسوس کرکے کہ پروٹسٹنٹ خیالات کی نشر و تبلیغ محض اس اسکیم کا ایک جز تھی جسکی رو سے ولندیزیوں کی عظمت کا سکہ بٹھانا مقصود تھا، پادریوں کی مخالفت رفتہ رفتہ قومی مخالفت میں تبدیل ہوگئی - اس بدنصیب کشاکش کے لیئے اہالیان بلجیم تیار تو ہوگئے لیکن ان کے راستے میں بڑی بڑی دشواریاں اور رکاوٹیں تھیں "مجلس طبقات مجتمعہ" میں چالیس لاکھ بلجیموں اور بیس لاکھ ڈچ کی نیابت کے لیئے اراکین کی تعداد مساوی تھی، اس لیئے ہر متنازعہ فیہ مسئلے کا تصفیہ لازمی طور پر اول الذکر کے خلاف ہوتا تھا اور ملک میں جتنے آئین اور قوانین وضع کئے جاتے تھے وہ بھی بالعموم ولندیزیوں کے اغراض و مقاصد کے معین ہوتے تھے کروڑ گیری کے اُن محاصل کے بجائے جسکا بار دولتمند باشندگان ہالینڈ کے لیئے بالکل بے حقیقت تھا، آٹے پر ایک ٹکس لگا دیا گیا جو اہالیان فلینڈرس پر نہایت گراں گزر رہا تھا - ڈچ ہی سرکاری دفاتر، اسکول اور عدالتوں کی زبان قرار دی گئی، اس طور پر ڈچ کے مقابلے میں ایک ایسی مشترک مخالفت صفحہ ۱۵۸!
کی بنیاد پڑ گئی جسکے سامنے کیتھولک اور لبرل جماعت کا وہ باہمی تلخ تنفر جو اس تمام صدی میں بلجیم میں دو مخالف سیاسی جماعتوں کے درمیان حد فاصل تھا فراموش کردیا گیا - لبرل، کیتھولک فرقے کی متحدہ جماعت جو اپنے وجوہ کے اعتبار سے مسلک لاکورڈیر اور لا منے ( Lamennais ) سے وابستہ تھی مخالفت اور مخاصمت کی اس خلیج کو پر کرنے پر آمادہ ہوگئی جو اُن دونوں جماعتوں کے درمیان حد فاصل تھی - اور ۱۸۲۸ء میں ان کے درمیان حسب ضابطہ ایک صلحنامہ بھی مکمل ہوگیا جسکی غرض و غایت ولندیزی قوم کی عظمت اور تفوق کے خلاف مشترکہ جدوجہد تھی - انقلاب پیرس نے

ظہور پذیر ہونے سے بہت قبل ایک زبردست شورش کی ابتدا کی گئی جسکا منشاء یہ تھا کہ آئین کی رو سے جو آزادیاں میسر تھیں وہ از سرِ نو حاصل کر لی جائیں اور دراصل سب سے بڑی غرض تو یہ تھی کہ بلجیم کے لیئے ایک بالکل جداگانہ نظام حکومت حاصل کر لیا جائے ؛

اور اب اس میگزین میں جہاں یہ آتشگیر سامان بھرا تھا پیرس کے شعلوں سے شرارے گر پڑے[1]؛

**برسلز میں انقلاب ۲۵ اگست ۱۸۳۰ء**

۲۵ اگست ۱۸۳۰ء کو برسلز میں بادشاہ کی سالگرہ منائی جا رہی تھی۔ تماشا گاہ میں ایک تماشا دکھایا گیا جو ہر اعتبار سے انقلاب انگیز کہا جا سکتا تھا، اور جسکا اثر حاضرین پر نہایت سرعت کے ساتھ ہوا۔ فرانس کی حمایت اور ہالینڈ کی مخالفت میں نعرے لگائے گئے جس پر مجمع نے جو باہر کھڑا تھا صدائے لبیک بلند کی۔ چشم زدن میں الفاظ افعال میں منتقل ہوئے اور دیکھتے دیکھتے ایک نہایت زبردست ہنگامہ معرض وجود میں آ گیا، اسی دوران میں کسی نے ٹاؤن ہال کے اوپر (Brabant) برابنٹ کا علم نصب کر دیا، تھوڑے ہی عرصے میں یہی ہنگامہ ایک انقلاب کی صورت میں تبدیل ہو گیا شہزادہ آرنج کچھ سپاہیوں کی معیت میں دوسرے دن شہر کے قریب آیا تو اس نے کسی قسم کی گفت و شنید شروع کرنے سے اسوقت تک کے لیئے انکار کیا جب تک کہ وہ نافرجام نشان جو نصب کر دیا گیا تھا دور نہ کر دیا جائے۔ لیکن باوجود اسکے کہ

---

[1] سوانح پامرسٹن مولفۂ بلور جلد دوم۔ Bulwer's Palmerston, Vol, II

ٹیوسٹ:۔ قومی کانگریس کی تاریخ۔ Juste Hist du Congres National

ہیلے برانڈ:۔ تاریخ مملکت فرانس جلد اصفحہ ۱۲۶۔ Hellebrand, Geschte Frankreichs, I, 126

اسکی یہ درخواست مسترد کردی گئی اس نے گفت وشنید کا سلسلہ شروع ہی کیا،
اس دوران میں ذمہ دار لوگوں نے انقلاب کی عنان اپنے ہاتھوں میں لے لی تھی
اور شہزادہ ولیم نے کچھ تو اپنے عقیدے اور کچھ ذاتی حرص وحوصلے کی بنا پر
یہ وعدہ کرلیا کہ وہ انکے مطالبات بادشاہ کے سامنے پیش کر دے گا۔
بحالت موجودہ انکی یہ خواہش تھی کہ "مجلس طبقات مجتمعہ" طلب کی جائے
اور اسکے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے کہ بلجیم اور ہالینڈ ایک دوسرے
سے علیحدہ کردیئے جائیں اور عنان حکومت خاندان آرنج کے دست خاص
میں دیدی جائے، بادشاہ راضی ہوگیا لیکن جسوقت مجلس اراکین اور نائبین صفحہ ۱۸۹
تبادلۂ خیالات اور مسائل حاضرہ پر غور وفکر کے لیئے مجتمع ہوئی اس نے
اس تحریک کو کچھ اس انداز سے پیش کیا کہ وہ معاً مسترد کردی گئی؛ اب
دس ہزار آدمیوں کی معیت میں شہزادہ آرنج ایک دفعہ پھر برسلز کی
جانب بڑھا اس دفعہ شہر کے نشیبی داخلے سہرنے سے؛ بند اور مسلح شہریوں کے
ہاتھ میں تھے۔ تین روز کی مسلسل جنگ اور بے سود گولہ باری کے بعد
شہزادہ پسپا ہونے پر مجبور ہوا۔ مدافعت کے انتظام وانصرام کے لیئے ایک کمیٹی
بنائی گئی تھی، اسی کمیٹی نے اب ایک ہنگامی حکومت کی حیثیت اختیار کرلی۔
اور ایک اعلان اس مضمون کا شائع کیا کہ اہالیان بلجیم کو ولندیزی گورنمنٹ سے
جو کچھ وابستگی تھی اسکا خاتمہ ان خونریزیوں نے کردیا اور اسکے ساتھ ساتھ ان تمام
بلجیمی نژاد سپاہیوں کو جو افواج ولندیزی میں تھے وطن کو مراجعت کرنے کا حکم دیا گیا،
آخر کار "بعد از خرابیِ بسیار" مجلس طبقات مجتمعہ نے ۵۰ بمقابلہ ۴۴ ووٹ کے
یہ فیصلہ کیا کہ دونوں ممالک علیحدہ کردیئے جائیں لیکن اب پانی سر سے گزر چکا تھا،
بلجیم کے تمام ممالک برسلز کی پیروی میں ولندیزیوں کے خلاف علم بغاوت
بلند کرچکے تھے۔ ہنگامی گورنمنٹ نے ۴ اکتوبر کو حسب ضابطہ بلجیم کی
خودمختاری کا اعلان کیا اور یہانتک آمادگی ظاہر کی کہ آئین حکومت مرتب کرنیکے لیئے
ایک قومی کانگریس بھی منعقد کی اس طور پر گویا ایک امر فیصل شدہ پر اس نے ضابطے کی
مہر بھی ثبت کردی ہے۔

ان واقعات نے جو سیاسی گتھی پیدا کر دی تھی وہ اب خصوصیت کے ساتھ پیچیدہ نظر آتی تھی۔ لوئی فلپ کے غاصبانہ فعل کو حکومت ہائے یورپ نے اس خیال سے رفت گزشت سا کر دیا کہ انھیں اس بات کا یقین تھا کہ اس طور پر وہ اس ملکی تقسیم و بندوبست کو محفوظ اور مصئون رکھ سکیں گی جو ۱۸۱۵ء میں عمل میں آیا تھا لیکن انقلاب بلجیم نے ان تمام توقعات کا شیرازہ بکھیر دیا اور آخر کار وہ جنگ ناگزیر نظر آنے لگی جس کا خطرہ تھا۔

**حکومتہائے یورپ اور انقلاب بلجیم**

۵ ۲ اگست کے ہنگامے کی خبر جب پہلے پہل زار کو پہنچی تو اس نے یہ تحریک پیش کی کہ اس معاملے میں یورپ کی حکومتوں کو مداخلت کرنی چاہیئے۔ اور اتحاد اربعہ کے منشاء کے مطابق خود اس نے ساٹھ ہزار کی جرار افواج لیکر اس سد مسلح سے متصادم ہونا چاہا جو سیلاب انقلاب کے راستے میں حائل تھا۔ اور گو پروشیا اس درجے محتاط تھا کہ وہ زار کے نقش قدم کو کسی طرح اپنا راہ نما نہیں بنانا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے بھی اس خیال سے کہ شاید صوبہ جات رائن میں کوئی ہنگامہ اٹھ کھڑا ہو، اپنے مشرقی محاذ پر فوجیں مجتمع کرنی شروع کر دیں۔ لیکن لوئی فلپ کو اس حقیقت کا احساس ہو چکا تھا کہ
صفحہ ۱۹۰ ایسے وقت میں جبکہ استبدادی حکومتیں بلجیم کی آزادی کو مٹا رہی تھیں اگر وہ خاموش اور ساکت رہا تو پھر تاج و تخت کا فاتحہ بھی پڑھنا کچھ دور نہ رہ جائے گا۔ ایسی حالتمیں شجاعت اور تہور اسکے اختیار تمیزی کا جزو بہتر ثابت ہوا اور اس نے فوراً اس امر کا اعلان کر دیا کہ اگر پروشیا نے کسی جارحانہ نقل و حرکت کا آغاز کیا، تو اس دوران میں، جب تک کہ بلجیم کے معاملات صلح ناجات کی رو سے کسی کانگریس نے فیصل نہ کیئے، حکومتوں کی میزان طاقت کو نقطۂ توازن پر قائم رکھنے کے لیئے فرانس بھی ایسا ہی اشتدادی پہلو اختیار کرنے میں مطلق پس و پیش نہ کرے گا۔[1]

**انگلستان کا رویہ**

یہ برطانوی ہمدردی اور استعانت کا تیقن تھا جس نے فرانسیسی حکومت کو

[1] ہیلے برانڈ حصہ اول صفحہ ۱۴۴ (نوٹ)

ایسے قطعی رویہ کو اختیار کرنے پر جبری کر دیا تھا، یہ صحیح ہے کہ ٹوری کابینہ اب بھی برسر اقتدار تھا اور ولنگٹن اب بھی اتحاد عظیمہ کا ایک ستون تصور کیا جاتا تھا لیکن وہ یورپی اتحاد کا اس لئے علمبردار تھا کہ وہ اسے یورپ کی صلح و عافیت کا ضامن سمجھتا تھا اور اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ ان اصول پر کاربند ہونے سے جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ تھا تو پھر وہ ان کو خیرباد کہنے میں مطلق تامل نہ کرتا، برسلز کی خونریزی اور ڈچ سپاہ کی پسپائی کا حال اسے ۳۰ ستمبر کو معلوم ہوا، اس نے فوراً محسوس کیا کہ اہالیان بلجیم کو خاندان ناساؤ ( Nassau ) سے کبھی وابستگی نہیں پیدا کرائی جا سکتی اور اگر فرانس نے ان واقعات سے متاثر ہو کر استبدادی رویہ اختیار کیا تو پھر جنگ ناگزیر بھی ہو جائے گی، دیگر یہ کہ اگر بلجیم پر کسی قسم کا جبر و تشدد روا بھی رکھا گیا تو پھر لوئی فلپ کے لئے یہ ناممکن ہو جائے گا کہ وہ فرانسیسی قوم کو اہالیان بلجیم کی حمایت میں سینہ سپر ہونے سے باز رکھ سکے۔ اس نازک حالت کے رونما ہونے سے کچھ ہی پہلے ۲۵ ستمبر کو تالیے ران، لندن آچکا تھا۔ اس نے

**تالیے ران لندن میں**

ڈیوک ( ولنگٹن ) اور لارڈ ابرڈین کو اپنی حکومت کے اصلی اور صحیح خیالات سے بے کم و کاست مطلع کر دیا۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے پر بھی قادر ہے۔ اب چونکہ انتخاب کے لئے صرف دو چیزیں رہ گئی تھیں، یعنی ایک طرف تو لازمی جنگ تھی اور دوسری جانب ایک اصول کا خون ہوتا تھا اس لئے ان دو خرابیوں میں سے جسکا درجہ نسبتاً کمتر تھا وہی اختیار کی گئی۔ قصہ مختصر برطانوی حکومت نشیبی ممالک کے حصوں کو علٰحدہ کر دینے پر رضامند ہوئی اور جدید مملکت کو بھی اس شرط پر تسلیم کر لیا کہ فرانس اس سرحد بندی کا احترام کرے جو ۱۸۱۵ء میں عمل میں آئی تھی اور اس کے انعقاد اور درست میں وہ دوسری حکومتوں کے دوش بدوش کام کرے گا۔ یکم اکتوبر کو خود تالیے ران نے اس تمام مسئلے کو پانچ بڑی حکومتوں کی اس کانفرنس میں پیش کرنے کا ارادہ کیا، جسکے اجلاس تنازعات یونان کے تصفیہ کے لئے

صفحہ ۱۹۱

لندن میں منعقد ہو رہے تھے اور دوسرے دن جبکہ شاہ نیدرلینڈس نے بارگاہ دول یورپ میں اس امداد اور استعانت کی ممالک نشیبی سے درخواست کی جسکے طلب کرنے کا وہ عہدنامے کی رو سے مستحق تھا تو ایک طرف انگریزی فرانسیسی اتحاد ایک امر مسلمہ بن گیا اور دوسری جانب فرانس کے خلاف کسی اتحاد کا قائم ہونا ایک داستان پاستان تھی تالے ران نے بالآخر محسوس کیا کہ بے ہنگام پیرس کی "دہن" بندی کے لیئے ضروری ہے کہ کوئی "لقمہ" اسکے نذر کیا جائے[1] انگلستان کو اس طرح پایۂ وقار و تمکین سے گرتے دیکھکر روس کا دل سرد ہو گیا۔ ولنگٹن محض ایک گیاہ شکستہ ثابت ہوا اور تالے ران کے ہاتھ پر ایمان لاکر جدید فرانسیسی اصول عدم مداخلت کا پیرو بن گیا تھا ۱۴ نومبر کو ٹوری حکومت کے زوال پر، لارڈ گرے کی ماتحتی میں، پامرسٹن نے قلمدان وزارت خارجہ اپنے ہاتھ میں لیکر ان کفریات بالغہ کا اعلان کیا جو اس کے صحیفۂ سیاسی کے عنوانات خصوصی تھے فی الحقیقت "یورپ کو نفع پہنچانے یا عہدناجات کے شرائط کو سختی اور تندہی سے نافذ کرانے میں انگلستان بے سروپا تھا"[2] لیکن پھر بھی بلجیم کے معاملے میں روس کو اس کے دوش بدوش چلنا چاہیئے کیونکہ ممالک نشیبی میں جو اضطراب اور ہیجان رونما تھا اسے فرو کرنے کے لیئے کسی استبدادی رویّہ کو اختیار کرنا، وہ مغربی لبرل حکومتوں کو، یورپی اتحاد کے باقیات (Hump of the Coalition) کے خلاف صف بستہ کرتا تھا اور یہ انقلاب کی حمایت کرتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ خطرہ فوری توجہ کا محتاج تھا، کیونکہ

> اصول عدم مداخلت

[1] ہیلیبرانڈ باب اول صفحہ ۱۲۶۔ ملاحظہ ہو (خود نوشت) یادداشت تالے ران باب ۴ صفحہ ۳۲۸ - گرساتھ ہی اولیوی اے کی کتاب "لبرل سلطنت" جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ دیکھنی چاہیئے۔

Ollwier,L, Empire liberal, I, 262 etc

[2] ارٹنس باب یازدہم صفحہ ۴۳۹ -

نکولس کا مطلق العنان مزاج ہر ایسے مشورے پر جسکا تعلق مصلحت بینی یا آل اندیشی پر ہوتا پیچ وتاب کھانے لگتا، اور وہ اب بھی تیار تھا کہ اس پیچیدہ گتھی کو ایک ہی ہاتھ میں فنا فی السیف کردے۔ ماہ نومبر کی آخری تاریخیں تھیں کہ پولینڈ میں

**مشرقی حکومتوں کی فالج زدگی**

ایک زبردست بغاوت رونما ہوئی اور اس طور پر کچھ دنوں کے لیئے مغربی یورپ کے معاملات اور مسائل سے روس کا تعلق یکلخت منقطع ہوگیا۔ ادھر پروشیا نے بھی مصلحت اسی میں دیکھی کہ اسے انگلستان کے نقش قدم کو اپنا زادہ نما بنانا چاہیئے، اور چونکہ وہ اپنی مشرقی سرحد کی محافظت میں مصروف تھا اس لئے اُسے پشیمان ہونے کی کوئی گنجائش بھی نہ تھی۔ پولینڈ اور اٹلی کے معاملات نے آسٹریا کو کچھ ایسے غلطے میں ڈال دیا تھا کہ اس میں نہ تو اتنا حوصلہ تھا اور نہ اتنی سکت کہ وہ مغرب میں ایک حق بجانب جہاد کا اعلان یا افتتاح کرسکتا۔ ان حالات

**علیحدگی کا اصول تسلیم کیا جاتا ہے**

صفحہ ۹۲

کے ماتحت حکومت ہائے یورپ نے بلجیم اور ہالینڈ کو ایک دوسرے سے علیحدہ کردینے کی تجویز منظور کرلی جسکا تکملہ حسب ضابطہ ایک مضبطے کی صورت میں ہوا اور جس پر لندن میں[1] ۲۰ دسمبر ۱۸۳۰ء کو دستخط ثبت ہوئے شاہنشاہ نکولس نے اس فیصلے کو شرف قبولیت تو ضرور بخشا لیکن ساتھ ہی اس امر کا بھی اعلان کردیا کہ اسکے نفاذ اور تکملے کا مدار شاہ ہالینڈ کے رویئے پر ہوگا اور کم سے کم وہ خود (نکولس) اپنے رفیق اور حلیف کے خلاف کسی قسم کی تخویف یا تہدید نہیں گوارا کرسکتا تھا۔ ۱۸۳۱ء کے آغاز میں، در اصل، مسئلۂ بلجیم کا طے پانا بغایت مشکل نظر آتا تھا۔ زار کی غیر متزلزل وضعداری، شاہ ہالینڈ کی ضد اور تمرد، بلجیم کی قومی کانگریس کا غیر مصالحانہ رویہ اور سب سے آخر لیکن اہمیت کے اعتبار سے نہایت وقیع فرانس کی مشتبہ ریشہ دوانیاں یہ سب ملکر ایک عجب گتھی کی شکل میں نمودار ہوئے تھے اور جسکا سلجھانا بغایت دشوار معلوم ہوتا تھا لکسمبرگ کا "ٹھکانے لگایا جانا"

[1] تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو ٹریوسٹ جلد اول صفحہ ۱۵۸۔

فیصلے کے لیئے سب سے پیچیدہ گرہ تھی شاہ ہالینڈ کی موروثی ریاستیں
آرینج ناساؤ ( Orange-Nassau ) پروشیا کے حوالے
کردی گئی تھیں اور انکے معاوضے میں لکسمبرگ ۱۸۱۵ء میں شاہ ہالینڈ
کو دیدیا گیا تھا۔ یہ مشارکت جرمنی کا ایک حصہ تھا اور شاہ ولیم کو اس کے
ڈیوک ہونے کی حیثیت سے ڈائٹ آف فرینکفورٹ کی مجلس ویئٹ میں
ووٹ دینے کا حق حاصل تھا لکسمبرگ کا شہر بجائے خود ایک نہایت پائدار
قلعہ تھا اور تشکیلی جرمنی کے تمام راستے اسی سے ہو کر گزرتے تھے، اہالیان
جرمنی مشارکت جرمنی کے تمام حقوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکسمبرگ کو اپنے ملک کا
جزو اعظم سمجھتے تھے اور وہاں کے نائبین کانگریس منعقدۂ برسلز میں جا کر
شریک بھی ہوئے۔ ۲۰ جنوری ۱۸۳۱ء کو کانفرنس منعقدہ لنڈن نے ایک

**مضبطہ مرتبہ ۲۰ جنوری ۱۸۳۱ء**

جدید مضبطہ شائع کیا جسمیں ان اصول کی تعریف کی گئی تھی
جن پر اس "علیحدگی" کا دارومدار تھا۔ اسکی رو سے
لکسمبرگ تمام وکمال شاہ ہالینڈ کو واپس کر دیا گیا تھا، بلجیم کو نصف قرضۂ ملی کا
متحمل ہونا پڑا جسکا زیادہ حصہ "اتحاد" سے قبل ہی "آوردہ ہالینڈ" تھا اس مضبطے
کے سلسلے میں، تمام کانفرنس میں بحث مباحثے کا ایک طوفان برپا ہو گیا تھا اور باوجود صفحہ ۱۹۳
اسکے کہ تالے ران اپنی گورنمنٹ کی طرف سے بے غرضی اور بے لوثی کا بار بار
یقین دلا چکا تھا، وہ اس بات پر مصر تھا کہ کم سے کم مارین برگ اور فلپ ویل
کے قلعہ جات تو فرانس کے حوالے کرہی دیئے جائیں۔ اپنے مقصد میں ناکامیاب
رہکر اس نے اس دستاویز پر اس خیال سے دستخط کردیئے کہ اس کے سوا اور کوئی
دوسرا ذریعہ یورپ میں امن وعافیت قائم رکھنے کا نظر نہیں آتا تھا۔ شاہ ہالینڈ
نے اس فیصلے کو منظور کرلیا لیکن اہالیان بلجیم نے ایک پرجوش حقارت کے ساتھ
نامنظور کر دیا۔ فرانسیسی وزیر خارجہ جنرل سباستینی ( Sebastiani ) نے
تالے ران کے مضبطے پر دستخط کرنے کے فعل کو فوراً مسترد کر دیا اور فرانس کا
یہ عجیب وغریب رویہ کانگریس منعقدۂ برسلز کے لیئے کچھ ایسا جرأت آموز ہوا کہ
اس نے "اس حکومت کو، جو بلجیمی قوم نے بطور امانت ان کے سپرد کی تھی، مختلف حکومتوں کی

وزارت ہائے خارجہ کی جنبش ابرو کا آماجگاہ بنانے سے انکار کر دیا" اور یہی نہیں بلکہ کانفرنس نے ایک قدم اور بڑھا کر دم لیا، نئے آئین کے مطابق، ایک بادشاہ کا انتخاب کرنے سے اس نے ایک طرح سے تمام یورپ کو اعلان جنگ دیدیا تھا۔ قومی کانگریس میں کثیر التعداد اراکین نے اس امر کی تائید کی تھی کہ بجائے اسکے کہ کوئی جمہوریت قائم کی جائے یا اسکا الحاق فرانس سے کیا جائے یہ کہیں بہتر ہوگا کہ ایک ملوکیت ملی کی بنیاد رکھی جائے۔ زمرۂ امیدواران میں پرنس آف آرنج بھی تھا جو اپنی حق رسی کے لیئے لندن میں سرگرم سعی تھا لیکن اس کی تائید میں اراکین کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ لوگوں کی نظریں اب صرف دو امیدواروں پر پڑتی تھیں ایک اوگیوسٹ دِ بوہارنے (ڈیوک لوئخ ٹن برگ
( Auguste Beauharnais, duke of Leanchtenberg )
اور دوسرا شاہ فرانس کا فرزند ثانی ڈیوک نیمور۔ فرانسیسی گورنمنٹ کے

**بلجیم اور فرانس میں سلسلۂ گفت و شنید**
**بلجیم، فرانس کے سامنے شرائط پیش کرتا ہے**

اس ناقابل شکست اعتراض نے کہ خاندان بوناپارٹ کا گزر ناممکنات سے ہے، پہلے امیدوار کو کہیں کا نہ رکھا، دوسری طرف سباستینی ( Sebastiani ) کے خط نے کانگریس کو دوسرے امیدوار کے انتخاب کی جرأت دلائی۔ ۳ فروری کو ایک بلجیمی وفد نے، حسب ضابطہ لوئی فلپ کو اسکے لڑکے کی طرف سے، تاج شہریاری پیش کیا۔ لالچ بُری دی گئی تھی، لیکن اسکا قبول کرنا جدال و قتال کا بھی مرادف تھا۔ دو روز قبل، یکم فروری کو کانفرنس نے ایک رزولیوشن پاس کر دیا تھا جسکی رو سے پانچ ایسے خاص خاص خاندان شاہی علیحدہ کر دیئے گئے تھے جنکے شہزادوں کو بلجیم کے تاج و تخت سے کبھی کوئی سروکار نہیں ہو سکتا تھا۔ ان حالات کے ماتحت، بادشاہ کو تاج شاہی کے قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی اس نے وفد کو پندرہ دن تک جواب دینے کے لیئے روک رکھا اور اسکے بعد پیش کردہ منصب عزت کو نامنظور کر دیا۔ باوجود اسکے کہ کانفرنس کو ایک طرف بلجیم کے معاندانہ اور دوسری طرف فرانس کے مذبذب اور مشتبہ رویے کا سامنا تھا، اس نے بر بنائے مصلحت، ان اصولوں کو مشتہر کر دیا جنکے ماتحت کانفرنس کے

صفحہ ۱۹۴

فیصلہ جات صادر ہوئے تھے - ۱۹ فروری کو ایک مضبطے کی تکمیل ہوئی جسکی رو سے شرائط عہد ناموں مرتبہ ۱۸۱۵ء کی بار دیگر تصدیق کی گئی اور جس نے حکومتوں کے اُن فرائض اور

> کانفرنس ان پابندیوں کا بارِ دیگر اعتراف کرتی ہے جو عہد ناموں کی رو سے عائد ہوتی تھیں

حقوق کو متعین کیا جسکی رو سے اس نتائج افزا اصول کا نفاذ ہو سکتا تھا کہ وہ واقعات جو یورپ میں ایک جدید مملکت کے معرض وجود میں لانے کے ذمہ دار ہوئے ہیں وہ کسی طرح اسے ایسے حقوق نہ تفویض کر سکیں گے جنکے باعث وہ اس نظام عمومی میں، جسمیں وہ اب خود شریک ہونیوالی تھی کسی قسم کا تغیر تبدل پیدا کر سکتی اور اگر قدیم مملکت میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوتی تو نئی مملکت ان پابندیوں سے اپنے آپ کو سبکدوش نہیں کر سکتی تھی جو قبل سے اس پر عائد تھیں[1] لیکن یہ تمام باتیں فرانس کی اس کوشش میں مانع نہ ہو سکیں جنکی رو سے اس نے انگلستان کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ فرانس کو اس امر کی اجازت دیدے کہ وہ ان قطعات ملک کے صرف ایک قلیل حصے کو خواہ وہ حصہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو، از سر نو حاصل کرے جو ۱۸۱۵ء میں اسکے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ لیکن لارڈ پامرسٹن کی راسخ کلامی نے فرانس کی تمام توقعات پر۔ اگر یہ گوشۂ خاطر میں کبھی جاگزیں تھیں۔ پانی پھیر دیا۔ پامرسٹن کا جواب تھا "اگر ہم عہد ناموں کی پابندیوں کو سختی سے اپنے اوپر نہ عائد کر لیں گے اور ان تمام خود غرضانہ خیالات سے جنکا مدار ذاتی سرفرازی اور تفوق پر ہو، احتراز نہ کریں گے تو پھر یورپ کے امن و عافیت کا خدا ہی حافظ ہے" یہاں پر اب سوال محض حکومتوں کی حربی طاقت کے توازن کا نہ تھا، پامرسٹن نے کہا "آج ہم فرانس کو گوبھیوں کا ایک باغ یا ایک تاکستان حوالے کر دیں تو کل ان تمام خوبیوں سے محروم ہونا پڑے گا جو اصول کی پابندی سے ہم کو حاصل ہیں"[2] قصہ مختصر

[1] ژیوسٹ ( Juste ) باب دوم صفحات ۵۶ و ۳۹ -

[2] پامرسٹن بہ گرینویل ( بلور باب دوم صفحہ ۵۹ )

**اگر فرانس، بلجیم کے لیئے خودمختاری اور حقوق ملی حاصل کر سکتا ہے تو**

**فرانس کی ہوسناک حوصلہ مندیاں اور پامرسٹن**

انگلستان اسکا بدل وجان شریک ہے۔ اور اسمیں شک نہیں، پامرسٹن کا عقیدہ تھا کہ دونوں حکومتوں میں گہرے دوستانہ تعلقات پیدا ہوجانے سے باہمی فلاح وبہبود کی بہت کچھ توقع کیجاسکتی تھی لیکن اگر فرانس نے کسی وقت عہدناجات کی خلاف ورزی کی اور سخت گیریوں کی ابتدا کی تو انگلستان اسکے دشمنوں کے زمرے میں صف بستہ نظر آئے گا[لہ] حکومتیں صرف ایک رعایت روا رکھ سکتی تھیں۔ ۱۷ اپریل ۱۸۳۱ء کو شوموں کے قدیم حلیفوں نے ایک مضبطے پر دستخط کئے جسکی رو سے چندان قلعہ جات کے تمام سامان حرب وضرب اتار لیئے گئے تھے جو ۱۸۱۵ء میں سرحد بلجیم پر، فرانس نے حربی نقل وحرکت کے انسداد کے لیئے تعمیر کئے تھے۔ اسی روز کانفرنس نے مضبطہ مورخہ ۲۰ جنوری کو منظور کر لیا اور حسب ضابطہ انخلائے لکسمبرگ

صفحہ ۱۹۵ کے لیئے اہالیان بلجیم کو طلب کیا۔ چونکہ فرانسیسی گورنمنٹ کو قلعہ جات کے معاملے میں کچھ مطلب براری ہوچکی تھی اسلیئے وہ اس پر اصرار کے ساتھ قائم ہوگئی اور اہالیان بلجیم اور ان کے ہمدرد انقلاب پسند رفقانے جو پیرس میں تھے اس امر کا نہایت درشت آمیز لہجے میں اعلان کرنا شروع کر دیا کہ انقلاب پسند فرانس نے اپنے آپ کو محالفۂ مقدس کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا۔

**لیوپولڈ شاہزادہ کوبرگ شاہ بلجیم ۱۶ جولائی ۱۸۳۱ء**

فرانس کا اپنے دوراز کار اور متفرق مطالبات سے کنارہ کش ہونا گویا بلجیم کے راستے سے ایک سنگ گران کا علحدہ ہونا تھا، دوسری دشواری اس طور پر طے ہوئی کہ تاج بلجیم کے لیئے ایک ایسے امیدوار کا پتہ چلا جو جملہ حکومتوں کے نزدیک قابل پذیرائی تھا، لوئی فلپ کا تاج وتخت کو نامنظور کر دینا اور مزید براں وہ انداز جس سے یہ حرکت سرزد ہوئی، کچھ ایسے اسباب تھے جن سے اہالیان بلجیم

---

لہ پامرسٹن بہ گرینویل باب دوم صفحہ ۸۲ ۔